# عربی میں نعتیہ کلام

*تالیف*

ڈاکٹر محمد عبداللہ عباس ندوی

# عربی میں نعتیہ کلام

عصر اول سے لے کر موجودہ صدی تک کے عرب شعراء کے

نعتیہ کلام کا نمونہ مع ترجمہ و تبصرہ، اور صحابۂ کرام کے جذباتِ

محبت کی تشریح

مع مقدمہ

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ

از


عبد اللہ عباس ندوی

سابق استاذ ادب عربی دار العلوم ندوۃ العلماء

و حال استاذ جامع ملک عبد العزیز مکۃ المکرمہ

اور ایڈیٹر مجلۂ رابطۂ عالم اسلامی



شائع کردہ

مکتبۂ اسلام۔ گوئن روڈ۔ لکھنؤ

# مؤلف

عبد اللہ عباس، ندوی

سن پیدائش :- سنہ ۱۹۲۵ء

وطن :- پھلواری شریف، ضلع پٹنہ

حال شہریت :- مکہ مکرمہ، (سعودی عرب)

تعلیم :- فاضل ندوۃ العلماء لکھنؤ

پی ایچ ڈی، (فلسفۂ لسانیات)

لیڈز یونیورسٹی (انگلستان)

مشغولیت :- استاد ادب عربی، جامعہ ملک عبد العزیز

سابقہ مشغولتیں :- استاذ ادب عربی ندوۃ العلماء لکھنؤ

انچارج شعبۂ منظمات اسلامیہ

رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ

ایڈیٹر انگریزی ماہنامہ

رابطۂ اسلامی مکہ مکرمہ

# عربی میں نعتیہ کلام

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

میزانِ ادب

| | |
|---|---|
| بہ اہتمام | کامل القادری |
| طبع | اوّل (پاکستان میں) |
| تعداد | ایک ہزار |
| کتابت | ابو محمد الحسینی المدنی |
| ناشر | اکرم زیبائی |
| مطبع | ایوب پیکیجز |
| ماہ و سالِ اشاعت | جون ۱۹۷۸ء |

قیمت
۳۰ روپے

مقامِ اشاعت

میزانِ ادب

۲۱- بہادر شاہ مارکیٹ جناح روڈ۔ کراچی

# فہرست

# تعارف و پیش لفظ

(حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ)

قرآن مجید کے صدہا علمی و معنوی، بیانی و تاریخی معجزات میں سے جو آیات کی شکل میں اس سراپا اعجاز کتاب کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں، ایک "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" (اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا) کی پیشین گوئی بھی ہے۔

سورہ النشراح کی اس مختصر آیت میں خود کلمۂ "رفع" ایک لفظی معجزہ سے کم نہیں، یہ مفرد لفظ کیا ہے؟ کوزہ میں دریا کو بند کر دیا گیا ہے "رفع" اپنی پوری وسعتوں، مضمرات، اور تفصیلات و تنوعات کے ساتھ، وہ رفعت و بلندی جو جغرافیائی حدود و ثغور، تاریخی ادوار و عہود، نسل و رنگ کی تفریق، اقوام و ملل کی تقسیم، زبان و ادب کے تنوع، اور مذہب و مشرب کے اختلاف، سب سے بالاتر ہو، سب سے مستغنی، سب پر حاوی جس طرح آفتاب عالم تاب، کوہ و دشت، خشکی اور تری، نشیب و فراز، عالم و جاہل، فقیر و غنی، سیاہ و سپید، غلام و آقا سب پر یکساں طریقہ پر چمکتا ہے، اور سب کو یکساں طریقہ پر فیض پہنچاتا ہے، اسی طرح ذات نبوی ؐ جو حسن و احسان کا سب سے بڑا نمونہ ہے، سب سے محبت کا خراج، اور جمال و کمال کا باج وصول کرتی ہے، اور اس میں کسی طرح کی زور دستی، یا جبر و اکراہ شامل نہیں، یہ حسن و احسان کا حق ہے، جس کو بہ رضا و خوشی ادا کرنے

سے کسی کو انکار نہیں، کسی فارسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

پرتو مہر بہ ویرانہ و آباد یکیست

حسن چوں تیغ کشد بندہ و آزاد یکیست (حزیں)

پھر ان تین لفظوں کی آیت میں جن میں سے ہر لفظ مستقل معجزہ ہے "ذکر" کے لفظ کے انتخاب میں بھی ہزاروں حکمتیں اور صدہا تاریخی حقائق پوشیدہ ہیں "دَفَعْنَا لَكَ اِسْمُكَ" بھی کہا جا سکتا تھا، لیکن دنیا میں ہزاروں انسانوں کے نام زندہ ہیں، لاکھوں انسانوں کی زبان پر ہیں، لیکن وہ مجرد نام ہیں، جن کے ساتھ اوصاف و کمالات، سوانح و حالات، صفات و خصوصیات کا کوئی نشان نہیں، انسانی نسلیں صرف ان ناموں کو یاد کیے اور سینے سے لگائے ہوئے ہیں، ان کو ان کے کارناموں، اور پیام میں سے کچھ یاد نہیں رہا، ہو سکتا تھا کہ یہاں بھی یہی معاملہ ہوتا، لیکن صرف نام کے زندہ اور بلند رکھنے کی ضمانت نہیں دی گئی، اس کے تذکرے کے پھیلانے، اور اونچا کرنے کی ضمانت دی گئی ہے، اس میں سیرت و تاریخ، اقوال و افعال، حلیہ و شمائل، اخلاق و عادات، نعت و منقبت، مدح و توصیف سب شامل ہو گئی، کہ "ذکر" اس سب کو مستلزم ہے، اور اس سب پر حاوی۔

اس کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت سے لے کر جب آپؐ حیات ظاہری کے ساتھ دنیا میں رونق افروز تھے، اس وقت تک، (اور اس وقت سے لے کر قیام قیامت تک) مختلف ملکوں اور زبانوں کے شعراء و ادباء کی زبان و قلم آپ کی مدح و توصیف میں مشغول رہے، اور رہیں گے، اور اس کو نہ صرف اپنی سعادت بلکہ ذریعہ مغفرت و نجات سمجھتے رہے، اور سمجھتے رہیں گے، دنیا کا کوئی ملک جو اسلام کی دولت سے مشرف ہوا کسی دور میں بھی ایسے شعراء سے خالی نہیں رہا، جنھوں نے اپنی بہترین شاعرانہ صلاحیتیں اس بہترین موضوع پر، اور اس محمود و ممدوح ذات کی مدح،

توصیف میں صرف نہ کی ہوں۔

مختلف اسباب کی بنا پر جن کا تعلق فطری اور قومی خصوصیات، خمیر و مزاج، اور بعض تاریخی اسباب سے ہے، اور جن کا مختصر تذکرہ ہم نے اپنی کتاب "کاروانِ مدینہ" کے مضمون "سید العرب والعجم کے حضور میں شعراءِ عجم کا خراجِ عقیدت" میں کیا ہے، فارسی زبان کا قدم اس وادیِ ایمن کی رہ نوردی میں سب سے آگے رہا ہے، اردو چونکہ اسی کی ساختہ پرداختہ ہے، اس لئے اس کے بعد اسی کا درجہ ہے۔

لیکن یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ عربی زبان کا دامن، جس میں کلام الٰہی نازل ہوا اور جو نبوت کی ترجمان تھی، اور جس کے بولنے والوں کی آنکھیں اس جمالِ جہاں آرا کے دیدار سے مشرف ہوئیں، اور جن کی گھٹی میں شاعری پڑی ہوئی تھی، نعت کے موتیوں سے خالی ہوگا، پھر اس زبان میں، جس نے جزیرۃ العرب سے نکل کر سارے مشرقِ وسطیٰ کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا، اور شام و عراق و مصر میں اس نے ہزاروں شعراء پیدا کئے، اور اس کا درخت نئے برگ و بار لاتا اور شگوفے کھلاتا رہا، نعت گوئی کا موضوع بالکل اچھوتا رہا، یقیناً ان ملکوں کے شعراء کی بڑی تعداد سرکار دربار سے تعلق رکھتی تھی، اور بادشاہوں، امیروں، وزیروں، اور فیاض لوگوں کی مدح سرائی کو اس نے پیشہ بنا لیا تھا، لیکن ان ملکوں میں صدہا اہلِ دل، اور عاشقِ رسولؐ بھی پیدا ہوتے، جو اپنی قادر الکلامی اور زمزمہ سنجی میں کسی پیشہ ور شاعر سے کم نہ تھے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ زبانوں اور ملکوں کا مزاج مختلف ہوتا ہے، ان کے اظہارِ جذبات کے طریقے، مضامین کی ترتیب، غزل و تشبیب کے اسالیب، استعارات و تشبیہات، سب ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، اور یہ اختلاف نتیجہ ہوتا ہے، جغرافیائی، طبعی حالات، تاریخی عوامل و مؤثرات، اور ذاتی تجربات کے اختلاف کا۔

اس لئے ہر زبان کی شاعری کا پیمانہ بھی ایک نہیں ہو سکتا، اور ہر زبان کی نعت میں ایک ہی طرح کے مضامین تلاش نہیں کئے جا سکتے، اور نہ درد و سوز، لطافت و نزاکت، ہجر و جدائی کی کسک اور خلش کو ہر جگہ ڈھونڈنا صحیح ہوگا، اگر اس حقیقت کو مان لیا جائے تو عربی شاعری نعت کے ذخیرے سے مالا مال ہے، اور وہ بہت سی ایسی خصوصیات رکھتی ہے جن میں وہ منفرد کہی جا سکتی ہے، ضرورت صرف یہ ہے کہ اس موضوع پر کام کرنے والے کی نظر وسیع اور عمیق ہو، عربی زبان کے مزاج و مذاق سے آشنا، اس کا بڑی حد تک ادا شناس ہو، وہ صرف ان کتابوں اور مجموعوں پر اکتفا نہ کریں، جو خاص اسی نام سے لکھے اور مرتب کئے گئے ہیں، بلکہ پورے عربی ادب و شاعری کے ذخیرے پر ایک سچے طالب علم کی طرح نظر ڈالے، اور ہر جگہ اپنے گوہر مقصود کو تلاش کرے، صرف نعتیہ شاعری نہیں، بلکہ تحقیق و جستجو کے ہر موضوع کا تجربہ یہ ہے کہ ایک سچے طالب کو ایسی جگہ سے اپنے کام کی چیزیں ملتی ہیں، جن کے متعلق کوئی گمان نہیں ہوتا تھا، اور جو براہ راست اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔

پھر اس کی بھی ضرورت تھی کہ اس موضوع پر کام کرنے والا محاسن شاعری سے واقف، ادب عربی کا باذوق طالب علم، اور تجربہ کار معلم بھی رہ چکا ہو، وہ قدیم و جدید دونوں سے استفادہ کر سکتا ہو، فن تنقید، اور کلام کے تحلیل و تجزیہ، اور دوسرے کلام سے مقابلہ و محاکمہ کی بھی صلاحیت رکھتا ہو، پھر اس سب سے مقدم اور اہم شرط یہ ہے کہ اس کو اس دولت بیدار سے بھی کچھ حصہ ملا ہو، اور اس کو اس سے کچھ فطری مناسبت ہو، جس کے بغیر اس موضوع پر قلم اٹھانا ایک مصنوعی کوشش یا ایک سعی لاحاصل سے زیادہ نہیں، یعنی ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کسی نہ کسی درجہ میں اس کے خمیر میں پیوست، اور اس کے عقیدہ کا جزء ہو کہ ؎

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر　　　نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

بڑی مسرت کا مقام ہے کہ عزیز گرامی ڈاکٹر مولوی عبداللہ عباس ندوی صاحب کو اس محبوب ومحترم موضوع پر قلم اٹھانے کی توفیق نصیب ہوئی، راقم سطور جب "کاروان مدینہ" کی ترتیب میں مشغول تھا، تو اس کو بشدت اس ضرورت کا احساس ہوا، کہ جس طرح اس نے اس کتاب میں فارسی، اردو کے منتخب نعتیہ کلام کو پیش کیا، اور ایک تمثیلی مشاعرہ آراستہ کیا جس میں فارسی و اردو کے نامی گرامی شعراء نے اپنے چیدہ اور برگزیدہ کلام کے گلدستے پیش کئے، اسی طرح کاش کہ وہ عربی میں نعتیہ کلام کا انتخاب بھی پیش کر سکتا، اور عالم تخیل میں ایک ایسی مبارک محفل مرتب کر سکتا جس میں شعراء عرب بصد ادب و احترام عربی میں نذر عقیدت پیش کر رہے ہیں، لیکن مصروفیتوں، اور اس کتاب کی جلد اشاعت کے تقاضے نے اس کی مہلت نہ دی، اور یہ کام رہ گیا، اللہ تعالے نے یہ سعادت برادر عزیز مولوی عبداللہ صاحب کے لئے مقدر فرما رکھی تھی، جو ہمارے علم کی حد تک ان صفات سے متصف ہیں، جو اس کتاب کی تالیف کے لئے شرط ہیں، نیز خاندانی اور تربیتی لحاظ سے بھی وہ اس موضوع سے فطری مناسبت رکھتے ہیں۔

عزیز موصوف تاج العارفین حضرت شاہ مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ (۱۰۹۸ ــــ ۱۱۹۱ھ) کی ساتویں پشت میں ہیں، پھلواری شریف کے اس خانوادہ کی بنیاد ہی (جس میں ہر دور میں عارفین کاملین اور محبین صادقین پیدا ہوتے رہے ہیں) عشق رسولؐ پر پڑی تھی، حضرت تاج العارفین، حضرت سید وارث رسول نما بنارسی کے خلیفۂ اجل، اور مرید با اختصاص تھے، ان کے فرزند و جانشین حضرت شاہ نعمت اللہ (۱۱۶۰-۱۲۴۷ھ) جو مولوی عبداللہ صاحب کے جدِّ سادس ہیں، اس نعمت کے وارث ہوئے، حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب کی ایک شاخِ پُر ثمر تو وہ ہے، جس میں جانشینی اور خلافت منتقل ہوتی رہی، دوسری

شاخ وہ ہے، جس کے گل سرسبد ان کے فرزند مولانا محمد امام جنونؔ (م ۱۲۷۲ھ) تھے، وہ خود عاشقِ رسول، اور خوش گو شاعر تھے، مولانا محمد امام کے ایک صاحبزادہ مولانا نور احمد ہوئے جن کے سلسلہ میں مصنف کتاب ہیں، دوسرے صاحبزادہ مولانا آلِ احمد تھے، جو پھلواری سے حجاز چلے گئے، اور فن حدیث میں اختصاص پیدا کیا، ان کے شیوخ حدیث میں شیخ محمد یحییٰ شنقیطی، شیخ عبدالجلیل برادہ علامہ سید احمد زینی دحلان، اور علامہ ارتضا گوپامئوی ہیں، ۱۲۸۵ھ میں حضرت شاہ محمد علی حبیب نصرؔ نے تحصیل علم حدیث کے لئے آپ کو پھلواری زحمت دی، اور تمام کتب صحاح و مسانید پڑھ کر سند حاصل کی، لیکن ان کو اس پوری مدت میں مدینہ کی لو لگی رہی، بالآخر ۱۲۸۸ھ میں مدینہ واپس گئے، اور بقیہ عمر مدینہ میں بسر کر کے ۲۶ رمضان ۱۲۹۵ھ میں جنۃ البقیع میں آسودۂ خاک ہوئے تذکرہ نگاروں کے بقول مولانا وارستہ مزاج، اور بادۂ عشق نبویؐ سے سرشار رہتے تھے۔

اس خاندان کی دونوں شاخوں میں ریاضات شاقہ، اذکار و اشغال کے ساتھ ساتھ شاعری، اور کم سے کم سخن فہمی اور سخن شناسی کا ذوق متوارث رہا ہے، اس خاندان کے تیسرے شیخ طریقت حضرت شاہ ابوالحسن فردؔ (۱۱۹۱ــــ۱۲۶۵ھ) اور ان کے صاحبزادہ شاہ محمد علی حبیب نصرؔ (متوفی ۱۲۹۵ھ) صاحب دیوان شاعر تھے، ان کا کلام ان کے درد و محبت کا غماز اور ان کی باطنی کیفیت کا آئینہ دار ہے، خصوصاً عشقِ رسولؐ میں ان کی زبان سے جو اشعار نکلے ہیں، ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی کی زبان سے نکل سکتے ہیں، جس کو اس بادۂ محبت سے کچھ حصہ ملا ہو، مولانا شاہ محمد امام جنونؔ سے بھی بڑے آبدار اور جگر دار اشعار منقول ہیں،

مولوی عبداللہ صاحب کے دادا مولانا شاہ محمد انس ابن مولانا شاہ نور احمد

درسیات سے فارغ تھے، متوکلانہ زندگی تھی، درس وتدریس میں پوری زندگی گزاری، حضرت انفسر کے مرید، اور حضرت شاہ بدرالدین صاحب امیر شریعت اول کے مجاز تھے، ۱۳۳۶ھ میں رحلت فرمائی، ان کے صاحبزادہ (اور مولوی عبداللہ صاحب کے والد) مولانا مفتی ابوالفضل محمد عباس نے مولانا شاہ محی الدین صاحب امیر شریعت ثانی، مولانا نذیرالحق صاحب، مولانا منظور احمد صاحب اور مولانا عبدالواحد صاحب مرحوم سے درسیات کی تکمیل کی، ان کو فقہ سے خاص مناسبت تھی، مسائل جزئیہ فقہیہ پر بہت اچھا عبور تھا، محکمۂ دارالافتاء امارت شرعیہ بہار میں آپ مفتی کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور تمام عمر اسی خدمت پر مامور رہے، ۷ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ میں انتقال کیا۔

عزیزی مولوی عبداللہ عباس ندوی نے ابتدا میں مدرسۂ قدیمہ فرنگی محل میں تعلیم پائی، پھر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے، اور وہاں سے فراغت وتکمیل کی، ان کو شروع سے اپنے خاندانی اثر و فطری مناسبت سے عربی، فارسی، اردو کے ادب وشاعری سے خصوصی مناسبت تھی اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بھی جہاں یہ مذاق سب پر غالب ہے، ان کو اس میں اپنے اماثل واقران میں امتیاز حاصل تھا، انھوں نے کئی سال تک دارالعلوم میں ادب عربی، اور تاریخ ادب کے مضامین پڑھائے، جس کے سلسلہ میں ان کو قدیم وجدید ذخیرے سے واقفیت کا موقعہ ملا، ۱۹۵۰ء میں وہ تبلیغ و دعوت اور صحیح اسلامی فکر کی اشاعت کے لئے اپنے چند ندوی رفقاء کے ساتھ حجاز گئے اور وہاں مسلسل کئی سال قیام کیا، اسی دوران انھوں نے بعض عربی ممالک کے سفر کئے، کئی سال وہ سعودی ریڈیو اسٹیشن جدہ کے شعبۂ اردو کے انچارج رہے، پھر جب رابطہ العالم الاسلامی ۱۹۶۱ء میں قیام عمل میں آیا، تو اس کے پہلے جنرل سکریٹری عالی مرتبت شیخ محمد سرور الصبان (سابق وزیر مالیات حکومت سعودیہ) کی مردم شناس نگاہ نے ان کو رابطہ کی خدمت کے لئے

انتخاب کرلیا، اور منظمات اسلامیہ کا شعبہ ان کے سپرد کیا، اس خدمت کے دوران انھوں نے اپنے علم کی پیاس بجھانے، اور اپنے کو زیادہ علمی خدمت کا اہل بنانے کے لئے انگلستان کا سفر کیا، اور تقریباً تین سال وہاں رہ کر لیڈس یونیورسٹی Leeds University سے عربی زبان کے ایک اہم لسانی پہلو پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ ڈی Ph.D. کی ڈگری حاصل کی، اس وقت سے وہ رابطہ سے متعلق ہیں، گذشتہ دو سال سے رابطہ کا انگریزی ماہنامہ ان کی ادارت میں نکل رہا ہے، اسی کے ساتھ وہ بعض کلیات میں عربی زبان کے اس مضمون پر جس پر انھوں نے تحقیق کی ہے لکچر بھی دیتے ہیں[1]۔

شعر و شاعری کا ذوق، سخن فہمی اور حب رسولؐ ان کو اپنے خاندان سے میراث میں ملی، خوش قسمتی سے ان کو شیخنا و مرشدنا حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس اللہ سرہٗ سے بیعت کا شرف بھی حاصل ہے، اور حضرت کی ان پر نظر عنایت تھی، اس طرح وہ دونوں طرف سے اس ذوق سے بہرہ یاب ہوئے جس کے بغیر نہ زندگی میں سوز پیدا ہو سکتا ہے، نہ تحریر میں آب و رنگ۔

وہ عربی، اردو، دونوں بڑی شگفتہ اور قلم برداشتہ لکھتے ہیں، اردو میں ان کے بعض مضامین، اور خاص طور پر ان کا مختصر، مگر دلچسپ، اور پُر از معلومات سفرنامہ "چند دن دیار غیر میں" بتاتا ہے کہ اگر وہ تصنیف و تالیف، اور اردو تحریر و انشاء کے میدان کی طرف پوری توجہ کرتے، تو اس میں خاصہ نام اور مقام پیدا کر سکتے تھے۔

انھوں نے یہ کتاب اسی ذوق کے تقاضہ، اور دل کی تحریک سے رمضان کی مبارک راتوں میں ترتیب دی، اور اس کا علم ان کے مخصوص دوستوں، اور خود مجھ کو

---

[1] آج کل کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی مکہ میں عربی زبان و ادب کے استاد ہیں۔

بھی اس وقت ہوا جب کتاب مکمل ہو گئی۔

اس کتاب میں عربی نعت کا تعارف، اور اس کی مختصر تاریخ پیش کی گئی ہے، پھر عربی نعت کے عناصر ترکیبی اور مرکزی مضامین کا تعارف کرایا گیا ہے، اور عربی میں نعت کا ابتدائی سرمایہ پیش کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں وہ قصائد کا تحلیل و تجزیہ بھی کرتے ہیں، اور کلام پر تبصرہ بھی، اشارات و تلمیحات کی تشریح بھی کرتے جاتے ہیں، اور لطافتوں اور ادبی باریکیوں کی طرف اشارہ بھی، متقدمین شرّاح اور ناقدین کے آراء و تائیدات بھی نقل کرتے ہیں، کہیں کہیں ہم مضمون عربی و اردو اشعار بھی پیش کرتے ہیں، قصیدۂ "بانت سعاد" اور قصیدۂ "بردہ" بوصیریؒ پر انھوں نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے، اور ان دونوں قصائد کے شروح کا استیعاب و استقصار کرنے کی کوشش کی ہے، ان کی تخمیس، تسدیس، تسبیع کرنے والوں کے نام، اور ان کے نمونے پیش کئے ہیں۔

انھوں نے اپنی اس کتاب کی ترتیب کے سلسلہ میں حجاز کے قدیم کتب خانوں سے بھی استفادہ کیا ہے، اور جدید ادباء کی نئی تصنیفات سے بھی، عربی اشعار کا اردو ترجمہ ایک بڑا مشکل کام ہے، انھوں نے یہ "ہفت خواں" بھی کامیابی سے سر کیا ہے، اسلام کی بنیادی تعلیمات کی روشنی میں کہیں کہیں ناقدانہ نظر بھی ڈالی ہے، پچھلی صدیوں کے نتائج فکر بھی پیش کئے ہیں، اس کتاب سے کئی ایسے نعت گو شعراء کا علم ہوتا ہے جو اس حیثیت سے مشہور نہ تھے۔

پھر انھوں نے ایک دلچسپ عنوان "حق بحقدار رسید" کا قائم کیا ہے، اس کے تحت انھوں نے وہ اشعار بھی پیش کئے ہیں، جو شعراء نے اپنے کسی ممدوح کے بارے میں جس کو نہ تاریخ نے یاد رکھنے کی ضرورت سمجھی، اور نہ ان کی ذات نے کوئی نقش چھوڑا،

کہے تھے لیکن ان کی اصل مستحق ذات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، ان کا دائرہ چونکہ عربی تک محدود ہے، اس لئے انھوں نے صرف عربی نمونوں پر اکتفا کی، اور اس میں بھی زیادہ استیعاب سے کام نہیں لیا، لیکن فارسی و اردو میں بھی ایسے متعدد اشعار پیش کئے جا سکتے ہیں، جن کو اگر کوئی ناواقف لیکن صاحبِ ذوق سنے تو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کر سکتا کہ اسی ذات ستودہ صفات کے متعلق ہیں، جس کے متعلق حضرت حسانؓ نے کہا ہے ؎

وأجمل منك لم ترقط عيني

وأحسن منك لم تلد النساء

خلقت مبرءًا من كل عيب

كأنك قد خُلقت كما تشاء

اس سلسلہ میں ایک اردو کا اور ایک فارسی کا شعر پیش کیا جا سکتا ہے، غالب کا یہ مشہور شعر کسی نواب تجمل حسین خاں کے لئے ہے، جن کو آج کوئی نہیں جانتا لیکن اس کی اصل مستحق ذات نبویؐ ہے، اور بہت سے مقررین و اہل قلم نے اس شعر کو اسی موقعہ پر پڑھا اور لکھا ہے ؎

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

اسی طرح فارسی کا مشہور شعر ممکن ہے، کسی معاصر ممدوح کے لئے کہا گیا ہو لیکن اس کا اصل مصداق ذات نبویؐ ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

مصنف نے ہندوستانی نعت گو شعراء کو اس کتاب میں نہیں لیا، جنھوں نے عربی میں نعتیہ قصائد لکھے، اور ان کی فہرست طویل ہے، ان میں حسان الہند مولانا غلام علی آزاد بلگرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جنھوں نے اس موضوع پر بڑی نکتہ سنجیاں کی ہیں، اور دادِ شاعری دی ہے، شیخ عبد المقتدر کندی، شیخ احمد تھانیسری، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبد العزیز، اور ان کے بعد کے کئی شعراء اس بزم میں شریک ہونے کا حق رکھتے ہیں، مقدمہ لکھنے کے وقت تک اس باب کا اضافہ نہیں ہوا ہے، امید ہے کہ وہ یا تو اس کتاب میں اس کا اضافہ کریں گے، یا اس پر مستقل کتاب لکھیں گے، کہ یہ حصہ کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں، اور ان پر اس کا وطنی اور مادری حق ہے۔

ہمارے علم میں کم سے کم اردو میں یہ پہلی کتاب ہے، جو اس تفصیل اور محنت و لیاقت سے لکھی گئی، امید ہے کہ قدر و عظمت کے ہاتھوں سے لی جائے گی، اور عقیدت و محبت کی آنکھوں سے پڑھی جائے گی۔

یکم جمادی الثانیہ ۱۳۹۴ھ

۲۳ جون ۱۹۷۴ء

ابوالحسن علی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ حسنیؒ

# پیش لفظ

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے محبت و وابستگی حاصل دین، پیمانۂ ایمان، اور اخلاص و صداقت کا معیار ہے، یہ تعلق جس قدر پختہ، گہرا اور راسخ ہوگا، اسی درجہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، شریعت اسلامیہ سے وفاداری، عقیدۂ توحید میں پختگی اور ایمان میں ثابت قدمی نصیب ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| لایکون احدکم مؤمنا حتی | تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب |
| أکون أحب الیہ من والدہ | ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے باپ |
| وولدہ والناس اجمعین[1] | اپنے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ کو محبوب نہ رکھے، |

حق تعالیٰ جل شانہ کی وحدانیت پر ایمان، ذات و صفات میں اس کو ہر شبہ و مماثلت سے بری اور بلند و پاک سمجھنا، امید و خوف کا تنہا اور بلا شرکت غیر صرف اسی کو مرجع و مرکز باور کرنا، اسلامی عقیدہ کا سنگ بنیاد ہے، لیکن اس توحید خالص کی یافت اور اس عقیدہ کا

---

[1] صحیحین۔ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

زندگی کے تمام اعمال میں رچ جانا اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس راہ کے سالار کارواں ہادیٔ برحق صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل نصیب ہو، اور جس اتباع کے بغیر کوئی تعلق معتبر نہیں ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

(اے رسولؐ) کہہ دیجئے کہ (اے لوگو!) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو (اور اگر تم ایسا کروگے تو) اللہ تعالیٰ تم کو پسند فرمائے گا۔

لیکن وہ اتباع مصنوعی اور بے جان ہوتا ہے جس کی بنیاد محبت اور شخصی وابستگی پر نہ ہو، اور ایسی اطاعت دیرپا نہیں ہوتی، ایک خاص زمانہ تک کسی مجبوری کے تحت یا کسی وقتی امید کی بنیاد پر تو ممکن ہے، مگر وہ اتباع جو زندگی کا شعار بن جائے "دل چاہے" یا "نہ چاہے" ہر حال میں قائم رہے، اس کے لئے محبت اور شخصی وابستگی ضروری ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیا تو اسی بات کا عہد کیا تھا کہ دل چاہے یا نہ چاہے ہم ہر حال میں آپؐ کا اتباع کریں گے۔

بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على أن نتبعه منشطاً و مكرهاً۔

ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی بیعت کی ہے کہ ہم ان کا اتباع ہر حال میں کرتے رہیں گے خواہ طبیعت آمادہ ہو یا دل اچاٹ ہو۔

قرآن کریم کے اوّلین مخاطب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے، ان سے زیادہ توحید کی حقیقت سمجھنے والا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا، انھوں نے اس عقیدہ کے لئے جان و مال، اولاد، عزت، گھربار سب کچھ قربان کیا تھا، ان کا عقیدہ فنی موشگافیوں کا رہین منت نہیں تھا، منطقی داؤں پیچ وہ نہیں جانتے تھے، الفاظ و اصطلاحات کی پیدا

کردہ الجھنوں سے وہ آزاد تھے، ان حضرات نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک پیغام رساں نہیں سمجھا تھا جس کا کام صرف اس قدر ہو کر وہ پیغام پہنچا کر بری الذمہ ہو جائے، بلکہ وہ حضور اکرم کو اپنی محبتوں کا مرکز سمجھتے تھے، محبوب و مطاع، آقا و مخدوم سمجھتے تھے، حضورؐ کی ذات سے جو اُن کو شیفتگی تھی، اس کی ایک جھلک عروہ بن مسعود الثقفی کے اس بیان سے ظاہر ہے، جس کی حیثیت ایک رپورٹ کی تھی، ان کو صلح حدیبیہ سے پہلے قریش نے اپنا سفیر بنا کر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھیجا تھا، اور ہدایت کی تھی کہ مسلمانوں کی حالت غور سے دیکھیں اور قوم کو آکر بتائیں، عروہ نے واپس آکر یہ بیان دیا:۔

"نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو وضو کے بچے ہوئے پانی پر صحابہ یوں گرے پڑتے ہیں کہ گویا اب لڑ پڑیں گے، حضور اکرمؐ کے دہن پاک سے جو شے نکلتی ہے، اس کو زمین پر گرنے نہیں دیتے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے، جسے وہ سر پر مل لیتے ہیں، حضور اکرمؐ کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لئے سب دوڑ پڑتے ہیں۔ حضور اکرمؐ کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں، تعظیم کا یہ حال ہے کہ حضور اکرمؐ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔"

عروہ نے مزید کہا:۔

"لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا ہے، اور قیصر کا دربار بھی دیکھا ہے اور نجاشی کا دربار بھی دیکھا ہے، مگر اصحاب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جو تعظیم محمدؐ کی کرتے ہیں، وہ تو کسی بادشاہ کو خود اس کے دربار اور ملک میں بھی حاصل نہیں ہے۔"[1]

---

[1] زرقانی ج ۶ صفحہ ۳۹۰ ۔ طبع مصر۔ "رحمۃ للعالمین" مؤلفہ قاضی سلیمان منصور پوری ج ۲۔ ص ۴۰۸

حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مجھے کوئی پیارا نہ تھا، مگر میرے دل میں حضورؐ اکرم کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضورؐ کو دیکھ نہیں سکتا تھا"

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تمہاری محبت کیسی تھی؟ فرمایا "بخدا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو مال، اولاد، فرزند و مادر سے زیادہ محبوب تھے، اور اس سے بھی زیادہ ان کی طلب ہمارے دلوں میں تھی، جتنی ایک پیاسے کو ٹھنڈے پانی کی طلب ہوتی ہے۔"

ایک اور صحابی کا ذکر ہے کہ "وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضور اکرم کی جانب ٹکٹکی لگائے دیکھتے رہتے، حضور اکرم نے پوچھا کیا بات ہے؟ وہ بولے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی میں اس دولتِ دیدار کی بہاریں سمیٹ لوں، آخرت میں حضورؐ کے مقام بلند تک میری رسائی بھی نہ ہوگی، اس پر یہ آیت اتری۔

| | |
|---|---|
| وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ | جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان |
| فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ | نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا |
| اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ الخ | جن پر خدا کا انعام ہوا۔ |

صحابہ کرامؓ کے اس تعلق و وابستگی کو بیان کرنے کے لئے ہم اپنے الفاظ کے محدود ذخیرے میں صرف "عشق" کا لفظ پاتے ہیں جس سے کسی درجہ اس کیفیت کی ترجمانی ہو سکتی ہے، جو ان کے اندر پائی جاتی تھی، انھوں نے اس "عشق" کا اظہار الفاظ سے کم اور اپنے عمل سے زیادہ کیا تھا، جانیں قربان کر کے اس دولت بیدار کو حاصل کیا تھا۔

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین نے آپؐ کی احادیث شریفہ کو سینوں سے لگایا، اپنی عمریں

اس جستجو میں صرف کر دیں کہ آپؐ نے کیا فرمایا اور کن الفاظ میں فرمایا، آپؐ کے شمائل کی تدوین کی ایک ایک قول کو جمع کیا، ایک ایک بات کو پرکھا، جانچا، ایک ایک جملہ کے باریک سے باریک فرق کو قلمبند کیا، یہ سب کاوشیں بغیر شخصی تعلق اور اس محبت کے ناممکن تھا جس کو عشق کہا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت، شمائل، اخلاق و عادات، پسند اور ناپسند کو بھی اسی جذب و شوق سے یہ حضرات مدوّن کرتے رہے اور اپنی زندگیاں صرف کرتے رہے مقصود ان سب بزرگوں کا یہی تھا، کہ ذات گرامی سے وابستگی ہمیشہ بڑھتی رہے، آتش شوق، زندگی کی ہر سانس کے ساتھ ترقی پذیر رہے، محبت نبویؐ کا یہ چراغ کبھی مدھم نہ ہو اور یہ شعلہ کبھی سرد نہ ہونے پائے۔

جن حضرات کی طبیعتیں موزوں تھیں وہ اشعار اور نظموں کی شکل میں اپنی کیفیات قلبی کا اظہار کرتے رہے، یہ سلسلہ بھی عصر اول سے اب تک قائم ہے، اس نوع کی شاعری کو عربی میں "المدائح النبویہ" اور اردو و فارسی میں اس کو "نعت" کہا جاتا ہے، نعت کے لفظی معنی صفت کے ہیں، اور سچ یہی ہے کہ صفت تو دراصل انہی کی صفت ہے، جن کے اندر کائنات کا تمام جمال پورے کمال کے ساتھ موجود ہے، جیسے حدیث کا ترجمہ بات یا گفتگو ہے، مگر اصطلاح میں انہی کی بات کو حدیث کہتے ہیں، جن کی بات میں کائنات کی تمام سچائیاں جمع ہیں۔ "مدینہ" شہر کو کہتے ہیں، آج بھی یہ لفظ سٹی کے معنی میں مستعمل ہے، جیسے مدینہ جدہ، جدہ سٹی، مدینہ بغداد، بغداد سٹی، مگر جب صرف مدینہ یا المدینہ بولا جائے تو صرف وہی شہر مقصود ہوگا جو "آں شہر خوبیؐ" کا شہر ہے۔

رمضان کی شہلائے مبارک میں راقم نے اپنے لئے سعادت سمجھی کہ عربی میں جو کچھ اس صنف میں کہا گیا ہے، اور جہاں تک اس کوتاہ بین و کم سواد کی رسائی ہو سکے اس کے

نمونے' ترجمہ وتشریح کے ساتھ جمع کر دے' اس لئے نہیں کہ اردو میں اس طرح کی کتب و مضامین کی کوئی کمی ہے یا سیرت و شمائل' ذوقیہ مضامین، حبِّ نبوی پیدا کرنے والے مقالات اور کتابوں میں کوئی نقص رہ گیا ہے' جس کی تکمیل ان صفحات میں مقصود ہے' بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اہل دل بزرگوں نے جو کچھ لکھ دیا ہے' اس کی نورانیت سے تو اس کم سواد کی تحریر کوئی نسبت نہیں رکھتی، ان کے صدق احساس اور جذب کامل کا اگر ہلکے سے ہلکا اثر بھی ان سطور پر پڑ جائے تو وہ ممدوح پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے، جس کا متوقع بجا طور پر ہر اُمّتی ہے۔

یہ بھی واقعہ ہے کہ ان صفحات کی تسوید کا مقصد آپ کی کسی علمی ضرورت کی تکمیل نہیں ہے' بلکہ مقصود ہے تکمیل' اپنی آرزو کی اور اظہار ہے اپنے حوصلہ کا، ایک رُوسیہ امتی مدّاحان نبیؐ کی کفش برداری کے بہانے اس محفل میں در آئے جہاں رسائی کی تمنا زندگی کا عزیز ترین سرمایہ ہے' اور یہ کہ کسی نہ کسی بہانے بات ان کی ہوتی رہے' ذکر ان کا ہوتا رہے' اور کسی درجہ میں سہی وابستگی اس در دولت سے رہے۔

لاگ گر دل کو نہیں' لطف نہیں جینے کا
الجھے سلجھے کسو[۱] کا کل کے گرفتار رہو (خواجہ میر دردؒ)

عبداللہ عباس ندوی

مکہ مکرمہ۔ شب ۲۱ ر رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ

---

[۱] "کسو کا کل" کو "اسی کا کل" پڑھ کر اپنے حسب حال کر لیا کرتا ہوں۔

# دیباچہ طبع دوم

'عربی میں نعتیہ کلام' کا پہلا ایڈیشن لکھنؤ سے ۱۳۹۵ھ میں شائع ہوا تھا، یہ دوسرا ایڈیشن، نظر ثانی، تصحیح اور کافی اضافوں کے ساتھ پاکستان سے شائع ہو رہا ہے۔

پہلے ایڈیشن میں طباعت کی غلطیاں تو اپنی جگہ تھیں بعض مضامین بھی تشنہ تھے، چنانچہ اسلامی دور اور عصر عباسی کے شعراء کی نعتیں اس ایڈیشن میں اضافہ کی گئی ہیں، نعتوں کے ضمن میں خود عربی شاعری کے ادوار اور ہر دور کی نمایاں خصوصیات کا بھی ذکر ہونا چاہیئے تھا، پیش نظر ایڈیشن میں اس کی تلافی کی کوشش کی گئی ہے۔

ناچیز مؤلف کے مخدوم و مربّی مولانا سید ابوالحسن ندوی مدظلہ کا مقدمہ اس کتاب کی زینت اور مؤلف کے لئے باعث افتخار و عزت ہے۔ مقدمہ میں جن امور کی نشاندہی کی گئی تھی اس کی اس ایڈیشن میں کسی حد تک تکمیل کی کوشش کی گئی ہے۔

چونکہ اضافوں کی وجہ سے کتاب کا حجم بڑھ رہا تھا اس لئے آخر کے ایک باب کو حذف کر دیا گیا ہے، کیونکہ وہ ایک ادبی کاوش کا نمونہ زیادہ تھا 'نعت' کی روح اس میں کم تھی،

اس کتاب پر برصغیر کے معروف و مقبول عالم مولانا جمال الدین عبدالوہاب فرنگی محلی نے سب سے پہلے ہمت افزائی فرمائی، اور تحسین کے کلمات سے عزت افزائی کی جس کے لئے راقم الحروف ان کا سپاس گزار ہے، مولانائے ممدوح کی تحریر کو اس کتاب کا جزء بنانا باعثِ فخر ضرور تھا لیکن "تقریظوں" کا اضافہ بالواسطہ "درمدح خود می گویم" کا انداز رکھتا ہے، جس سے

اس عاجز کا ذوق ہم آہنگ نہیں ہے۔

اس کتاب کو دوبارہ چھاپنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ پہلی طباعت میں غلطیاں رہ گئی تھیں اور کچھ مضامین تشنہ رہ گئے تھے جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ اور اس کی ہمّت یوں ہوئی کہ مؤلف کے برادر عزیز شاہ کامل القادری نے اس کو صحت و نفاست کے ساتھ چھاپنے کی ذمہ داری قبول کرلی، عزیز موصوف خود اچھے صاحب قلم اور ادیب ہیں، صحافت کا تجربہ رکھتے ہیں، متعدد تحقیقی مقالات کے مصنف ہیں، اور سب سے بڑھ کر پریس کے ہفت خواں کو سر کرنے کا حوصلہ ان کے اندر ہے۔

یہ کتاب جب چھپ کر آئی تو اس کی پذیرائی میں اہل علم حضرات نے بخل سے کام نہیں لیا، لیکن اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ اس ناچیز مؤلف نے کوئی نادر کارنامہ انجام دیا ہے، بلکہ قبولیت کا راز اس نام نامی کی نسبت میں پنہاں ہے جو اس کتاب کا موضوع ہے۔ اس نام پاک میں خود خرق عادت کی حد تک مقناطیسی کشش ہے، 'حمد' اس نام کا جز ہی نہیں بلکہ اساس ہے، وہ نام جو اہل ایمان کو تازہ دم کر دیتا ہے، اور جو محبت و محبوبیت کا سرچشمہ ہے،

نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے

پیش نظر کتاب میں ہر دور کی نعتوں کے صرف چند نمونے پیش کئے گئے ہیں، مجموعہ یا کلیات کی حیثیت سے اس کو نہیں پیش کیا جا رہا ہے تحقیق و جستجو کرنے والوں کو محسوس ہوگا کہ ؎

ابھی اس بحر میں باقی ہیں کتنے لولوئے لالا،

البتہ ایک بات کسی درجہ اعتماد کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ مؤلف نے ان قصائد کو قبول نہیں کیا ہے جن میں ادبی جھول، نحوی غلطیاں اور عجمی تخیل کی نمائندگی ہے اور انہیں غلط طور پر عہد صحابہ کے کسی برگزیدہ شخصیت کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے، جیسے وہ قصیدہ جو حضرت امام

زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے "ان نلت یا ریح الصبا یوما الی ارض الحرم"۔ جس میں ہندوستانی غزلوں کی ساخت میں مقطع بھی ہے، یا جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب "مناجات" انت یا صدیق تب الی المولی الجلیل"۔ اللہ ان بزرگوں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے جنھوں نے اپنے جذباتِ عقیدت کا اظہار کیا، اور ان سے سمجھے جنھوں نے ان کو غلط طور پر صحابۂ کرام کی طرف منسوب کیا اور انہیں معاف فرمائے جو اپنی سادہ دلی کی وجہ سے ان کو نقل کرتے چلے آرہے ہیں

خاکسار

عبداللہ عباس ندوی

مکہ مکرمہ۔ ذی قعدہ سنہ ۱۳۷۹ھ

# عربی نعت کا تعارف اور اس کی تاریخ

نعت کا عنوان اردو میں ان اشعار کے لئے مخصوص ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہے جاتے ہیں، عربی میں یہ لفظ صفت کا مرادف ہے، اور ایک نحوی اصطلاح ہے۔

عربی میں اس مقصد کے لئے "مدح" کا لفظ مستعمل ہے، اور عام ہے، نظم و نثر دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، اور انبیاء و اولیاء یا عام انسان ہوں ہر ایک کی تعریف و ستائش اس ضمن میں آتی ہے[1]۔

کسی انسان کی خوبیاں اگر اس کی زندگی میں بیان کی جائیں تو اس کو مدح کہا جائے گا اور اگر اس کے مرنے کے بعد اس کے اوصاف و مناقب کا ذکر کیا جائے تو اس کو مرثیہ کہتے ہیں، لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے، آپ کی وفات کے متصلاً بعد آپ کی شان میں جو قصیدے کہے گئے جیسے حضرت حسانؓ اور حضرت

---

[1] "وصف" کا لفظ کبھی نعت ہی کے معنوں میں آتا ہے چنانچہ حضرت ہند بن ہالہ کو "وصاف رسول" کہا جاتا ہے

ابن رواحہؓ کے کہے ہوئے اشعار یا وہ اشعار جن کی نسبت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی طرف کی جاتی ہے، ان کے لئے تو علمائے ادب و سیرت نے مرثیہ کا لفظ استعمال کیا ہے، کیونکہ ان اشعار میں آپؐ کی جدائی سے پیدا ہونے والے تاثرات کا ذکر ہے، لیکن ان چند قصائد اور متفرق اشعار کو چھوڑ کر جو بھی آپؐ کی شان میں کہا گیا یا کہا جاتا رہے گا وہ سب مدح کے ضمن میں آئے گا، اس خصوصیت کا سبب یہ ہے کہ انبیائے کرام اور شہدا و صالحین اپنے رب کے حضور زندہ اور اس کے انعامات کی دولت سے ہمیشہ بہرہ مند رہتے ہیں، اور جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا تعلق ہے، آپؐ کا نام اور کام ہمیشہ زندہ اور تابندہ ہے، اور رہے گا، بقول حضرت محسنؔ کاکوروی کے ؎

تا ابد دورِ محمدؐ کا ہے روزِ اوّل

عربی کی مدحیہ شاعری میں عام طور سے جود و سخا کے مضمون کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اور شاعری کی نکتہ آفرینی، بذلہ سنجی، اور مہارتِ فن اسی محور کے گرد گھومتی ہے، سخاوت کے ضمن میں حلم و کرم، وسعت قلبی، عالی ظرفی، خاندانی عزّت و وقار کا بھی ذکر ملتا ہے، جاہلی شعرار کے بعد اسلامی شعرار نے اس صنف کو ترقی دی اور ممدوح کے ظاہری حسن و جمال کے مضمون کو بھی اہمیت حاصل ہوگئی، ظاہری حسن و جمال سے مقصود اس طرح کے سراپا کا بیان نہیں ہے، جو غزل و نسیب کی شاعری میں محبوبہ کے لئے مخصوص ہے، بلکہ وہ تاثر مراد ہے، جو ممدوح کو ایک نظر دیکھتے ہی کسی صاحب نظر کے قلب پر ہوا کرتا ہے، مثلاً ایک یہودی کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی یہ کہنا کہ ؎

ھذا لیس وجہ کاذب[1] — یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا۔

---

[1] شفا قاضی عیاض ج ۱ ص۱۰۱ بحوالہ باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم صحیح بخاری۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں جو اشعار کا ذخیرہ ہمیں ملتا ہے، اس کے عناصر میں جود و سخا اور جمالِ ظاہری کے علاوہ آپ کے معنوی احسانات (ہدایت بخشی، قرآن کریم کا عطیہ، مکمل دین کی طرف رہنمائی وغیرہ) کا عنصر بھی داخل ہے، آخری صدیوں کے شعراء نے ان مضامین میں مزید اضافہ کیا کہ اپنے جذباتِ فدویت، فنائیت اور ذاتِ گرامیؐ سے نسبت رکھنے والی ہر شے سے اپنا دلی تعلق ظاہر کیا جس کی وجہ سے کلام میں نرمی، گداز اور سوز کا عنصر بڑھ گیا۔

عربی میں شاعری کی اس صنف (مدح نبویؐ) پر کوئی مستقل کام نہیں ہوا ہے، ڈاکٹر زکی مبارک اپنی کتاب "المدائح النبویہ فی الادب العربی" میں لکھتے ہیں:-

"قدماء اور متاخرین میں سے کسی نے بھی اس فن (عربی میں نعتیہ کلام) کی تاریخ پر توجہ نہیں کی کیونکہ جن شعراء نے اس موضوع پر طبع آزمائی کی تھی، ان کا شمار زیادہ مشہور اور قادر الکلام شعراء میں نہیں ہوتا ہے، نیز یہ کہ تاریخ میں یہ مضمون بکثرت نہیں ملتا ہے، شعر کے دوسرے اصناف جیسے منظر نگاری، غزل و نسیب اور وہ صنف جس میں بہادری کے کارناموں کا بیان (حماسہ) ہوتا ہے، وہ حیثیت ان مدحیہ قصائد کو نہیں دی گئی جو رسول کریمؐ کی شان میں کہے گئے، یہ موضوع صوفیہ کے حلقوں تک محدود رہا۔ دوسروں نے بہت کم توجہ کی، لیکن جس قدر مواد بھی موجود ہے، وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کا مطالعہ کیا جائے، کیونکہ اس صنف کی کچھ خصوصیات ہیں، اور انھیں سامنے آنا چاہیے، جن شعراء نے اس صنف کو اپنایا تھا، ان کے دینی اور اخلاقی مقاصد تھے، ان کو گوشۂ گمنامی سے نکالنا ضروری ہے[1]"

---

[1] المدائح النبویہ فی الادب العربی ص۱۵ مطبوعہ دار الشعب قاہرہ ۱۹۷۱ء

یہ کتابچہ جس کا اقتباس ابھی پیش کیا گیا، مصر کے ایک معاصر صاحب علم کی کاوش و جستجو کا نتیجہ ہے، جو اپنی تحقیقی تالیفات اور ادب عربی میں وسیع النظر ہونے کی حیثیت سے مشہور اور اپنے غیر مانوس افکار و نظریات کی وجہ سے بدنام ہیں، افسوس کہ یہ کتابچہ بہت ہی غیر مربوط اور غیر متعلق بحثوں پر مشتمل ہے، خاص نعت کی شاعری پر تو کچھ بھی مواد نہیں ملتا، البتہ مرثیہ اہل بیت کے کافی نمونے درج ہیں، اور مصنف کو اصرار ہے کہ ان کو بھی نعتوں میں شامل کیا جائے جو مہیار الدیلمی، فرزدق، دعبل اور الشریف الرضی نے شہید کربلا اور دوسرے اہل بیت کے اوصاف میں کہے ہیں، جو نمونے انھوں نے دیئے ہیں، وہ بھی بہت ناقص اور تشنہ ہیں، مصر میں پڑھی جانے والی میلاد کی کتابوں کے اقتباسات زیادہ ہیں اور اس سے زیادہ مصنف کے ذاتی خیالات ہیں، مثلاً عصر اموی میں نعت کہنا حکومت وقت سے بغاوت کے مرادف تھا، اس لئے جن لوگوں نے اس عصر میں اہل بیت رسول اللہؐ کی شان میں قصیدے لکھے، وہ بہت باہمت اور بلند کردار تھے، نیز یہ کہ کمزوری اور محکومیت لوگوں کو زہد اور دینداری، اخلاقی اصول اور شرافت و انسانیت کے تقاضوں کو بیان کرنے پر مائل کرتی ہے، صاحب ثروت و حکومت کبھی ان اخلاقی مواعظ کے حاجتمند نہیں ہوتے، غرض ڈاکٹر ذکی مبارک کی کتاب میں نعت کے علاوہ وہ سب کچھ ہے، جسے وہ کہنا چاہتے تھے البتہ شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی نے (جو بیروت کے ایک صوفی منش، صاحب علم مسلمان اور محکمۂ قضا کے کسی اعلیٰ عہدے پر مامور تھے) ۱۳۲۰ھ میں "المجموعۃ النبہانیۃ فی المدائح النبویۃ" کے نام سے چار جلدوں میں عربی میں کہی جانے والی نعتوں کو جمع کیا ہے اور بڑی کاوش سے استنبول، قاہرہ، اسکندریہ، دمشق اور حجاز کے کتب خانوں سے تلاش کر کے نعتیہ کلام جمع کیا ہے، کسی قصیدے کے کئی نسخے ملے تو ایک کو دوسرے سے مقابلہ کر کے انھیں مرتب کیا ہے، کتاب کی ترتیب زمانے یا شعراء کے مدارج پر نہیں، بلکہ قوافی پر رکھی ہے، جیسا کہ اکثر دواوین شعراء کو ترتیب دیا جاتا ہے، سرورق پر مرتب نے لکھا ہے کہ:-

"جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کی اس عالم میں نظیر نہیں

پیش کی جاسکتی اسی طرح اس مجموعہ کی بھی کوئی نظیر نہیں ملے گی، جس میں ان اوصافِ حمیدہ پر مشتمل قصائد جمع کئے گئے ہیں۔"

تعجب ہے کہ ڈاکٹر زکی مبارک نے اس مجموعہ سے استفادہ نہیں کیا، اگر ان کو اس مجموعہ کی اطلاع ہی نہیں تھی، تو یہ افسوس کی بات ہے، جبکہ "دارالکتب المصریہ" میں اس کے نسخے موجود ہیں، اور اگر انھوں نے اس کو قابلِ ذکر نہیں سمجھا تو زیادہ افسوس کی بات ہے کیونکہ انھوں نے مصر کے دیہاتوں میں مروجہ میلاد کی کتابوں اور اس کی بے سند روایات اور مبالغہ آمیز حکایات کو نہ صرف یہ کہ نقل کیا بلکہ ان کی حمایت اور ان کے رائج رکھے جانے کی وکالت بھی کی ہے۔

اور نبہانی کا مجموعہ تو تلاش و مقابلہ کے بعد مرتب کیا گیا ہے، ہر قصیدہ کا حوالہ موجود ہے، البتہ غیر متعلق مباحث، فلسفہ آرائی سے پاک ہے، شاید یہی اس کا عیب سمجھا گیا ہو۔

اس زیرِ ترتیب کتاب کا مقصد یہ ہے کہ غیر عربی داں اصحاب ذوق کو عربی میں نعتیہ شاعری کے انداز بیان مضامین اور اس کے ارتقاء کا اندازہ ہو سکے۔

لیکن نعتیہ شاعری سے پہلے خود عربوں کی شاعری کا انداز سمجھنا ضروری ہے، نعتیہ شاعری آج سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے شروع ہوئی، اس وقت کا ماحول، خارجی محرکات، اور پس منظر اگر سامنے موجود نہیں ہے تو محض اشعار کے ترجموں سے شعری محاسن کا ادراک مشکل ہے، اس لئے سب سے پہلے ہم اس عصر کے ماحول کا ایک خاکہ پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس ماحول کو سمجھنے کے بعد ہی آپ اس عصر کی شاعری سے محظوظ ہو سکیں گے۔

# عربی میں نعت کا ابتدائی سرمایہ

## ابوطالب کی نعتیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں سب سے پہلے جس نے زبان کھولی وہ آنحضرت کے مربی و محسن عمؓ نامدار ابوطالب ہیں، اس زمانہ میں شعر کی بڑی اہمیت و قیمت تھی، جس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ چند شعر ایک بڑی جنگ کی آگ بھڑکا سکتے تھے، یا لگی ہوئی آگ کو بجھا سکتے تھے، اشعار اس زمانہ میں اشتہارہ کا درجہ رکھتے تھے، اور اکثر ان سے وہ کام لیا جاتا تھا، جو موجودہ زمانے میں وسائل اطلاعات Information سے لیا جاتا ہے، اعلانِ نبوت کے بعد قریش نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دشمنی پر کمر کس لی تھی، ابوسفیان نے اس کو بنی امیہ کے خلاف بنو ہاشم کی سازش سمجھ رکھا تھا، ابوطالب نے خواہ بھتیجے کی حمایت کے جوش میں یا قبائلی تعصب اور خاندانی منافست کے جذبہ میں بہر حال نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حمایت پر تمام افراد بنی ہاشم کو متحد کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی، اس کوشش کی ایک کڑی یہ تھی کہ انھوں نے چند پرجوش اشعار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی اور اپنے خاندان (بنو ہاشم) کی خصوصیات

کا ذکر کیا۔

"سیرۃ النبی" میں ابن ہشام نے اس قصیدہ کے سات شعر نقل کئے ہیں، جن کو ہم سب سے پہلی نعت قرار دے رہے ہیں، کیونکہ اس قصیدہ سے پہلے کا کوئی ایسا کلام نہیں ملتا جس میں براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت یا مدح ہو، اس قصیدہ کے ابتدائی تین شعر یہ ہیں:۔

اذا اجتمعت یومًا قریشٌ لمُفتخرٍ
فعبدُ مناف سرّها و صمیمها
و ان حصّلت اشراف عبد منافها
و فی هاشمٍ اشرافها و قدیمها
و ان فخرت یومًا فانّ محمدًا
هو المصطفیٰ من سِرّها و کریمها

ان تینوں اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ اگر قبیلۂ قریش کے افراد کبھی یہ طے کرنے کے لئے جمع ہوں کہ ان کا سرمایہ افتخار کیا ہے؟ تو ان کو معلوم ہوگا، ان کے اندر جو عبد مناف کی شاخ ہے، وہی اس پورے قبیلہ کی روح رواں اور اصل ہے، اور عبد مناف کے سردار اکٹھا ہو کر جستجو کریں کہ ان کی عظمت کا راز کیا ہے تو وہ بنو ہاشم میں اپنی سربلندی اور اصلیت کا سراغ پائیں گے، اور بنو ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ محمدؐ ان سب میں منتخب ترین، پسندیدہ ترین، باعث عظمت و سربلندی ہیں، اس قصیدہ کے بقیہ چار شعروں کا رُخ اہل قریش کی طرف ہے ؎

تداعت قریشٌ غثّها و سمینُها
علینا، فلم تظفر و طاشت حلومها
و کُنّا قدیمًا لا نقرّ ظلامة

اذا ما تنوا صُعرا الخدود و نقیمها

و نحمی حماها کل یوم کریھۃٍ

و نضرب عن احجارھا من یرومھا

بنا انتعش العود الذواء و انما

باکنافنا تندی و تنمی ارومھا[1]

یعنی قبیلۂ قریش کے اچھے بُرے سب ہی ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں، لیکن وہ کبھی کامیاب نہیں ہوئے، اور ان کے داناؤں کی دانائیاں ہوا میں اڑگئیں، ہم لوگ وہ ہیں جنھوں نے کبھی بھی "مظلومیت" کی حالت اپنے لئے قبول نہیں کی اور دشمنوں نے جب ہم سے منھ ٹیڑھا کیا تو ہم نے انہیں سیدھا کر دیا، ہم اپنے خاندان کے ناموس کے محافظ ہیں، جنگ کے مواقع پر ہمارے قلعوں پر جس نے نگاہ اٹھائی اس کو ہم نے مار بھگایا (حالات امن و دوستی میں) ہم وہ ہیں، جن کے سائے میں خشک ٹہنیاں بھی نہال ہو جاتی ہیں، اور اس کی جڑیں نرم اور بار آور ہونے لگتی ہیں، اس قصیدہ کے آخری شعر "بنا انتعش العود الذواء..." سے اردو کا یہ شعر لفظ و معنی دونوں میں بہت قریب ہے ؎

سرسبز ہو جو سبزہ ترا پائمال ہو

ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت میں جناب ابو طالب کے اور اشعار بھی ملتے ہیں، خاص طور سے ایک طویل قصیدہ جس کا مطلع ہے ؎

و لما رایتُ القوم لا وُدَّ فیھم

و قد قطعوا کل العری والوسائل[2]

---

[1] سیرۃ النبی ابن ہشام ج ۱ ص ۱۵۶ طبع بیروت ۱۹۶۹ء [2] ابن ہشام ج ۱ ص ۲۰۱

(جبکہ میں نے دیکھ لیا کہ لوگوں میں انس و محبت نہیں رہی اور تمام وسائل اور ہر کڑی توڑ چکے ہیں)

اس قصیدہ کے ۹۵ شعر ہیں، اور اس کا موضوع یہ ہے کہ ابوطالب نے اہل قریش کو جنگ سے باز رہنے کی دعوت دی ہے، جنگ سے پیدا شدہ مصائب کو جتلایا ہے، آپس کی خوں ریزی کے نقصانات گنائے ہیں، یہ بیان کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ذکر کرتے ہیں تو قدرتاً ان کا جوش بڑھ جاتا ہے، اور آپؐ کی مدح میں ایک شعر ایسا زبان سے نکلتا، جو ہزاروں قصیدوں پر بھاری ہے ؎

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه

ثمال اليتامى عصمة للأرامل

(وہ روشن و تابناک چہرے والے جن کے صدقے میں بادلوں سے پانی مانگا جائے، وہ یتیموں کے والی اور بیواؤں کے سرپناہ ہیں)

اس شعر میں دو لفظ "ثمال" اور "عصمۃ" کے آئے ہیں، جن کا مفہوم ایک لفظ میں بیان کرنا مشکل ہے، دوسرے اس شعر میں کچھ اور حُسن بھی ہے، ان کی طرف اشارہ ضروری ہے، "ثمال" (بالکسر) فریادرس، سہارا جس پر شدت و مصیبت کے وقت بھروسہ کیا جائے، کو کہتے ہیں، "لسان العرب" میں اس کی مثال یہ دی ہے "فلاں شخص فلاں قوم کا ثمال ہے، یعنی وہ اس کا ایسا ستون ہے، جس پر اس کی عمارت قائم ہے"[1]۔ ابوطالب کے شعر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثمال الیتامیٰ کہا گیا ہے۔ یعنی یتیموں (بے سہارا افراد) کے صرف آپ ہی سرپناہ ہیں۔

اسی طرح "عصمۃ" کا لفظ ہے جس کے عربی میں معنی "روک، بچاؤ، حفاظت" کے ہیں، عرب کہتے ہیں، فلاں عورت اپنے باپ کی عصمت میں ہے یا اپنے شوہر کی عصمت میں ہے،

---

[1] لسان العرب مادہ ثمل۔

اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص اس عورت کے لئے ڈھال اور سپر ہے کوئی بری نگاہ سے اس کو دیکھ نہیں سکتا، اس کی ضروریات کا وہ کفیل ہے، اور اس کے ناموس کا محافظ ہے، بیوہ عورت جو اپنے "عاصم" سے محروم ہو چکی ہے آنحضرت اس کے "عاصم" ہیں، قرآن کریم میں آیا ہے۔

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ — آج اللہ کے حکم سے بچانے والی کوئی شے نہیں ہے

إِلَّا مَنْ رَّحِمَ — البتہ وہ شخص بچے گا جس پر اللہ نے رحم کیا ہو۔

لسان العرب میں ابن منظور نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے[۱] لا معصوم إلا المرحوم یعنی بچا ہوا وہی ہے، جس پر رحم کیا گیا ہے۔

اس شعر کا ایک حسن یہ بھی ہے کہ پہلے مصرعہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ کی ذات ایسی بابرکت ہے کہ آپ کے چہرہ انور کے صدقے میں بارش کی طلب کی جاتی ہے، بارش سے سب سیراب ہوتے ہیں، دوست دشمن ہر ایک کی کھیتی نہال ہوتی ہے، گویا آپؐ کا وجودِ پاک ہر ایک کے لئے رحمت و برکت ہے، دوسرے مصرعہ میں کمزوروں، بے سہارا لوگوں کا آپؐ کو والی و سرپرست بتایا گیا ہے، کیونکہ یتیم اور بیوہ بے چارگی اور کس مپرسی کے لئے رمز (Symbol) کا درجہ رکھتے ہیں، یہاں دونوں مصرعوں میں ایک لطیف ربط ہے۔ پہلے مصرعہ میں عمومیت ہے اور دوسرے مصرعہ میں تخصیص ہے۔

ابن نباتہ مصری جو کہ خود ایک صاحب ذوق، بلند پایہ ادیب اور مداحین نبیؐ میں قابل ذکر درجہ رکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ "یستسقی الغمام" کو بجائے مجہول کے معروف صیغے سے پڑھتا ہوں[۲] یعنی "یَستَسقِی الغمام" جس کا مطلب یہ ہوتا ہے، خود بادل آپ کے چہرۂ انور کے صدقے برسنے کی اجازت چاہتا ہے۔

اس شعر کی ایک اور خصوصیت ہے، جو سب پر بھاری ہے، وہ یہ کہ اس کو رسول کریم

---

[۱] ایضاً مادہ عصم [۲] عمر النابلسی، دیوان نباتہ طبع قاہرہ ۱۳۲۳ھ ص

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سند قبولیت مل چکی ہے۔

ابن ہشام لکھتے ہیں، "مجھے یہ صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قحط آگیا اہل مدینہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر دعا کی درخواست کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی منبر سے اترے بھی نہ تھے، کہ اس قدر تیز بارش ہونے لگی کہ کھلے میدانوں کے رہنے والے ڈرنے لگے کہ کہیں سیلاب نہ آجائے، اور وہ ڈوب نہ جائیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ صورت حال سنی تو دعا فرمائی "اللھم حوالینا ولا علینا" پھر بادل چھٹ گئے اور آس پاس کی پہاڑیاں کسی عمامہ کی کلغی کی طرح نظر آنے لگیں، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر ابوطالب یہ دن دیکھتے تو بہت خوش ہوتے، ایک صحابی نے عرض کیا، شاید یا رسول اللہ آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ

ثمال الیتامٰی[1] عصمۃ للأرامل

فرمایا بیشک[2]!

اس قصیدہ کے مزید چند شعر سنئے جو محبت و دلسوزی کے جذبات سے لبریز ہیں، یہ اشعار جو نقل کئے جا رہے ہیں، ان سے پہلے یہ مضمون ہے کہ اہل قریش مطالبہ کر رہے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حمایت سے ہم باز آجائیں، یا مکہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں ؎

---

[1] محمد بن سلام الجمحی (م ۲۳۱ھ) نے طبقات فحول الشعراء میں ثمال الیتامٰی کے بجائے ربیع الیتامٰی نقل کیا یعنی آپ یتیموں کے ابر رحمت ہیں۔ واضح رہے کہ ربیع کے معنی صرف موسم بہار کے نہیں ہیں بلکہ "ابر" اور بارش کے بعد چمن کے اندر جو نکھار پیدا ہو جاتا ہے، اسی کو بھی ربیع کہتے ہیں۔ [2] ابن ہشام ص ۲۱۳ ج ۱، الروض الانف ص ۵۵ ج ۲، البدایہ والنہایہ ص ۴۲۲ ج ۳۔

۱- كذبتم و بيت الله نترك مكة
و نظعن الا امركم فى بلابل

۲- كذبتم و بيت الله نبزى محمدا
و لمّا نطاعن دونه و نناضل

۳- و نسلمه حتى نصرّع حوله
و نذهل عن ابنائنا و الحلائل

۱- بیت اللہ کی قسم تم لوگ غلط سمجھتے ہو کہ ہم مکہ چھوڑ دیں گے اور یہاں سے کوچ کر جائیں گے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تم سب خود ہی کشمکش میں مبتلا ہو۔

۲- تم غلط سمجھتے ہو، بیت اللہ کی قسم! کہ ہم محمد کو مغلوب ہونے دیں گے، حالانکہ اب تک ان کی حمایت میں مدافعانہ جنگ بھی نہیں کی ہے، اور نہ قوت آزمائی کی ہے (یعنی جب تک کہ ان کی طرف سے لڑ کر جائیں نہ دیدیں ہم ایسا نہ ہونے دیں گے)

۳- اور کیا ہم ان کو تمہارے سپرد کر دیں گے! بغیر اس کے کہ ان کے گرد و پیش اپنے بیوی بچوں کو فراموش کر کے جائیں نہ قربان کر لیں۔

ابن ہشام نے اس قصیدہ کے آخر میں چند ایسے شعر بھی نقل کئے ہیں، جن سے ابوطالب کا اسلام کی حقانیت پر ایمان ثابت ہوتا ہے، چنانچہ انھوں نے آخر میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ بعض علماء چند اشعار کو بعد کا اضافہ سمجھتے ہیں۔

ابوطالب کے نعتیہ اشعار تعداد میں کم ہیں، وہ پیشہ ور شاعر نہیں تھے، اور نہ شاعری ان کا مشغلہ تھا، لیکن سرداران عرب کی طرح شعر کے اصناف سے واقف تھے، جیسا کہ ولید بن مغیرہ کے متعلق روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کی جا رہی تھی، کہ حج میں

آنے والے عرب قبائل کو کیا کہہ کر روکا جائے تو کسی نے کہا کہ ہم یہ پروپیگنڈہ کریں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر ہیں، تو اس پر ولید بن مغیرہ نے کہا تھا۔

لقد عرفنا الشعر کلہ — ہم شعر کی ہر بحر سے واقف ہیں،

رجزہ و ھزجہ و قریضہ — رجز و ہزج، قریض، مبسوط سب

ومقبوضہ و مبسوطہ[1] — بحریں مجھے معلوم ہیں۔

اسی طرح ابوطالب بھی اس وقت کے مذاق عام کے مطابق شعر وسخن سے آشنا تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے اس ذوق کو جلادی اور چند قصیدے موزوں ہو گئے، اور مقدار کی کمی کے باوجود جو کلام تواتر کے ساتھ اصحاب سیر نقل کرتے آرہے ہیں، ان میں صداقت، جوش اور سادگی کی تمام خصوصیات بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مدحیہ قصائد کہے گئے، ان میں ابوطالب کے بعد اعشیٰ، کعب بن زہیر، حسان بن ثابت، ابن رواحہ، اور عباس بن مرداس کے اشعار سیرت نبوی کی تمام معتبر کتابوں میں منقول ہیں، ان کے علاوہ چند اشعار ایسے بھی ہیں، جو کہ اگرچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں، یہاں تک کہ جامعین نے ان کے دیوان میں شامل بھی کر دیا ہے، لیکن ان کے متعلق دوسری روایتیں ایسی ملتی ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اشعار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نہیں ہیں، جیسے یہ دو شعر ؎

وَ أَجْمَلَ مِنكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِي

وَ أَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۴۵۔

حَسُنْتَ طَرَفًا وَ شَرُفتَ قَدْرًا
کَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ[1]

(آپ سے زیادہ دلربا شخصیت پر میری نگاہ کبھی نہیں پڑی، آپ سے زیادہ حسین بچہ کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا، حسین نگاہ، بلند مرتبہ گویا آپ جیسا چاہتے تھے ویسے ہی پیدا کئے گئے)

صاحب "بغیۃ الاماثل" نے لکھا ہے کہ ایک خاتون بنی زہار سے حضور اکرمؐ کی خدمت میں آئی تھیں اور انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں اپنے جذبات عقیدت شعر کی صورت میں عرض کروں، اجازت پا کر انھوں نے مذکورہ دو شعر پڑھے[2]

علامہ نبہانی نے ان اشعار کی حضرت حسانؓ سے نسبت کو مشکوک قرار دیا ہے[3]

ممکن ہے، غلط فہمی کا سبب یہ ہو کہ حضرت حسانؓ کا ایک بہترین قصیدہ نعت نبوی میں اسی بحر و قافیہ میں موجود ہے، جس کا مطلع ہے:۔

عَفَتِ الدِّيَارُ ذَاتَ الاصابع فَالجِواءِ
اِلٰى عَذْرَاءَ مَنْزِلُهَا خَلَاءُ

بے محل نہ ہوگا اگر اس شعر سے قریب تر معنیٰ کا ایک شعر خواجہ حافظ شیرازی کا نقل کردوں جو "واحسن منك لم تلد النساء" کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔

جاں بداں روئے گرامی چہ کنم گر نہ دہم
مادر دہر نہ دارد دلبرے بہتر ازیں

---

[1] ان دونوں اشعار کے الفاظ مختلف روایتوں میں مختلف ہیں، مفہوم تقریباً ایک ہی ہے۔ تیسرا مصرعہ اس طرح بھی نقل کیا گیا ہے۔ خُلِقْتَ مُبَرَّءًا من كل عيبٍ۔

[2] "بغیۃ الاماثل وبہجۃ المحافل" از عماد الدین ابی بکر العامری، شائع کردہ نملکانی مدینہ منورہ ص ۴۶-۴۷

[3] "المجموعۃ النبہانیہ فی المدائح النبویہ" للنبہانی طبع بیروت ۱۳۲۰ھ ج ۱ ص ۲۷۵

# ام معبد کی نعت

عربی میں چونکہ "مدح" کا اطلاق نظم و نثر دونوں پر ہوتا ہے، اس لئے ترتیب زمانی کے لحاظ سے اُمّ معبد کی مدح کا ذکر بھی مناسب ہوگا جس کی نثر بھی کسی نظم سے کم مرصع اور آب دار نہیں ہے، ابن ہشامؒ سیرۃ النبیؐ میں لکھتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما رہے تھے، تو غار ثور سے نکلنے کے بعد پہلے ہی دن آپؐ کا گذر قبیلہ خزاعہ کی ایک مہمان نواز خاتون اُمّ معبد کے خیمہ کی طرف ہوا، یہ ایک معمّر خاتون تھیں، راہ گیروں کو پانی پلانا اور اگر کچھ کھجور یا دودھ موجود ہوتا تو اس سے ضیافت کرنا ان کا معمول تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس خیمے پر پہنچے تو اتفاق یہ کہ ام معبد کے پاس کچھ نہ تھا جو پیش کر سکتیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلہ نے دریافت کیا کہ ان کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے جس کو خرید سکیں، انہوں نے جواب دیا کہ اس وقت کچھ بھی نہیں ہے جو پیش کر سکوں، رسول کریم صلعم کی نگاہ اس خیمے کے ایک گوشے پر پڑی جس میں ایک کمزور اور نڈھال بکری بندھی تھی، آپؐ نے فرمایا یہ کیسی بکری ہے؟ ام معبد نے عرض کیا کہ یہ کمزور نڈھال بکری ہے، ریوڑ کی دوسری بکریوں کے ساتھ چل نہیں سکتی، اس لئے اس کو باندھ رکھا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کا دودھ مل سکتا ہے؟ ام معبد نے

عرض کیا کہ یہ اس درجہ نڈھال ہے کہ دودھ دے نہیں سکتی، آپؐ نے فرمایا کیا میں اس کو دوہ سکتا ہوں؟ ام معبد نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان اگر آپؐ اس کو دوہ سکیں تو حاضر ہے، ارشاد ہوا اس کو ادھر لاؤ، بکری حاضر کی گئی آپؐ نے اس کے تھن پر بسم اللہ کہہ کر ہاتھ رکھا اور ایک برتن مانگا، وہ برتن دودھ سے لبریز ہو گیا یہاں تک کہ زمین پر گرنے لگا، آپؐ نے خود نوش فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن ارقط جو راستہ دکھانے کے لئے ساتھ ہو لئے تھے، ان سب نے سیر ہو کر پیا آپؐ نے دوبارہ اس بکری کو دوہا اور وہ پیالہ ام معبد کے حوالہ کر کے روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد جب ام معبد کا شوہر آیا تو اس نے دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا، ام معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص ادھر آیا تھا، یہ دودھ اسی کی فیض رسانی کا نتیجہ ہے، شوہر نے دریافت کیا کہ وہ کون تھا، اس کا کیا حلیہ تھا؟ اس پر ام معبد نے کہا:۔

رایت رجلاً ظاهر الوضاءة، ابلج الوجه حسن الخلق، لم تعبه ثجلة، و لم تزر به صلعة، وسيماً قسيماً فی عينيه دعج، وفی اشفاره وطف، وفی صوته صحل، وفی لحيته كثافة أزج، أقرن، ان صمت فعلاه الوقار، وان تكلم سماه وعلاه البهاء فهو أجمل الناس وابهاهم من بعيد، واحسنهم واملحهم من قريب، حلو المنطق فصل، لا نزر ولا هذر، كأن منطقه

میں نے ایک انسان دیکھا پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، ہموار شکم، سر میں بھرے ہوئے بال، زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں مردانگی و شیرینی، گردن موزوں، روشن اور چمکتے ہوئے دیدہ، سرگیں آنکھ، باریک اور پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے گیسو، جب خاموش رہتے تو چہرہ پر وقار معلوم ہوتا، جب گفتگو فرماتے تو دل ان کی طرف کھنچتا، دور سے دیکھو تو نور کا

خزرات نظم یتحدرن، ربعۃ لا بائن من طول ولا تقتحمہ عینٌ من قِصَرٍ، غصنٌ بین غصنین، فھو انضر الثلاثۃ منظراً و أحسنھم قدراً، لہ رفقاء یحفون بہ، ان قال انصتوا لقولہٖ وان امر تبادروا الی امرہ، محفود محشود، لا عابس ولا مفند۔[۳]

ٹکڑا، قریب سے دیکھو تو حسن وجمال کا آئینہ، بات میٹھی جیسے موتیوں کی لڑی، قد نہ ایسا پست کہ کمتر نظر آئے، نہ اتنا دراز کہ معیوب معلوم ہو، بلکہ ایک شاخ گل ہے، جو شاخوں کے درمیان ہو،[۱] زیبندہ نظر والا قدر، ان کے ساتھی ایسے جو ہمہ وقت ان کے گرد و پیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتے ہیں تو یہ خاموش سنتے ہیں۔ جب حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں،[۲] مخدوم و مطاع نہ کوتاہ سخن اور نہ فضول گو۔[۴]

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ سراپا، جب اس خاتون کے شوہر "ابو معبد" نے سنا تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا:۔ ھٰذا۔ و اللہ۔ صاحِبُ قریش الذی تَطْلُبُہٗ یہ تو، واللہ، قریش والا معلوم ہوتا ہے جس کی ان لوگوں (قبیلۂ قریش والوں) کو تلاش ہے، اس نے مزید کہا:۔

لقد ھَمَمْتُ أن أصْحَبَہ ، و لَأَفْعَلَنَّ اِنْ وَجَدْتُ الی ذٰلِکَ سَبیلاً۔ (میرا تو بہت دل چاہا کہ ان کا ساتھ دوں، اور اب بھی اگر موقع ملا تو ضرور ایسا کروں گا

---

[۱] ایک فارسی نعت کا یہ شعر شاید اسی مفہوم کا ترجمان ہے۔

نخلِ قدش کہ از چمنِ جاں بر آمدہ
شاخِ گلے بہ صورتِ انساں بر آمدہ

[۲] جن کا ثانی نہیں ایک ایک مصاحب ایسا — ایسے بندے نہ کہیں ہوں گے نہ صاحب ایسا (انیس)

[۳] ابن ہشام ج ۲ ص۵۵ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص۱۶۵ [۴] یہ ترجمہ اصلاً قاضی سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین سے نقل کیا گیا ہے البتہ متعدد جگہ ترمیم و اضافہ اور وضاحت مرتب نے کی ہے۔

(ان کا ساتھ دوں گا)

## صدائے غیب

اسی واقعہ کے ضمن ایک روایت ہے جس کو سیرت کی تمام کتابوں میں نقل کیا گیا ہے کہ اسی رات کو تمام اہلِ مکہ نے سنا کہ کوئی شخص بڑی دلنشیں آواز میں چند اشعار پڑھ رہا ہے، اور اس کی آواز اس قدر صاف تھی اور اس میں اتنی جاذبیت تھی کہ ہر ایک نے یہ اشعار سنے اور ہر ایک کو ایک ایک لفظ یاد رہ گیا، مگر وہ کون تھا اور کہاں تھا یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا، الروض الانف کے شارح نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ کچھ لوگ اس سمت کی طرف بڑھے جدھر سے یہ آواز آرہی تھی مگر کسی کا سراغ نہ مل سکا۔ اس لئے عوام میں مشہور ہو گیا کہ کوئی "جن" رہا ہوگا، چنانچہ ان اشعار کو شعر الجنّی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، سیرۃ ابن ہشام نے بھی اس کا یہی عنوان تجویز کیا ہے، البتہ بعض محتاط مورخین (جیسے ابن اثیر) نے اور نحو و ادب کی کتابوں میں[1] "شعر المجہول" "کسی نامعلوم شخص کے کہے ہوئے شعر" کے عنوان سے انہیں نقل کیا ہے: اشعار یہ ہیں

۱- جزى اللّٰهُ ربُّ الناسِ خيرَ جزائهِ
رفيقينِ، حلّا خيمتَي أُمِّ مَعْبَدِ

۲- هُما نزلا بالبِرِّ وَ ارْتحلا بهِ
فأفْلَحَ مَنْ أمسىٰ رفيقَ مُحَمَّدِ

۳- لِيَهْنِ بني كَعْبٍ مكانُ فتاتِهم
ومَقْعَدُها، للمؤمنين بمَرْصَدِ

---

[1] الکامل للمبرد، شعر الدعوۃ الاسلام، ج ۱/ ۵۳

۱۔ پروردگارِ عالم بہتر سے بہتر صلہ ان دونوں رفیقوں کو دے
جو امِّ معبد کے خیموں میں آکر ٹھہرے تھے،

۲۔ وہ دونوں حسنِ سلوک (کی علامت بن کر) آئے، اور اسی شان سے رخصت ہوئے،
بڑا ہی خوش بخت ہے وہ جو محمدؐ کا ہم سفر بنا۔

۳۔ بنو کعب کے قبیلہ کو مبارک ہو ان کی ایک دختر کا ٹھکانہ، جو اہلِ ایمان کے انتظار میں بیٹھنے کی جگہ بن گئی ہو، (مطلب یہ ہے کہ اس قبیلہ کے لئے سرفرازی کی بات ہے کہ اس کی ایک دختر کو اللہ تعالیٰ نے شرف بخشا کہ اس کے خیمے میں حضورِ اکرمؐ اتریں، گویا وہ انتظار میں بیٹھی تھی کہ اہلِ ایمان کا قافلہ ادھر سے گزرے اور وہ اس نعمت سے سرفراز ہو) امِ معبد کا نام "عاتکہ بنت خالدؓ" ہے اور یہ قبیلہ بنو کعب کی تھیں،

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس زمین میں پورا قصیدہ کہہ دیا، جو اُن کے دیوان میں موجود ہے، مگر بعض لوگوں نے ان کے اشعار کو بھی ان مذکورہ بالا تین شعروں کے ساتھ ملا کر "کسی نامعلوم شاعر" کا شعر قرار دیا ہے، چنانچہ نجد کے مشہور عالم و مصلح شیخ محمد بن عبدالوہاب (جن کے نام سے "وہابیت" کی نسبت ہے) نے اپنی کتاب مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۴ شعر نقل کئے ہیں، تین شعر جو اوپر نقل کئے گئے، ان میں سے پہلے دو شعروں کے بعد حسب ذیل اشعار ہیں:۔

۳۔ فیا لِقُصَیٍّ ما زوی اللّٰہُ عَنْکُمُو
بِہٖ من فِخَارٍ، لو یُحاذی، وسودَدِ

۴۔ وَقد غادرت وَھْنًا لدَیھا بِحَالبٍ
یَرُدُّ بہا فی مصدر ثم یوردِ

۵۔ سَلُوا اُختکُمْ، عن شاتِھا و اِنائھا

فإنكمو إن تسألوا الشاة ، تشهد

٦- دعاها بشاة حائل ، فتحلّبت
له بصريح ضَرّة الشاة مُزْبِدِ

٧- لقد خاب قومٌ سال عنهم نبيُّهم
وقُدِّس من يسري اليه ويغتدي

٨- ترحّل عن قوم ، فزالت عقولهم
وحلّ على قوم بنور مجدد

٩- هداهم به بعد الضّلالة ربُّهم
وأرشدهم ، من يتّبع الحقّ يرشد

١٠- وقد نزلت منه على اهل يثرب
ركابُ هُدىً ، حلّت عليهم بأسعد

١١- نبي يرى ما لا يرى الناس حوله
ويتلو كتاب اللهِ في كل مشهد

١٢- وان كان في يومٍ : مقالة غائبٍ
فتصديقها في ضحوة اليومِ أو غدِ

١٣- ليهنِ أبا بكرٍ سعادة جَدّه
بصُحْبته ، من يُسعِدُ اللهُ ، يَسْعَدِ

١٤- ليهنِ بني كعب – — — — —
— — — — —

مذکورہ بالا اشعار میں ہجرت نبوی کا ذکر ہے، اس معجزہ کا ذکر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت کا بیان ہے، بر حال ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

۳۔ "قُصَی" کے علو مرتبت کا کیا کہنا، کون سی بڑائی اور خوبی ہے جو ان سے جُدا ہو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کا نسب "قصی بن کلاب" سے جا کر مل جاتا ہے، ان دونوں کے وہ چھٹی پشت کے جد امجد تھے)

۴۔ (اس شعر میں ام معبد کی بکری کا ذکر ہے) اس بکری کو اس کی کمزوری کی وجہ سے چھوڑ دیا اور ان بکریوں سے الگ کر دیا تھا جن کو چراگاہ اور پانی پلانے کی جگہ پر لوگ لے جایا کرتے اور لے آیا کرتے تھے"

۵۔ (لوگو!) اپنی بہن (یعنی قبیلہ کی اس خاتون) سے پوچھو کہ وہ بکری کس حال میں تھی اور اس کے برتن کے بارے میں دریافت کرو (جو خالی رہتا تھا) اگر تم بکری سے پوچھو تو وہ خود بتا دے گی'!

۶۔ (حضور اکرمؐ نے) اس بکری کو طلب کیا جس کے تھن خشک تھے' پھر وہ یکایک دودھ سے بوجھل ہوگئی، اور اس کا تھن خالص دودھ دینے لگا جس سے جھاگ نکل رہی تھی'

۷۔ بلاشبہ وہ لوگ نامراد رہے جن سے ان کا نبی کوچ کر گیا، اور عزت پائی ان لوگوں نے جن کی طرف وہ صبح و شام سفر طے کر کے پہنچے'

۸۔ جس قوم سے اس کا پیغمبر چلا گیا ان کی عقل بھی جاتی رہی اور جس قوم میں آکر اس پیغمبر نے ٹھکانہ بنایا اس کو اپنے نور سے روشن کر دیا۔

۹۔ ان لوگوں (اہل مدینہ) کو اللہ نے اس پیغمبر کے ذریعہ ہدایت دی، جبکہ وہ گمراہی میں پڑے تھے، اور ان کو ٹھیک راستے پر لگا دیا، جو حق کی پیروی کرتا ہے وہ ٹھیک راستہ پالیتا ہے' !

۱۰۔ پیغمبر برحق کے ساتھ اہل یثرب کے یہاں ہدایت کا ایک قافلہ پہنچ گیا، جو خیر و برکت اپنے ساتھ لے کر پہنچا،

۱۱۔ پیغمبر وہ دیکھتا ہے جو اس کے گرد و پیش کے لوگ نہیں دیکھتے، وہ احکام خداوندی کو ہر مجمع میں پڑھ کر سناتا ہے۔

۱۲۔ اگر پیغمبر برحقؐ نے آج کوئی غیب کی بات کہدی (تو دیکھ لوگے) آج دن چڑھے تک یا دوسرے دن کی صبح تک اس بات کی تصدیق ہو جائے گی،

۱۳۔ ابوبکر کی قسمت کی یاوری مبارک ہو، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے حاصل ہوئی، اللہ جس کو نوازے وہ خوش قسمت ہو ہی جاتا ہے،

۱۴۔ بنو کعب کے قبیلہ کو مبارک ہو ....... اس شعر کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے)

# اعشیٰ کی نعت

اعشیٰ زمانہ جاہلیت کے ان سات شاعروں میں تھا، جن کے قصیدوں کو سوقِ عکاظ میں سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی تھی، اور عام روایت کے مطابق ان میں سے ہر قصیدہ کو آبِ زر سے لکھ کر بیت اللہ کے دروازے پر لٹکا دیا گیا تھا، کسی جاہلی شاعر کی عظمت بیان کرنے کیلئے یہ کافی ہے کہ یہ بتا دیا جائے کہ وہ "سبعہ معلقہ" کا ایک شاعر ہے۔

اعشیٰ نے ایک طویل عمر پائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر جب اس کو ملی تو آپؐ کی مدح میں ایک قصیدہ کہہ کر حجاز کی طرف روانہ ہوا، ادھر ابو سفیان کو اطلاع مل گئی کہ اعشیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدح کہی ہے، اور وہ حجاز آ رہا ہے، یہ خبر اہل قریش کے لئے بجلی بن کر گری، کیونکہ اعشیٰ جیسے شاعر کا کچھ کہنا کوئی بات نہ تھی، ابو سفیان نے کہا:۔

| | |
|---|---|
| و اللہ لئن أتی محمدا أو اتبعہ | بخدا اگر اعشیٰ محمد کے پاس پہنچ گیا یا کہیں ان کا |
| لیضرمن علیکم نیران العرب | اتباع کرلیا تو وہ اپنے اشعار سے سارے عرب کی آگ تمہارے خلاف بھڑکا دے گا۔ |

چنانچہ قریش نے چندہ کر کے ایک سو اونٹ جمع کئے اور اعشیٰ کو نجد و حجاز کے درمیان ایک مقام "خفصہ" پر جا کر دیا اور خوشامدیں کیں، وہ ان اونٹوں کو لے کر اسلام کی نعمت سے محروم واپس مڑ گیا، مگر اللہ کی قدرت کہ یہ اونٹ اس کے کام نہ آسکے بلکہ یہی اس کی ہلاکت کا ذریعہ بنے، ان میں سے ایک اونٹنی نے اس کو اپنی پیٹھ سے گرا دیا اور سینے سے زمین پر رگڑ رگڑ کر ہلاک کر دیا۔

وہ قصیدہ جو اس نے دربار نبوی میں پیشی کے لئے تصنیف کیا تھا، اس کے تمہیدی اشعار یہ ہیں:۔

۱۔ ألم تغتمض عيناك ليلة أرمدا
وبتّ كما بات السليم مُسهّدا

۲۔ وما ذاك من عشق النساء وانما
تناسيت قبل اليوم خلة مهددا

۳۔ ولكن ارى الدهر الذى هو خائنٌ
اذ أصلحت كفاى عادى فافسدا

۴۔ شباب وشيب وافتقار وثروة
فلله هذا الدهر كيف ترددا

۱۔ کیا اس بے خواب رات کو تیری آنکھیں نہیں جھپکیں اور کیا تو نے ایک مار گزیدہ کی طرح بے چین پوری رات نہیں گذار دی۔

۲۔ یہ جو کچھ ہوا عورتوں کے عشق میں نہیں ہوا، لیلاؤں کا عشق تو کب کے بھول چکے۔

۳۔ بات یہ ہے کہ زمانہ بڑا بے وفا ہے، جب میری حالت سدھری اس نے بگاڑ دیا۔

۴۔ جوانی، بڑھاپا، تنگی، خوشحالی، کیسے کیسے پلٹے یہ زمانہ کھاتا ہے۔

عربی کی قدیم شاعری تشبیب و تمہید کی پُر پیچ راہوں سے گذر کر گریز کرتی ہوئی منزل مقصود کی طرف مائل ہوتی ہے، اعشیٰ کا قصیدہ بھی ان منازل کو طے کر کے مقصد کی طرف رخ کرتا ہے۔

۱۔ فآلیت لا أرثی لـها من کلالة
ولا من وجی حتی تزور محمدا

۲۔ نبیٌّ یری مالا ترون و ذکره
أغار لعمری فی البلاد و انجدا

۳۔ له صدقات ماتغب هو نائل
و لیس عطاء الیوم مانعه غدا

۴۔ متی ماتناخی عند باب بن هاشم
تراحی و تلقی من فواضله ندی

۱۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ (اپنی اونٹنی) کی کمزوری اور اپنی برہنہ پائی کا اس وقت تک گلہ نہ کروں گا جب تک کہ افتاں و خیزاں کسی حال میں وہ مجھے محمد تک نہ پہنچا دے۔

۲۔ وہ ایسے نبی ہیں جو اُن چیزوں پر نظر رکھتے ہیں، جن کو تم لوگ نہیں دیکھتے، اور میری قسم! ان کی شہرت ملک ملک پھیل چکی ہے۔

۳۔ ان کے احسانات مسلسل ہوتے ہیں، جن میں ناغہ نہیں ہوتا، بلکہ ان کے یہاں سے بٹنے والی خیرات کم نہیں ہوتی، کسی عنایت میں کمی اس لئے نہیں ہوتی کہ گزشتہ روز وہ کی جا چکی ہے۔

۴۔ جب تم اپنی اونٹنی کو ابن ہاشمؐ کے در پر بٹھاؤ گے تو تمام کلفت بھول جائے گی، آرام

پائے گی اور ان کے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدقات تم کو سیراب کردیں گے۔

اعشیٰ کے اس قصیدہ کا ذکر ادب عربی کی تمام جامع کتابوں میں، اور اعشیٰ کے دیوان میں موجود ہے، لیکن سیرۃ نبوی کی اکثر کتابوں میں اس کا تذکرہ نہیں ہے، غالباً اصحاب سیر نے اس کو قصداً نظر انداز کردیا ہے، کیونکہ وہ ایمان نہیں لایا تھا، اور اپنے ارادے میں مخلص نہیں تھا، ڈاکٹر زکی مبارک نے ان اشعار کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی مدح قرار دیا ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے جیسا کہ ابو طالب کے قصائد کا ذکر کرتے ہوئے اوپر واضح کیا گیا ہے۔

# قصیدہ بردہ۔ بانت سعاد

"بُردہ" چادر کو کہتے ہیں، اس کا اطلاق ایسے پیراہن پر بھی ہوتا ہے، جو جسم کی ناپ پر نہ تراشا گیا ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب ابن زُہیر بن ابی سلمٰی کو اس قصیدہ سے خوش ہو کر اپنا پیراہن مبارک مرحمت فرما دیا تھا، اس لئے اس قصیدہ کا نام ہی "قصیدہ بردہ" پڑ گیا، اور "بانت سعاد" مطلع کا ابتدائی لفظ ہے، چونکہ بوصیریؒ کے قصیدہ پر بھی انھیں خواب میں ایک چادر مرحمت ہوئی تھی، اس لئے ان دونوں قصیدوں میں تمیز کے لئے پہلے کو "قصیدۂ بانت سعاد" اور دوسرے کو "قصیدۂ بردہ" کہتے ہیں، اس قصیدہ کے مصنف کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی ایک قادر الکلام، پرگو، اصناف سخن پر حاوی، اور خاندانی شاعر تھے، جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ انھوں نے اپنے ہوش و حواس میں پایا تھا۔

اس قصیدہ کی تصنیف اور اس کی مقبولیت کا واقعہ یہ ہے کہ کعب اور بُجیر دو بھائی تھے، اور بلادِ غامد (یمن کے جنوب) کے رہنے والے تھے، یہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کر کے اپنے وطن سے چلے، راستے میں ایک مقام "عُزّاف" پڑتا تھا،

وہاں پہنچ کر کعب کی طبیعت کچھ بدل گئی اس نے اپنے بھائی بُجَیر سے کہا پہلے تم جاؤ اور دیکھو مدینہ والے (صلی اللہ علیہ وسلم) کیسے پیغمبر ہیں، وہاں سے آکر اپنی رائے دو تو پھر ہم بھی چلیں گے، بجیر نے اپنا سفر جاری رکھا اور خدمت میں پہنچتے ہی مشرف بہ اسلام ہو گئے، کعب کو اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت برہم ہوا اور قصیدہ کہہ ڈالا جس میں اپنے بھائی کو ملامت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کا ارتکاب کر بیٹھا اور اپنے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ایک ایسے دین کو جو خاندانی روایات کے خلاف تعلیم دیتا ہے، جس کو ہمارے آبا و اجداد نے کبھی سنا بھی نہ ہو جس کو اپنے پڑوسی اور اشراف قبائل کی حمایت حاصل نہ ہو تم نے کس طرح قبول کر لیا؟!

اشعار اس زمانہ میں آگ کی طرح پھیل جاتے تھے، اور بہت جلد زبان زد ہو جایا کرتے تھے، اس ہجو کی خبر بارگاہ نبوی تک پہنچ گئی، محسوس کیا گیا کہ یہ اشعار سخت فتنہ پیدا کرنے اور لوگوں کو دین سے محروم کر دینے کا سبب بنیں گے، اس سے جو فتنہ پھیلے گا، وہ ایک شخص کی ہلاکت سے کہیں زیادہ خطرناک ہو گا، جیسا کہ قرآن میں آیا ہے "اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ"[1]، لہٰذا کعب کے خون کو مباح قرار دے دیا گیا، بُجَیر نے بھی اپنے بھائی کعب کو اسی کی ردیف و قافیہ میں چند شعر لکھ کر بھیجے کہ تم جس دین پر ملامت کر رہے ہو وہی دین حق ہے، ہم نے لات و عزّٰی کا دین چھوڑ کر اللہ کا دین اختیار کیا ہے، جو نجات اخروی اور دنیا میں سلامتی کا یقینی راستہ ہے، بجیر نے اس قصیدہ میں اس کا اشارہ بھی کر دیا کہ کعب نے جو راستہ اختیار کیا ہے، وہ ہلاکت کا ہے، اور عذاب آخرت اس کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے، دنیا میں بھی اس کی سزا پائے گا

اس دھمکی کو سن کر کعب گھبرا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر مدینہ منورہ روانہ ہو گیا، مسلمان اس کی بدزبانی کی خبر سن چکے تھے اور اس کے خون کے مباح ہونے

---

[1] فتنہ، قتل سے زیادہ سخت ہے۔

کا حال بھی ان کو معلوم تھا وہ سب کی نظروں سے بچتا بچاتا مسجد نبوی میں پہنچ گیا، ایک صحابی نے اسے دیکھتے ہی ارادہ کیا کہ اس کا کام تمام کر دیں، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا، اور فرمایا کہ شر کے ارادہ سے نہیں آیا ہے، حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے اپنا قصیدہ پیش کیا، جس کی تشبیب جاہلیت کے روایتی انداز کی تھی، جس کا پہلا شعر ہے۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبولُ

متیّم اثرھا لم یفد مکبول

"سعاد" جدا ہو گئی میرا دل آج مریضِ محبت ہے، اور اس میں ایسا گرفتار ہے، جس کے پیروں میں بیڑی ڈال دی گئی ہے، اور اس کو رہا کرانے کی خاطر فدیہ بھی نہیں دیا گیا۔

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں اس قصیدہ کے ۱۸ شعر نقل کئے تھے، ابن ہشام نے اپنی تحقیق سے ۷ شعروں کا اضافہ کیا[1]۔

اس قصیدہ کے مضامین حسب ترتیب یہ ہیں۔

ابتدائی تیرہ شعروں میں شاعر اپنی ایک فرضی محبوبہ کا ذکر کرتا ہے، جس کا نام اس نے "سعاد" رکھا ہے، ان اشعار میں وہ کہتا ہے کہ "سعاد کی آنکھیں سرگیں ہیں جو حیا و شرم سے نیچی رہتی ہیں آواز مدھم اور شیریں ہے" شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو" کا مصداق، جسم متناسب، ناک نقشہ موزوں، دانت موتی جیسے، غرض وہ حسن کا پیکر ہے، مگر وعدہ خلاف، بے مروت، اور سیماب صفت، متلون مزاج ہے، اس پر مزید مصیبت یہ کہ وہ اتنی دور چلی گئی ہے کہ اس کے وصال کی تمنا بھی محال ہے، کیونکہ جہاں وہ ہے، وہاں تک ایک تیز گام اچھی نسل کی مضبوط ہڈیوں اور چوڑے چکلے سینے والی اونٹنی ہی پہنچ سکتی ہے، چودھویں شعر سے چونتیسویں[34] تک اسی اونٹنی کے اوصاف کا

---

[1] بغیۃ الامائل ج ۱ ص ۴۵۶

بیان جاہلی کلام کا روایتی انداز ہے۔

۳۷ ویں شعر میں شاعر کہتا ہے، یہ اونٹنی ایسی ہونی چاہیئے جس کے پیچھے چغل خور بھاگ نہ سکیں، وہ چغل خور جنہوں نے رسول اللہؐ کو مجھ سے بدظن کر دیا ہے اور کہا ہے کہ رسول اللہ نے تجھے ہلاک کر دیئے جانے کی دھمکی دی ہے، بہرحال موت اگر آنا ہے تو آ کر رہے گی، اس سے کون بچا ہے، وہ کون ہے، جس کو کسی عورت نے جنم دیا ہو، پھر وہ نعش (مردہ اٹھانے کی چارپائی) پر نہ اٹھایا گیا ہو، ۳۸ ویں شعر تک یہی مضمون رہتا ہے۔

۳۹ ویں شعر سے ۵۰ ویں شعر تک معذرت کا مضمون ہے، کہ رسول اللہؐ علم و عفو کے عادی ہیں، قسم اس ذات کی جس نے آپ کو قرآن کا عطیہ بخشا، وہ قرآن جس میں ہدایت اور احکام شریعت کی تفصیل ہے، میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے، یہ سب لوگوں کا حسد ہے جنہوں نے چغلی کھائی ہے۔

۵۱ واں شعر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کا ہے:۔

ان الرسول لنور یستضاء بہ

وصارم من سیوف الہند مسلول[1]

اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ ایک نور ہیں جن سے اجالا اس طرح آنکھوں کے سامنے پھیل جاتا ہے جس طرح نیام سے جب تلوار نکلتی ہے تو ایک چمک سی آنکھوں کے سامنے پیدا ہو جاتی ہے[2]

---

[1] بعض نسخوں میں سیوف الہند کے بجائے 'سیوف اللہ' اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نقل کیا گیا ہے ' ع '

[2] اس شعر کا لفظی ترجمہ اس طرح کیا جاتا ہے:۔ بلاشبہ رسول اللہؐ ایک نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور بے نیام تلوار ہیں جو ہندی لوہے کی بنی ہوتی ہے " یہ ترجمہ ناقص اور اصل مفہوم کو ظاہر نہیں کرتا، پہلے مصرعہ میں شاعر کہتا ہے کہ آپ ایک نور ہیں، دوسرے مصرعہ میں کہتا ہے کہ ایک برہنہ تلوار ہیں خواہ وہ تلوار ہندی (باقی ص۔ پر)

اس شعر کا ترجمہ عام طور سے انہی الفاظ میں کیا جاتا ہے، لیکن شعر کا حقیقی مفہوم اس سے ظاہر نہیں ہوتا۔ یہ کہنا کہ آپؐ ہندی بے نیام تلوار ہیں، یا ایک تیز تلوار ہیں، کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ اس میں مدح کا پہلو واضح ہوتا ہے۔ شاعر حضور انور کے چہرۂ مبارک کی نورانیت اور تابناکی کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ تلوار جب میان سے کھینچی جاتی ہے تو اس کی چمک آنکھوں کو ایسی لگتی ہے جیسے تاریکی میں بجلی کی چمک ہو، شاعر اور اس زمانے کے شاعر کے سامنے تشبیہ دینے کے لیے آفتاب اور برق تھا۔

یہاں تلوار کی چمک سے چہرۂ انور کو تشبیہ دی گئی ہے۔ جس میں چاندی کی جیسی ایک اور روشنی ہوتی ہے، اس تشریح کے بعد شعر کا مفہوم یہ ہوا کہ رسول اللہ ایک نور ہیں جن سے اجالا حاصل کیا جاتا ہے، اور وہ نور ایک مضبوط فولاد کی بے نیام تلوار کے مانند ہے۔

شاعر نے جب یہ شعر پڑھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیراہن مبارک اتار کر شاعر کو دیدیا، ۵۲ویں شعر سے ۵۸ویں شعر تک صحابہ کرام کی شجاعت، جوانمردی، حق پرستی اور صداقت کی تعریف کی ہے۔

یہ تو قصیدہ کی پیمائش ہوئی، اب ادبی نقطۂ نظر سے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ جاہلی ادب

---

(بقیہ ۵ کا) لوہے کی ہو جو اس زمانے میں بہت اچھی سمجھی جاتی تھی یا دوسری روایت کے مطابق "ذصارمٌ من سیوف اللہ مسلول" (اللہ کی تلواروں سے ایک برہنہ تلوار ہے) کہا جائے: بہرحال "نور" کا ربط صارم' (تلوار) سے کیا ہے۔ دوسرے مصرعہ کو پہلے مصرعہ کے مفہوم کا مکمل کرنے والا، یا اضافہ کرنے والا ہونا چاہیے۔ دراصل "اکتساب نور" کا مادی وسیلہ سوائے ماہتاب اور تاروں کے کچھ نہ تھا، ایک تیسری چیز یہی تلوار تھی جو میان سے نکلتی تو آنکھوں کے سامنے چمک سی پیدا ہوجاتی تھی۔

کی مکمل نمائندگی اس قصیدے میں موجود ہے، محبوبہ کا ذکر، اونٹنی کے اوصاف، حسن گریز، مقصد (معذرت پیش کرنا) اور مدح پر خاتمہ، الفاظ سہل کم، غریب زیادہ، مثلاً عنافرۃ، ارقال، تبغیل، لھق، لغم، مقیں، علکوم، شملیل، ذھالیل، برطیل، عاقیل، مثاکیل، شنطاء وغیرہ، باوجود اس کے قصیدہ میں ایک روانی اور سلاست ہے، خاص طور سے نعت کا جو شعر ہے، وہ بندش اور سلاست دونوں لحاظ سے ممتاز ہے۔

اس قصیدہ کا اصل موضوع تو طلب عفو اور معذرت پیش کرنا ہے، مدح کا مضمون ضمنی ہے، اس لئے آپ دیکھیں گے کہ اس ۵۸ اشعار کے قصیدہ میں نعت کا شعر صرف ایک ہے، جس کو شاہ بیت کہہ لیجئے یا حاصل قصیدہ سمجھئے لیکن یہ ایک شعر جو نعت کا ہے، اس کے طالع کی ارجمندی اور بخت کی یاوری پر ہزاروں دیوان اور ریاضیں قربان کہ اس شعر کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمالیا اور اپنا پیراہن مبارک عطا فرماکر شاعر اور شعر دونوں کو عمر جاوید عطا فرمائی، آپ کعب کی ترجمانی اردو میں اس طرح کرسکتے ہیں۔

نہ میں اچھا نہ میرے شعر اچھے بات اتنی ہے
جسے اچھا کہیں سرکار اچھا ہو ہی جاتا ہے (جلیل مانکپوری)

اس قصیدہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اب تک اس کی بیشمار شرحیں مختلف زبانوں میں لکھی جاچکی ہیں، عربی کی چند مشہور شرحوں کے نام یہ ہیں:۔

۱ – الاسعاد لحل نظم بانت سعاد از مسعود بن حسن بکری القنائی
۲ – بلوغ المراد علی بانت سعاد ؍؍ محمد صالح السباعی
۳ – الجوھر الوقاد فی شرح بانت سعاد ؍؍ احمد بن محمد الیمنی
۴ – شرح بانت سعاد ؍؍ ابن ھشام الانصاری

۵ — حسن السیر لقصیدۂ کعب بن زہیر " عطاء اللہ بن احمد الیمنی

۶ — طریق الرشاد الی تحقیق بانت سعاد " " " "

۷ — فتح باب الاسعاد فی شرح بانت سعاد " علی بن سلطان الھروی

۸ — القول المراد فی شرح بانت سعاد " محمد حسن المرصفی

۹ — کنہ المراد فی شرح بانت سعاد " جمال الدین السیوطی[1]

غیر عرب شارحین و مترجمین کے کام اس کے علاوہ ہیں، اس قصیدہ پر دوسرے اہلِ ذوق نے جو طبع آزمائی مخمس، مسدس، مسبع کی شکل میں کی ہے، ان کی فہرست بہت طویل ہے، معارضہ (یعنی اسی ردیف و قافیہ میں قصیدہ لکھنے والوں) کرنے والوں میں سے چند شعراء کے نام اور ان کے قصیدوں کے مطلع سنئے :-

۱- صاحب قصیدۂ بردہ شیخ محمد بن سعید الابوصیری م ۶۹۶ھ

الی متی انت بالـذات مشغول

و انت عن کل ما قدمت مسئول

۲- الشہید یحیٰی بن یوسف الصرصری العراقی الضریر م ۶۵۶ھ

رکب الحجاز ! و منك الخیر مأمول

ھل عندك الیوم للمشتاق تنویلُ

۳- محمد بن العباس الابیوردی م ۵۰۷ھ

خاض الـدجی و رواق اللیل مسدول

برق کما اھتز ماضی الحد مصقولُ

---

(۱) کشف الظنون، (م ج)

۴- ابوالقاسم محمود الزمخشری صاحب تفسیر الکشاف ۵۳۸ھ

أضاء لی یاللوی و القلب متبول

نجدیٌّ برقٍ بنار الحبّ موصول

۵- عبدالمحسن التنوخی الحلبی م ۶۴۳ھ

صبٌّ علیل وما بالربع تعلیل

فلیس إلا علی الإعوال تعویل

۶- الشہاب ' احمد بن عبدالملک المعروف بالفرازی (سن وفات معلوم نہیں، ساتویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔)

دمی باطلال ذات الخال مطلول

و جیش صبری مهزوم و مفلول

۷- اثیرالدین ابوحیان الاندلسی م ۶۹۲ھ

لا تعذلاه، فما ذو الحب معذول

العقل مختبل و القلب متبول

۸- ابن سیدالناس البصری الشافعی م ۷۳۴ھ

قلبی بکم یا أهیل الحیّ مأهول

وحبله بامانی الوصل موصول

۹- نورالدین الہمدانی م ۷۳۶ھ

سلمیٰ! سلمت فیك الصبُّ مقتول

و العذر منك شبیه العذر مقبول

۱۰۔ جمال الدین ابن نباتہ المصری م ۷۶۸ھ

ماالطرف بعدکم بالنوم مکحول

ھذا وکم بیننا من دلبعکم میل

۱۱۔ ابن جابر الاندلسی م ۷۸۰ھ

بانت سعاد، نعقد الصبر محلول

والدمع فی صفحات الخد مبذول

۱۲۔ برہان الدین القیراطی م ۷۸۱ھ

جرح الجفون بقذف الدمع تعدیل

والحب شاھدہ المجروح مقبول

۱۳۔ عبدالرحمٰن بن علی الحنفی الزمردی المعروف بابن الصائغ م ۷۸۶ھ

دع قلبہ فھو مشغوف ومشغول

ود معہ فھو مطلوب ومطلول

۱۴۔ عزالدین الموصلی م ۷۹۰ھ

ھل یبرئ الصب قبل الموت تقبیل

نقلبہ بکؤوس الشوق معلول

۱۵۔ علاء الدین الدمشقی، آٹھویں صدی ہجری کے ایک بزرگ ہیں، انھوں نے اپنے قصیدہ کا نام "شمس المطالع فی مدح القمر الطالع" رکھا ہے، جو حلبی کے مطبع مصر ۱۲۹۶ھ میں شائع ہو چکا ہے۔

مصون دمعی علی الخدّین مبذول

وفیکمُ انا معذور ومعذول

۱۶۔ محی الدین ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی صاحب القاموس (قصیدہ کا نام "زاد المعاد فی معارضۃ بانت سعاد")

هل حبل عزّة بعد البین موصول

او بارق الوصل بین البین مأمولُ

۱۷۔ اسماعیل بن محمد القلقشندی م ۸۲۱ھ

سیف العیون علی العشاق مسلول

وصارم اللّحظ مسنون ومصقول

۱۸۔ شمس النواجی م ۸۵۹ھ

قلب علی الحب والاشواق مجبول

هیهات ینفع فیه القال والقیل

۱۹۔ قاضی بہاء الدین محمد الباعونی الشامی (نویں صدی ہجری)

نومی وقراح السّهد معسول

فکیف یحصل لی من طیفکم سُئول[1]

۲۰۔ علاء الدین بن ملیک الحلبی م ۹۱۷ھ

رأی العقیق فاجریٰ دمعه لولو

متیم دمعه بالهجر مطلول

---

[1] مخفف سُئُل، جمع سوال

۲۱۔ عبدالغنی النابلسی صاحب "تعطیر الانام فی تاویل المنام" م ۱۱۴۳ھ (نفحۃ القبول فی مدح الرسول)

هل فی البروق عن الاحباب تعلیل
لا والذی ماله فی الحکم تعلیل

۲۲۔ یوسف بن اسماعیل النبہانی۔

هوای طیبة لا بیضاء عطبول
ومُنیتی عینها الزرقاء لا النیل[۱]

مکہ مکرمہ کے کتب خانۂ حرم میں اس قصیدہ کی مزید تین شرحیں ہیں۔

۱۔ احمد شمس الدین الهندی، قلمی نسخہ ہے، شارح کا سن وفات نہیں معلوم۔

۲۔ محمد بن نمر الاسکالی مطبوعہ استنبول ۱۳۰۲ھ

۳۔ محمد بن حامد الخطیب مطبوعہ قاہرہ ۱۳۱۴ھ

قصیدۂ بانت سعاد کی مقبولیت کا راز، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، صرف اس بات میں ہے کہ یہ وہاں مقبول ہو گیا تھا، جہاں کی سندِ قبولیت کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی، قاضی محی الدین بن عبدالظاہر نے اپنے معارضہ (طرحی قصیدہ) کے آخر میں یہ دو شعر لکھے ہیں جو یقیناً اس قبیل کے ہر شاعر کے دل کی ترجمانی ہے:۔

قد قال کعبٌ فی النبی قصیدةً
وقلنا، عسی فی مدحه نتشارك

---

[۱] المجموعة النبهانية میں یہ تمام قصائد مکمل موجود ہیں۔

فان شملتنا بالجوائز رحمتہ
کرحمتہ کعب فھو کعب مبارک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کعب نے ایک قصیدہ کہا اور میں نے کہا تاکہ اس کی مدح میں ہم سب شریک ہو جائیں اگر حضور اکرمؐ نے اپنی رأفت و رحمت سے ہمیں بھی اپنے انعامات سے نواز دیا جیسا کہ کعب پر رحم فرمایا گیا تھا، تو میرا قدم بڑا مبارک ہو گا[1]

شیخ شمس الدین النواجی م ۸۵۹ھ نے "بانت سعاد" کے وزن پر جو قصیدہ کہا ہے، اس کے اخیر میں کہتے ہیں۔

۱۔ کعب لہ فی مدیح المصطفیٰ قدم
مسابقۃ و بخیر الخلق تفضیل

۲۔ دروضۃ ابن زھیر طاب مغرمھا
نزھا ھا بندی کفیہ مطلولُ

۳۔ دان نسجت علی منوال بردتہ
طراز مدح، لہ باللہ تکلیلُ

۴۔ فانہ کان مفتاحا لباب ھدی
لنابہ فی دیار الخلد تاھیلُ

۵۔ ان لم افز بقبول فی متابعتی
بانت سعاد فقلبی الیوم متبولُ[2]

---

[1] کعب کے لفظی معنی ٹخنہ کے ہیں مجازاً قدم اور قدم اٹھانے (یعنی) فعل کے معنوں میں بھی استعمال کرتے ہیں، جیسے اُردو میں کسی کام کے لئے قدم اٹھانا بولتے ہیں۔

[2] المطالع الشمسیہ دیوان الشمس النواجی قلمی کتب خانہ حرم مکہ ادب ۱۸۱/۱

۱۔ نعت مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کعب کا قدم بہت آگے ہے، اور خیر خلق صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی فضیلت ثابت ہے۔

۲۔ ابن زہیر کے لگائے ہوئے باغ کی زمین بڑی مبارک ہے۔ اس کو اور بھی پُر بہار ان مبارک ہاتھوں کی سخاوت نے کر دیا، جس کی شبنم سے وہ سینچا گیا۔

۳۔ اگر میں نے ان کی (کعب کی) "چادر" کے انداز پر مدح کی ایک چادر بُنی جس کی گوٹ موتیوں سے مزین ہیں۔

۴۔ تو اس لئے کہ وہ باب ہدایت کی کنجی ہے، جس سے جنت کی منزل میں رہنے کا دروازہ کھلے گا۔

۵۔ اور اگر (خدانخواستہ) اس پیروی میں قبولیت سے سرفراز نہیں کیا گیا تو "سعاد" جدا ہو گئی اور میرا دل آج زخمی ہے۔

ڈاکٹر زکی مبارک لکھتے ہیں۔

"کعب بن زہیر کا قصیدہ صوفیہ اور مشائخ کے حلقوں میں کافی مقبول ہے میں نے سنا ہے کہ اسکندریہ کے ایک صوفی بزرگ جن کا حلقہ بہت وسیع ہے، اپنی مجالس کا افتتاح ہمیشہ اس قصیدہ سے کرتے ہیں۔ ان سے جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کعب کے قصیدہ کی کیا حقیقت ہے تو ارشاد ہوا کہ میں اس کو اور اس کے پسند کرنے والوں کو عزیز رکھتا ہوں، چنانچہ اس روز سے میرا معمول ہے کہ ایک بار دن رات میں اس کو پڑھ لیتا ہوں"[۱]۔

---

۱؎ المدائح النبویۃ فی الادب العربی ص۸۵

# حضرت حسّان بن ثابتؓ الانصاری

## اور ان کی نعتیں

حضرت حسّانؓ کا نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے ساتھ وابستہ ہے، انھوں نے نعت نبوی کے ذریعہ اسلام کی بیش بہا خدمت کی ہے، اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں ایک اہم مورچہ کو سنبھالا ہے، جس کی اس وقت ضرورت تھی، ان کی عظمت کو سمجھنے کے لئے اس امر سے واقفیت ضروری ہے کہ اس دور میں شعر کی کیا قیمت تھی، اعشیٰ اور کعب بن زہیر کی نعتوں کے سلسلہ میں یہ بات کہی جاچکی ہے کہ شعر اس زمانہ میں ذہنی یا جذباتی تسکین کا ذریعہ نہیں تھا بلکہ رائے عامہ ہموار کرنے اور اس کے بنانے یا بگاڑنے میں وہ اہم ترین خدمت انجام دیتا تھا۔

حضرت حسّانؓ کا سال پیدائش ۵۲۰ء بتایا جاتا ہے[1]، انھوں نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی،

---

[1] ڈاکٹر محمد عزت نصر اللہ، شرح دیوان حسّان ص ۸ مطبوع داراحیاء التراث العربی بیروت۔

جب اسلام سے مشرف ہوئے، اس وقت ان کی عمر ۶۰ سال کی تھی[1]، وہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور وہیں نشوونما پائی، "طبقات فحول الشعراء فی الجاهلیۃ وصدر الاسلام" کے مصنف لکھتے ہیں:-

"جزیرۂ عرب کے وہ شہر جن میں شعراء پیدا ہوئے پانچ ہیں، مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، طائف، یمامہ اور بحرین، ان میں سب سے زیادہ پرگو شعراء مدینہ منورہ کے ہیں، مدینہ منورہ کے سربرآوردہ شعراء پانچ ہیں، ان میں سے تین کا تعلق خزرج سے ہے، اور دو کا تعلق اوس سے، خزرج کی شاخ بنی نجّار کے شاعر حسّان بن ثابت ہیں، جو ان پانچوں شعراء میں زیادہ قادر الکلام ہیں، زمانہ جاہلیت میں شام کی ایک ریاست کے حکمراں خاندان "غساسنہ" اور عراق کے لخمی خاندان کے حکمرانوں کی مدح کہا کرتے تھے، جن سے ان کا نسبی تعلق بھی تھا[2]"

وہ خود قحطان کے قبیلہ سے تھے، جس کا مرکز یمن تھا۔

کفار مکہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت شروع کی تو تیر و تفنگ کے ساتھ ہجو اور بدزبانی کے حربے بھی استعمال کئے۔ اگر اس بدزبانی کا تعلق صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہوتا تو آپؐ برداشت فرما لیتے اور صبر کرتے، جیسا کہ آپؐ نے ہمیشہ دشمنوں کی ایذا رسانی پر صبر کیا اور طائف کے ان اوباشوں کے لئے بھی بددعا نہیں فرمائی جنھوں نے جسم اطہر پر پتھر پھینکے تھے، مگر صورت حال یہاں مختلف تھی، دشمنانِ اسلام کی ہجو اور بدزبانی اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن رہی تھی، اور "صدّ عن سبیل اللہ" (اسلام کی راہ سے روکنا)

---

[1] جن لوگوں نے حضرت حسّانؓ کا سن پیدائش متعین کیا ہے، وہ اسی حساب پر مبنی ہے کہ اسلام لانے کے وقت ان کی عمر ۶۰ سال کی تھی، ورنہ اس زمانہ میں پیدائش و اموات کا تاریخی تعین حوادث یا اہم واقعات سے ہوا کرتا تھا،

[2] کتاب حسّان بن ثابت از ڈاکٹر محمد طاہر درویش ص ۵۰۵ طبع مصر ۱۹۶۵ء

پر توجہاد فرض ہے، یہی وجہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بدزبان دشمنانِ دین کے مقابلہ اور اس کے رد کی ضرورت محسوس فرمائی، اور آپؐ نے فرمایا:۔

من یحمی اعراض المسلمین ؟ — کون مسلمانوں کے ناموس کی محافظت کے لئے تیار ہے؟

یہ سن کر چند اصحاب آگے بڑھے جن میں حضرت حسان بن ثابتؓ بھی تھے، جنھوں نے اپنی زبان نکال کر دکھائی اور کہا یہ وہ زبان ہے جو اگر پتھر پر پڑ جائے تو اس کے ٹکڑے کر دے، اور کسی بال پر پڑ جائے تو اس کو مونڈ دے، حضور اکرم صلعم نے فرمایا:۔

انت لہ اذھب الی ابی بکر یخبرک — یعنی تم اس کام کے اہل ہو، جاؤ ابوبکر سے ملو وہ

بمثالب القوم، ثم اھجھم وجبریل معکؒ — تم کو ان لوگوں کے کمزور پہلو سمجھا دیں گے پھر ان کی ہجو کرو، جبریل تمہارے ساتھ ہیں

اس دن سے زندگی کے آخری دن تک حضرت حسّان نے اپنے آپ کو اس خدمت پر مامور رکھا، دشمنوں کی ہجو کا رد کرتے، ہر بدزبان کی بدزبانی کا جواب اسی لہجہ میں دیتے

ؒ طبقات فحول الشعراء لمحمد بن سلام الجمحی م ۲۳۱ھ مطبوعہ مصر دار المعارف ص ۱۲۹

تاریخ الادب العربی، از ڈاکٹر شوقی، میں یہ حدیث اس طرح منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما یمنع الذین نصروا رسول اللہ — جن لوگوں نے رسول اللہ کی مدد اپنے ہتھیاروں سے کی ہے

بسلاحھم ان ینصروہ بألسنتھم" — ان کو اپنی زبانوں سے حضورؐ کی مدد کرنے سے کیا بات مانع ہے

حضرت حسانؓ نے یہ سن کر اپنی زبان نکال کر کہا "یہ زبان وہ ہے جس کا صنعاء اور بصریٰ کے درمیان کوئی زبان مقابلہ نہیں کر سکتی، "آنحضرت نے فرمایا کہ تم کیسے اہل قریش کی ہجو کرو گے جب کہ میں بھی انہی میں کا ایک فرد ہوں، اس پر حضرت حسانؓ نے کہا میں آپ کو اس طرح بے لاگ نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔"

اسی کے قافیہ ردیف میں، اس کے پھیلائے ہوئے فتنوں کا سد باب کرتے،

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ایمانی جذبہ اور محبت کے ساتھ لکھتے تھے، ان کے اشعار جن میں حضور اکرمؐ کی مدح ہے، بڑے جان دار اور پر کیف ہیں، لفظی نکتہ آفرینی ہی نہیں بلکہ معانی کے لحاظ سے بھی ان میں خلوص پایا جاتا ہے۔ مثلاً ان کا یہ شعر ؎

فان ابی و والدہ و عرضی

لعرض محمد منکم وقاء

یعنی میرے باپ اور ان کے باپ، اور میری عزت، محمد کی عزت پر قربان ہے، اور دشمنانِ دین تمہارے مقابلہ میں یہ ڈھال ہے۔

مطلب یہ کہ اپنے آباء واجداد کے نام اور اپنی خاندانی عزت پر ہر وار سہ لوں گا مگر حضور انورؐ کی حرمت کو مجروح نہ ہونے دوں گا۔

آپ دیکھیں گے کہ جب بھی کوئی ایسا موقع آیا جب کسی صاحبِ زبان کو زبان آوری کی ضرورت پڑی مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک عرب قبیلہ کا وفد آیا اور اس وقت کی روایات اور رواج کے مطابق اس وفد کے "متکلم" ترجمان، نے کہا کہ سنو ہم کیا سرمایۂ فخر رکھتے ہیں، اور بتاؤ تم کیا درجہ رکھتے ہو اور تمہارے مذہب کی کیا تعلیم ہے تو اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے ترجمان کی حیثیت سے حضرت حسانؓ کو بلایا وہ آئے اور مقابلہ کی دعوت دینے والوں کو اعتراف پر مجبور کر دیا، اسی طرح عطارد بن زرارہ کا وفد اپنے شاعر اور خطیب کے ساتھ مدینہ منورہ آیا اور بدیانہ اکھڑپن کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوا کہ آپ اپنے شاعر اور خطیب کو بلائیے کہ ہمارے شاعر و خطیب سے مقابلہ کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان قبائل کی نفسیات سے واقف تھے اور آپ کو علم تھا کہ یہ لوگ کس طرح اسلام کی طرف مائل ہو سکیں گے، چنانچہ آپ نے اس "مبارزت طلبی" کو قبول فرمالیا اور اجازت دی کہ وہ اپنے شاعر اور خطیب کو پیش کریں۔

اس وفد کے صدر عطارد نے ایک خطبہ دیا جس میں اللہ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ "اللہ نے ہم کو بادشاہوں اور حکمرانوں میں پیدا کیا ہے، اور ہم دولت مند ہیں، دوسرے لوگ ہمارے تابع اور ہماری سخاوت کے محتاج ہیں، جس کو چاہتے ہیں، دیگر سرفراز کرتے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں محروم کر کے رسوا اور خوار کرتے ہیں، ہم زیادہ بات نہیں کرتے کام کرتے ہیں، قول کے دھنی نہیں عمل کے دھنی ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر اس کا جواب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے دیا کہ: "ساری حمد کا سزاوار اللہ تعالیٰ ہے، جس کا علم وسیع جس کا عرش بلند، جس کی حکومت دائمی، جس کی عزت حقیقی عزت ہے، سب مٹنے اور فنا ہونے والے ہیں، وہ باقی رہنے والا، ہر کہ ومہ پر تصرف کرنے والا ہے، اسی کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو باعزت لوگوں میں پیدا کیا، اور اسلام کی دولت دے کر اس کو قبول کرنے کی عزت بخشی، اپنی کتاب سے ہماری ہدایت کی، اپنے پیغمبر برحق سے ہماری رہنمائی، اور انسانیت کے لئے ہمارے دلوں میں ہمدردی ڈالی، چنانچہ ہم رسول اللہ کے انصار ہیں، ان کے مصاحب اور وزیر ہیں، اللہ کی عطا پر راضی اور اس کی نوازش پر خوش ہیں، اقول قولی ھذا و استغفر اللہ لنا و للمومنین والمومنات والسلام علیکم۔" تقریروں کے مقابلہ کے بعد اشعار کا مقابلہ ہوا مخالف گروہ کی طرف سے زبرقان بن بدر التمیمی نے قصیدہ سنایا، جس کا مطلع یہ ہے:-

نحن الكرام فلا حيٌّ يعادلنا لنا الملوك و فينا يقسم الرّبُعُ

ہم باعزت لوگ ہیں، کوئی قبیلہ ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا، ہم میں سے بادشاہ ہوئے ہیں، اور ہمارے درمیان مال غنیمت کی چوتھائی تقسیم ہوتی ہے۔

حضرت حسان اس وقت موجود نہ تھے، ان کو اطلاع بھیج کر طلب فرمایا گیا حاضر ہو کر دریافت کیا کہ زبرقان نے کیا شعر سنائے۔ زبرقان نے جیسے ہی اپنا قصیدہ ان کو سنایا برجستہ جواب دیا۔

ان الذوائب من فهر و اخوتهم

قد بيّنوا سنة للناس تتّبع

یعنی قبیلہ فہر کے سردار اور ان کے بھائی بندوں نے لوگوں کے لئے ایک شاہراہ کھول دی ہے، جس پر لوگ چلتے ہیں۔

"قبیلہ فہر" کے سردار سے اشارہ حضور اکرمؐ کے خاندان کی طرف تھا، زبرقان کے قصیدہ کے صرف ۸ شعر تھے، حضرت حسان کے قصیدہ میں ۲۲ شعر تھے، جو برجستگی کے باوجود ادبی لحاظ سے بہت شاندار ہیں۔

جب حضرت حسان اپنا قصیدہ سنا چکے تو اس وفد کے ایک رکن اقرع بن حابس نے کہا (نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے)

| | |
|---|---|
| و أبی ان هذا الرجل لمؤتیٰ له | میرے باپ کی قسم یہ شخص توفیق یافتہ ہے۔ |
| لخطيبه أخطب من خطيبنا | جس کا مقرر ہمارے مقرر سے زیادہ کامیاب۔ |
| و لشاعره اشعر من شاعرنا | اور جس کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ بلند ہے |

اس کے بعد یہ پورا وفد ایمان لے آیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دے دلا کر رخصت فرمایا [1]

---

[1] ملاحظہ ہو "تاریخ الادب العربی العصر الاسلامی" ص ۸۱-۹۷ اور "الاستیعاب لابن عبد البر" ص ۴۹۷

حضرت حسان غزوات کے ہر موقع پر فتح کے کارنامے بیان کرتے شہدا کا مرثیہ کہتے، اور اسلام کی برتری جتانے میں ان کے اشعار کام آتے تھے[1] اور سب سے بڑی سرفرازی کی بات یہ ہے کہ خود رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو یہ اعزاز بخشا کہ مسجد نبوی میں ان کے لئے منبر رکھوایا جس پر بیٹھ کر وہ شعر سناتے تھے[2]۔

اب رہا ان کے کلام پر تنقید کرنے والوں کا یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ ان کے اشعار جاہلیت میں زیادہ زوردار تھے، اسلام میں ان کے اشعار میں وہ آب نہیں رہی، مثلاً غسانہ کی مدح میں جو قصائد ہیں، ان کے اندر جوش اور روانی زیادہ ہے، معنی آفرینی ہے، الفاظ بہت منتخب، ترکیبیں چست اور بحریں مترنم ہیں، مگر نعت میں جو اشعار ہیں، ان کے اندر جھول بہت ہے، بسا اوقات ترکیبوں میں اتنا ڈھیلا پن ہے کہ ان کا کلام نہیں معلوم ہوتا اور فنی لغزشیں بھی ملتی ہیں۔

یہ تنقید اصمعی کی طرف منسوب ہے، جرجی زیدان عطیہ فرج کے علاوہ مسلم ادبا نے بھی اس قول کو اصمعی کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اور اس کو مستند بتانے کے لئے اس کی تاویل بھی کی گئی ہے کہ حضرت حسان اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے، اس لئے جوانی کا جوش اس دور کے کلام میں نہیں آسکتا تھا، اصمعی کی روایت ہے کہ خود حضرت حسان سے استفسار کیا گیا کہ آپ کے اشعار میں وہ پہلا سا جوش وخروش نہیں ہے، اس کی کیا وجہ ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ اسلام نے کذب بیانی کو حرام کر دیا، اور شعر میں جان تو جھوٹ ہی سے پڑتی ہے۔

لیکن یہ تنقید اور اس قسم کی روایات کی کوئی حقیقت اس وقت نہیں رہ جاتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تنقید صرف سماعی ہے تحقیقی نہیں، حضرت حسان کے دیوان میں صرف ایک قصیدہ (لامیہ) ہے

---

[1] ملاحظہ ہو "دیوان حسان بن ثابت" تحقیق ڈاکٹر محمد عزت نصر اللہ۔

[2] الاستیعاب ص ۱۹۳

جس میں اس طرح کی مدح ہے، اور یہ کسی فنی موازنہ کے لئے کافی نہیں ہے جس میں فنی لغزشیں ہوں، یا بندش ڈھیلی ہو، یا روانی کم ہو، بلکہ اس کے برعکس اس دور کے دوسرے شعراء کے کلام سے ملا کر دیکھئے تو شعری خصوصیات بدرجۂ اتم ان تمام نعتیہ قصائد میں موجود ہیں، ہاں ایک دوسری بات اس سلسلہ میں جو کہی جاتی ہے، وہ قابل قبول ہے کہ حضرت حسان کے کلام کو ایک سیاسی حیثیت حاصل ہو گئی تھی، دور اموی میں اس مجموعہ کو جوں کا توں نہیں قبول کیا جا سکتا تھا، جس میں سلاطین بنو امیہ کے اسلاف کی ہجو ہو، اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی ہجو میں متعدد قصائد ملتے ہیں، اس کا سبب ڈاکٹر شوقی ضیف کی تحقیق کے مطابق یہ ہے کہ بنی امیہ اس عار کو مٹانا چاہتے تھے، جو حضرت حسان کے شعر سے ہمیشہ کے لئے ان کے اسلاف سے وابستہ ہو گیا تھا، اس لئے درباری شعراء نے چند قصائد کہہ کر حضرت حسان کی طرف منسوب کر دیا اور یہی وہ قصائد ہیں، جن میں فنی لغزش اور جھول معلوم ہوتا ہے، ورنہ اس کے علاوہ کوئی قصیدہ یا شعر ایسا نہیں ہے، جو معیار سے کسی درجہ کم ہو، یہ صرف اصمعی کی زیادتی اور ناقلوں کی نادانی ہے کہ تنقید میں بھی تقلید روا رکھتے ہیں[1]۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نعتیہ قصائد میں سب سے زیادہ مشہور قصیدہ وہ

---

[1] "دراسات فی الشعر الاسلامی" ڈاکٹر شوقی ضیف طبع دار الکتب قاہرہ ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۸-۳۹-۵۰- یہ کہا جاتا ہے کہ مدائح نبویہ میں جو قصائد ہیں، ان کی زبان عصر جاہلیت یا صدر اسلام کی نہیں ہے کیونکہ وہ سادہ سہل الفاظ اور معمولی ترکیبوں پر مشتمل ہے، خاص طور سے وہ (بائیہ) قصیدہ، "ثوی فی قریش بضعۃ عشر حجۃ" میں کوئی جوش نہیں ہے اور نہ کوئی معنی آفرینی ہے جو شعر کا خاصہ ہے، ایک سادہ تک بندی ہے، اور مدح بھی نہیں ہے، اس کا جواب محمد بن سلام الجمحی نے یہ دیا ہے کہ وہ قرآن کریم سے اس درجہ متاثر ہو چکے تھے کہ شاعرانہ پیچیدگیاں ان کو اس دور میں بری معلوم ہونے لگی تھیں، عبد الرحمٰن برقوقی شارح دیوان حسان نے یہی بات دہرائی ہے۔ واللہ اعلم (ع)

ہے، جو انھوں نے فتح مکہ سے قبل ابو سفیان کی ہجو کے جواب میں کہا تھا جس کا مطلع ہے۔

عفت "ذات الاصابع" فالجواء

الی عذراء منزلها خلاء

تشبیب کا مضمون دیارِ محبوبہ، محبوبہ اور شراب پر مشتمل ہے، پھر شہسواری کے مضمون سے گریز شروع ہوتا ہے، اور اپنے گروہ (گروہ رسالت) پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارا تعلق اس گروہ سے ہے، جہاں جبریلِ امینؑ جن کا کوئی ثانی نہیں وہ پیغام لے کر آتے ہیں، اور۔

۱۔ وقال اللہ: قد ارسلت عبدا

یقول الحق ان نَفَعَ البلاء

۲۔ شهدت به فقوموا صدّقوه

فقلتم: لا نقوم ولا نشاء

۱۔ اور اللہ نے کہا کہ ہم نے ایک بندے کو بھیجا ہے، جو حق بات کہتا ہے، اگر آزمائش نفع بخش ہو (تو اس کی صداقت کو آزمالو)۔

۲۔ ہم نے اس کی صداقت پر گواہی دی، تم بھی کھڑے ہو جاؤ اور اس کی صداقت پر گواہی دو، مگر تم نے یہی کہا کہ ہم ایسا نہ کریں گے اور نہ یہ چاہتے ہیں۔

پھر چند شعر کے بعد ابو سفیان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

۱۔ هجوتَ محمدًا فأجبتُ عنه

وعند اللہ فی ذاک الجزاء

۲۔ اتهجوه، ولست له بکفءٍ

فشرّکما، لخیرکما فداء

۳۔ هجوت مبارکا، بَرًّا حنیفا

امین الله، شیمته الوفاء

۴۔ فان ابی و والده و عرضی

لعرض محمد منکم وقاء

۱یتم نے محمد کی برائی کی، میں نے ان کی طرف سے جواب دیا، اور عنداللہ میرے اس کام کا صلہ ہے۔

۲۔ کیا تو ان کی برائی کرتا ہے؟ حالانکہ تو ان کا ہمسر نہیں ہے، تم دونوں میں جو برا ہو وہ اس پر قربان ہو جائے جو تم دونوں میں سے اچھا ہے۔

۳۔ تو نے ایسے شخص کی برائی کی ہے جو بابرکت ہے نیک ہے، اللہ والا ہے، خدا کے یہاں معتبر ہے، جس کی خصلت میں وفاشعاری ہے۔

۴۔ میرا باپ، اور باپ کا باپ اور میری عزت محمد کی عزت کے لئے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک دوسرا قصیدہ جو سہل ممتنع، کا اعلیٰ نمونہ ہے، یہ ہے:۔ ا۔ اَغَرُّ علیه للنبوة خاتم

۱۔ من الله مشهود، یلوح ویشهد

۲۔ و ضمَّ الاله اسم النَّبي الی اسْمِهِ

اذ قال فی الخمس المؤذن أشهد

۳۔ و شقَّ له من اسمه لیُجلّه

فذو العرش محمودٌ و هذا محمد

۴۔ نبیٌ أتانا بعد یاس و فترة

من الرُّسل، والاوثان فی الارض تُعبد

۵۔ فأمسیٰ سراجًا مستنیرًا و هادیا

یلوح کما لاح الصَّقیل المهند

۶۔ وانذرنا نارًا و بشّر جنــةً

وعلّمنا الاسلام فالله نحمد

۷۔ وانت اله الخلق ربی وخالقی

بذلك ما عمرت فی الناس أشهد

۸۔ تعالیت رب الناس من قول من دعا

سواك الها انت اعلیٰ وامجد

۹۔ لك الخلق والنعماء والامر کله

فایّاك نستهدی وایاك نعبد

۱۔ آپؐ پر مہر نبوت درخشاں ہے، اللہ کی طرف سے وہ دلیل ہے، چمکتی ہے، اور گواہی دیتی ہے،

۲۔ اللہ نے اپنے نبی کا نام اپنے نام سے مربوط کر دیا، اس لئے مؤذن پانچوں وقت اذان میں

أشهد...... کہتا ہے۔

۳۔ اللہ نے اپنے نام سے اپنے پیغمبر کا نام نکالا، عرش والا (خدا) محمود ہے، اور یہ محمد ہیں۔

۴۔ یہ ایسے نبی ہیں، جو ناامیدی اور انبیاء کے سلسلۂ بعثت کے طویل وقفے کے بعد ہم تک آئے

اور اس وقت آئے جب زمین پر بتوں کی پرستش ہو رہی تھی۔

۵۔ یہ ایک روشن چراغ، روشنی دینے والے اور ہادی بن کر آئے، جن کی چمک ایسی ہے،

جیسے ہندی تلوار چمکتی ہے۔

۶۔ ہمیں جہنم سے ڈرایا، جنت کی بشارت دی، اسلام سکھایا، پس اللہ ہی ہے، جس کی ہم حمد کرتے ہیں۔

۷۔ اور ساری مخلوق کا معبود میرا رب اور خالق ہے، ہم زندگی بھر اس کی شہادت دیتے رہیں گے۔

۸۔ سارے جہاں کے رب تیری شان بڑی ہے اور تو بلند ہے اس شخص کے دلوں سے جو تیرے سوا کسی کو پکارتا ہے، تو بہت بلند اور بڑائیوں والا ہے۔

۹۔ حیات بخشی اور نفع رسانی اور ساری حکمرانی صرف تیری ہے، ہم تجھ ہی سے ہدایت خواہ ہیں، اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

اس قصیدہ میں شاعرانہ نازک خیالی یا فنی پُرکاری نہیں ہے، لیکن اسلامی تعلیمات کا، توحید کا اور مقام رسالت کا پاس پوری طرح نمایاں ہے۔

اسی انداز کا ایک اور قصیدہ ہے، جس کے چھ شعر آپ کا دیوان مرتب کرنے والوں کو مل سکے، "زاد المعاد" میں یہ قصیدہ ۷ اشعروں کا ہے، بہرحال یہ چھ شعر حسب ذیل ہیں:

۱۔ واللہ ربی لا نفارق ماجدا
عف الخليقة ماجد الأجداد

۲۔ مُتَكَرِّمًا يدعو الى رب العلى
بذل النصيحة رافع الأعماد

۳۔ مثل الهلال مبارکا ذا رحمة
سمح الخليقة طيب الاعواد

۴۔ ان تترکوا فان ربی قادر
امسی یعود بفضله العواد
۵۔ واللہ ربی لا نفارق امرہ
ماکان عیش یرتجی المعاد
۶۔ لا نبتغی ربّا سواہ ناصرا
حتی نوا فی صحوۃ المیعاد

۱۔ بخدا ہم اس ذات گرامی سے روگردانی نہیں کریں گے، جو تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ پاکباز اسلاف کے لئے قابل فخر ہے۔

۲۔ احسان فرمانے والے، خدائے بزرگ و برتر کی طرف بلانے والے، خیر خواہ، بڑے سرچشم اور بامروت۔

۳۔ مہ نو کی طرح بابرکت، سراپا رحمت، نرم خو، عالی نسب۔

۴۔ اگر تم لوگ ان کو چھوڑ بھی دو گے تو میرا رب قادر ہے، وہ اپنے فضل و احسان سے پھر آپ کی طرف مائل ہے، اور اس کا فضل تو بار بار آنے والا ہے۔

۵۔ بخدا ہم ان کے دین کو نہیں چھوڑیں گے، ورنہ آخرت میں کسی طرح کی سلامتی کی امید نہ رہے گی۔

۶۔ ہم اللہ کے سوا کسی کو رب بنانا نہیں چاہتے، اور نہ کسی کو مددگار سمجھتے ہیں، اور حشر تک ہم اس عقیدے پر رہیں گے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت حسان رضؓ نے جو آپ کی مدح میں کہا ہے، جس کو "مرثیہ" کہا گیا ہے، اس میں رقت انگیزی بہت ہے، اس کا مطلع اور

اس کے بعد کا شعر یہ ہے۔

۱۔ بطیبۃ رسم للرسول ومعهد
منیر وقد تعفو الرسوم وتهمد

۲۔ ولا تمحی الآیات من دار حرمة
بها منبر الهادی الذی کان یَصْعَدُ

۱۔ طیبہ میں رسول اللہ کے نشانات ہیں، اور آپؐ کا بصیرت افروز مرکز ہے، دنیا کے نشانات مٹتے رہتے اور پرانے ہوتے رہتے ہیں۔

۲۔ لیکن نشانیاں حرم پاک کی نہیں مٹ سکتیں جہاں ہادی صلے اللہ علیہ وسلم کا منبر ہے جس پر آپؐ چڑھا کرتے تھے۔

دوسرے اشعار جن کو طوالت کے خوف سے نقل نہیں کیا ہے، ان کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے:۔

"حرم نبوی میں ہمیشہ باقی رہنے والے نشانات ہیں، وہ حصہ جہاں مسجد اور آپ کی سجدہ گاہ ہے جس کے پہلو میں وہ حجرے ہیں، جہاں انوار کی بارش ہوتی ہے، یہ وہ نشانات ہیں، جن کو مرور زمانہ کبھی مٹا نہیں سکتا، بلکہ ہر لمحہ تازہ اور تاابد زندہ رہنے والے آثار ہیں، مسجد میں جایئے تو رسول اللہ کی ایک ایک چیز یاد آئے گی اور یہ قبر شریف جو (لحد) آڑی بنائی گئی ہے۔

رسول اللہ کے فراق پر میں رویا، آنکھوں کی پلکیں بھیگیں، رسول اللہ کے احسان کہاں تک گناؤں، اور کیسے ان کو شمار کروں عقل حیران ہے۔

چند اشعار کے بعد کہتے ہیں:۔

فبورکت یا قبر الرسول وبورکت
بلاد ثوی فیها الرشید المسدّد

اے قبرِ رسول! تجھ پر برکتیں شب و روز نازل ہوں اور وہ حصۂ زمین بابرکت رہے جس میں ستودہ صفات، توفیق بخش و توفیق یافتہ ذات کا جسمِ اطہر رکھا گیا ہے۔

اس ۴۸ شعروں کے مرثیہ کے بعد ایک دوسرا مرثیہ ۱۹ شعروں کا ہے جس کا مطلع ہے:۔

ما بالُ عینك لا تنام کانما
کحلت ماقیها بکحل الأرمد

تیری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ سوتی نہیں، گویا اس کی پتلیوں کو آشوب کا سرمہ لگا دیا گیا ہے۔

"اُسد الغابہ" کے حوالہ سے دیوان حسان بن ثابت میں مندرجہ ذیل دو شعر بھی ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ جیسا کہ حسان نے کہا ہے:۔

متی یَبْدُ فی الدّاجی البهیم جبینه
یَلُحْ مثل مصباح الدجی المتوقّد

فمن کان أو من یکون کأحمدٍ
نظامٌ لحق أو نکال لملحد

سیاہ رات میں جب آپ کی جبینِ مبارک نظر آتی تو ایک چمک ہوتی جیسے تاریک رات میں کوئی روشن شمع ہو۔

کون احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سا ہوا ہے یا ہو گا، حق کا پاسبان، ملحد کی عبرت ناک انجام کا باعث۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یوں تو سارا کلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے متعلق ہے۔ اگر کسی کی ہجو ہے تو وہ بھی آپ ہی کی مدافعت میں ہے، اگر صحابہ کرام کا مرثیہ ہے، غزوات کا

ذکر ہے یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مرثیہ اور ان کے قاتلوں کی مذمت ہے، سب کا محور ذات گرامی ﷺ ہے۔

ہر چہ آید در نظر غیر تو نیست　　　یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

لیکن اعداد و شمار کے لحاظ سے خالص نعتیہ قصیدوں کی تعداد صرف تین ہے، جن کو اوپر ذکر کیا گیا اور اگر وہ دو شعر بھی شامل کر لیے جائیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دہرائے تھے، جن کو اوپر نقل کیا گیا تو چار قصیدے ہو جائیں گے، ایک پائیہ قصیدہ وہ بھی شمار کر لیجیے جو ایک طرح مختصر سیرت آسان الفاظ میں بچوں کو زبانی یاد کرانے والی نظموں کے انداز کا ہے جس کا مطلع ہے:۔

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة

یذکر لو یلقی خلیلا مواتیا

ان نعتوں کے ساتھ یقیناً ان مرثیوں کو بھی شمار کرنا چاہیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے متاثر ہو کر حضرت حسان نے کہے تھے ان مرثیوں کی تعداد چار ہے، ان کے علاوہ دو شعر اور بھی نقل کئے گئے ہیں جو قلبی تاثرات کے لحاظ سے تمام مراثی کا نچوڑ ہیں، فرماتے ہیں:۔

۱۔ کنت السواد لناظری　　　فعمی علیک الناظر

۲۔ من شاء بعدک فلیمت　　　فعلیک کنت احاذر

۱۔ آپ میری نگاہ کی بینائی تھے، اب یہ میری نگاہ آپ کو دیکھنے کے لئے کور ہو گئی۔

۲۔ آپ کے بعد جو چاہے، مرے صرف آپ ہی کی (جدائی کا) مجھے کھٹکا لگا تھا۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ تلوار کے دھنی نہیں تھے، بوڑھے تھے، اور دل کمزور تھا، غزوۂ خندق کے موقع پر وہ اس قلعہ میں تھے، جہاں بوڑھے، بچے اور خواتین تھیں،

صفیہ بنت عبدالمطلب نے ایک یہودی جاسوس کو پتھر پھینک کر ہلاک کر دیا اور حضرت حسان اس مردہ کی زرہیں اور کپڑے بھی چھیننے سے معذور رہے' اس واقعہ کو بہت رنگ آمیزی اور اہانت کے پیرائے میں مصر و شام کے عیسائی تاریخ نویسوں نے لکھا ہے، مستشرقین کو بھی اس قصہ میں حضرت حسانؓ سے انتقام لینے کے لئے موضوع ہاتھ آگیا ہے، مگر یہ لوگ بھول رہے ہیں کہ حضرت حسان نے معرکۂ حق و باطل میں جو مورچہ تنہا سنبھالا تھا اور جس طرح سینہ سپر ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کی ہے' اس کو کوئی دوسرا اس خوبی سے انجام نہیں دے سکتا تھا۔ ابن قدامہ نے نقد الشعر میں بڑے پتے کی بات لکھی ہے کہ "ہر شاعر کو صرف اس کے فن کے گز سے ناپنا چاہئے" دوسرے پیمانوں سے ناپنا تو ایسا ہی ہے جیسے زمین کی پیمائش کرنے والے گز سے غلہ اور اناج کو تولا جائے۔

جس طرح ہر مشہور و مقبول صاحب فن کے ساتھ ہوتا آیا ہے کہ اس کے کلام میں بعد کے لوگ اضافہ کر دیتے ہیں، کچھ لوگ اپنے کھوٹے سکوں کو اصلی سکوں کے ساتھ خلط ملط کر دیتے ہیں، تاکہ دونوں بازار میں یکساں طور پر قبول کر لئے جائیں، اسی سیاسی وجوہ کی بنا پر اگر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے کلام میں اس طرح کے اضافے ہو گئے ہیں، اور ان کا غلط انتساب ہو گیا ہے تو تعجب کی بات نہیں ہے، خاص طور سے اس وقت کا کلام جبکہ تدوین و کتابت کا عام مذاق نہیں تھا، صرف حافظوں پر سارا دار و مدار تھا، اس لئے بلا قصد بھی چند اشعار کا غلط انتساب ہو گیا ہو تو اس کو اتنی اہمیت نہیں دی جا سکتی کہ سارے مجموعہ کو مشتبہ قرار دیا جائے، جیسا کہ بعض تجدد نواز مصنفین کا رجحان ہے[۱]، قدما نے یہ ضرور کہا ہے کہ ان کے

---

[۱] اس رجحان کی ابتدا مصر کے عیسائی مؤرخ جرجی زیدان سے ہوتی ہے، بعد میں عمر فروخ نے "علی المحک" مطبوعہ بیروت ۱۹۵۰ء میں اس کو اپنا کر پیش کیا ہے۔

کلام میں اضافے کئے گئے ہیں جیسے "طبقات فحول الشعراء" کے مصنف لکھتے ہیں :۔

| | |
|---|---|
| وھو کثیر الشعر جیّد، وقد | حسّان قادر الکلام اور پاکیزہ شعر کہنے والے |
| حمل علیہ ما لم یحمل علی احد | تھے، ان پر جس قدر اہل قریش نے اتہام لگائے |
| لما تعاضہت قریش و انتسب | اور ان کی دشمنی کی، اس قدر کسی کی نہ کی ہو گی، ان |
| وضعوا علیہ اشعارا کثیرۃ | کے کلام میں غیر منتخب اشعار غلط طور پر |
| لا تُنَقّیٰ ۔ | منسوب کر کے بڑھا دیئے گئے ہیں ۔ |

لیکن اس کا یہ مطلب کہاں نکلتا ہے کہ پورا مجموعہ ہی مشکوک قرار دیا جائے ؟

# حضرت عبداللہ بن رواحہ اور ان کی نعتیں

عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ الخزرجی الانصاری ان بارہ نقبار میں سے ایک نقیب تھے، جنھوں نے مدینہ منورہ سے آکر مکہ مکرمہ کے حدود میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی، پھر دوسرے سال جن ۳۔۷ انصار کا وفد آیا تھا، اور جس نے "عقبہ ثانیہ" کی بیعت کی تھی، ان میں بھی عبداللہ بن رواحہ موجود تھے۔

ہجرت کے بعد حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح سے نصرت میں عبداللہ بن رواحہ پیش پیش رہے، خاص طور سے منافقوں کی سازش کو ناکام کرنے میں ان کا کارنامہ بہت روشن ہے[1]۔

وہ قادر الکلام شاعر تھے، اور اپنی شاعرانہ صلاحتیں انھوں نے اسلام کے لئے وقف کردی تھیں، ایک مرتبہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم جب شعر کہنا چاہتے ہو تو کیا کرتے ہو، عرض کیا کہ اس موضوع پر فکر کرتا ہوں، پھر شعر زبان پر

---

[1] محمد خالد، رجال حول الرسول بحوالہ الاستیعاب لابن عبد البر صفحہ ۳۶۰ مطبوعہ مصر ۱۹۶۵ء

آنے لگتا ہے، اس کے بعد انھوں نے چند برجستہ شعر پڑھے جس کا آخری شعر یہ تھا :-

فثبت اللہ ما آتاك من حسن

تثبیت موسی و نصرًا کالذی نصروا

اللہ نے آپ کو جو خوبیاں عطا کی ہیں، ان کی بنا پر آپ کو ثابت قدم رکھے جیسے موسیٰ کو ثابت قدم رکھا اور وہ مدد فرمائے جس سے حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی مدد فرمائی تھی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شعر کو پسند فرمایا اور یہ دعا دی :-

و ایاك فثبت اللہ — اور تم کو بھی اللہ ثابت قدم رکھے۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے بدر، احد، خندق، حدیبیہ اور خیبر ہر جنگ میں شرکت کی، غزوۂ موتہ کے موقع پر زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب کی یکے بعد دیگرے شہادت کے بعد شہید ہوئے۔

وہ ہر جنگ کے موقع پر یہ دہرایا کرتے تھے۔

یا نفس إلّا تقتلی تموتی — اے نفس، تو اگر قتل نہ کیا گیا تو آپ اپنی موت مرے گا۔

مطلب یہ کہ موت آتی ہی ہے، اگر شہادت کے ذریعہ نہ آئی تو طبعی طور پر آئے گی پھر اس سے خوف کیا معنی!

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب عمرۃ القضا کا طواف فرما رہے تھے تو عبد اللہ بن رواحہ آپؐ کے آگے آگے رجز کے یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

۱- یارب لولا انت ما اهتدینا

و لا تصدقنا و لا صلینا

۲- فانزلن سکینۃ علینا

و ثبت الاقدام ان لاقینا

۳۔ ان الذین قد بغوا علینا

اذا ارادوا فتنۃ أبینا

۱۔ اے رب اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ تصدیق کرتے نہ عبادت کرتے۔
۲۔ ہمارے دلوں پر سکینت کا نزول فرما، دشمنوں سے اگر مڈبھیڑ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔
۳۔ ہم پر یورش کرنے والے، اگر فتنہ پر آمادہ ہوں تو ہلاک ہو جائیں۔

علامہ ابن حجر العسقلانی نے "الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ" میں جو رجز نقل کیا ہے، وہ یہ ہے:۔

۱۔ خلوا بنی الکفار عن سبیلہ

الیوم نضربکم عن تاویلہ

۲۔ ضربًا یزیل الھام عن مقیلہ

و یذھل الخلیل عن خلیلہ[1]

۱۔ اے کافر بچو! رسول اللہ کا راستہ خالی کر دو، آج ہم تمہیں اسلام کے احکام پر عمل کرتے ہوئے تم کو ماریں گے۔

۲۔ ایسی مار جو سر کو کھوپڑیوں سے جدا کر دے گی، اور جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے بے نیاز کر دے گی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی نعت کا یہ شعر بہت مشہور و مقبول ہے:۔

---

[1] سیرت ابن ہشام نے بخاری کے حوالہ سے اور سہیلی نے مؤطا امام مالک کے حوالہ سے نقل کیا ہے

لولم تكن فيه آيات مبيّنة

كانت بديهته تنبيك بالخبر

اگر ذاتِ گرامی میں دوسری روشن دلیلیں نہ بھی ہوتیں تو خود آپ کا چہرۂ انور تم کو حقیقت بتا دیتا۔

اس سے پہلے کے دو شعر یہ ہیں:-

۱- روحی الفداء لمن اخلاقه شهدت

بانه خیرُ مولود من البشر

۲- عمّت فضائله كل العباد كما

عمّ البرية ضوء الشمس والقمر

۱- میری روح قربان ہو اس ذات پر جس کے اخلاق اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے بہتر فرد ہیں۔

۲- ان کے احسانات ساری مخلوق کے لئے عام ہیں، جیسے چاند اور سورج کی روشنی ساری دنیا کے لئے عام ہے۔

"اُسد الغابة" میں یہ تین شعر نقل کئے گئے ہیں:-

۱- انی تفرست فیک الخیر أعرفه

والله يعلم أن ما خانني البصر

۲- انت النبی من یُحرم شفاعته

یوم الحساب، فقد ازری به القدر

۳۔ فثبت اللہ مَا آتاك من حسن

تثبیت موسیٰ و نصرا کالذی نصروا

۱۔ میں نے آپ کو دیکھتے ہی تاڑ لیا کہ آپ کے اندر وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جس کا مجھے علم ہے، اور اللہ جانتا ہے، کہ میری نظر نے کوئی غلطی نہیں کی۔

۲۔ آپ وہ نبی ہیں، جن کی شفاعت سے قیامت کے روز اگر کوئی محروم رہا تو اس کی تقدیر نے اس کو تباہ کر دیا (یعنی ایک محروم اور بدقسمت ہی شخص آپ کی شفاعت سے محروم رہے گا)

۳۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان خوبیوں کے ساتھ ثابت قدم رکھے جو اس نے آپ کو عطا فرمائی ہیں، جیسے حضرت موسیٰ کو ثابت قدم رکھا اور جس طرح اللہ نے حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کی اسی طرح آپؐ کی مدد کرے۔

"اسد الغابہ" کی روایت کے مطابق حسب ذیل تین شعر بھی عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

۱۔ و فینا رسول اللہ یتلوا کتابہ

اذا انشق معروف من الفجر ساطعُ

۲۔ اذانا الھدیٰ بعد العمیٰ فقلوبنا

بہ موقنات أنّ ما قال واقعُ

۳۔ یبیتُ یُجافی جنبہ عن فراشہ

اذا استثقلت بالمشرکین المضاجعُ

۱۔ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ہیں، جو اللہ کی کتاب اس وقت تلاوت کرتے ہیں، جب صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔

۲۔ انھوں نے ہمیں ہدایت کی راہ دکھائی، جس کو پانے کے لئے ہمارے پاس آنکھیں نہ تھیں، چنانچہ ہمارے دلوں کو پورا یقین ہے کہ آپ نے جو بھی فرمایا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔

۳۔ وہ راتیں اس طرح گذارتے ہیں کہ جسم پاک بستر سے علیحدہ رہتا ہے، جبکہ مشرکین کے بوجھ سے بستر بھی پناہ مانگتے ہیں۔

تاریخ وسیر کی کتابوں میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار تعداد میں زیادہ ہیں، لیکن خالص نعت کے اشعار کم ہیں، زیادہ تر اسلام کی عظمت کا مضمون ہے یا پھر وہ قصیدے ہیں، جو کفار و مشرکین اور یہود کی ہجو میں کہے گئے ہیں، حضرت حسان اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کی ہجو میں فرق یہ ہے کہ حضرت حسان مشرکین مکہ کے انساب پر حملہ کرتے تھے، اور ان کی تاریخ کے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کرتے تھے، جنھیں سن کر وہ تلملا تلملا کر رہ جاتے، اور سمجھتے تھے کہ یہ باتیں حسان کو حضرت ابو بکرؓ کے ذریعہ معلوم ہوئی ہوں گی[1] مگر عبداللہ بن رواحہ بد زبان کفار کی ہجو دوسرے انداز سے فرماتے تھے، وہ کفر و شرک، گمراہی اور بے دینی کا طعنہ دیا کرتے تھے اور فتح مکہ کے بعد جو لوگ سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوئے جیسے ابو سفیان، ہند اور وحشی وغیرہ ان کو عبداللہ بن رواحہ کی کہی ہوئی ہجو زیادہ بری لگتی تھیں، کیونکہ وقت گذرنے کے بعد سب باتیں بھولی بسری ہو جاتی ہیں، مگر جن باتوں کو کسی کامیاب شاعر نے اپنی نظموں میں کہدیا ہے وہ ختم نہیں ہوتیں، اور لوگ اس کو دہرایا کرتے ہیں۔[2]

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں جن صحابۂ کرام سے نعتیہ کلام منقول ہے، ان میں تو چند ایسے ہیں، جنھوں نے کسی دوسرے شاعر کا کوئی شعر یاد و تین شعر آنحضرت

---

[1] ڈاکٹر شوقی ضیف "تاریخ الادب العربی" ج ۳ ص ۱۷۵    [2] ایضاً

صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کبھی سنایا جیسے ابوبکر صدیق، حضرت عائشہ صدیقہ اور کچھ وہ لوگ ہیں، جنھوں نے خود کہا، اس گروہ کے سرخیل حضرت حسان اور عبداللہ بن رواحہ ہیں، چند شعر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں، اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اور نبہانی نے اپنے مجموعہ میں "اُسدُ الغابہ" کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عباس نے حضور اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کی مدح میں کچھ عرض کروں، حضور اکرمؐ نے اجازت مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

لا یفضض اللہ فاک۔ اللہ آپ کی زبان کبھی بند نہ کرے۔

یعنی اللہ آپ کی طاقت گفتار میں کمی نہ کرے، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار خدمت گرامی میں پیش کئے:۔

۱۔ من قبلها طبت فی الظلال و فی
مستودع حیث یخصف الورق

۲۔ و انت لما ولدت اشرقت الأ
رضُ و ضاءت بنورك الأُفُقُ

۳۔ فنحن فی ذلك الضیاء و فی النو
ر و سبیل الرشاد نخترق[۱]

۱۔ آپ اپنی پیدائش سے قبل (ایک پاکیزہ کلی کے مانند) بڑے آب و تاب کے ساتھ

---

[۱] اس قطعہ میں چند اشعار کے اضافے بھی کئے گئے ہیں، جن کی صحت مشتبہ ہے، ملاحظہ ہو "سمط اللآلی علی الامالی" ج ۲ ص ۸۵ مطبوعہ مصر ۱۹۳۲ء

(جنت کے) سایوں میں ایک خزانے کے اندر تھے، جہاں درخت کی پتیاں ایک دوسرے سے جُھنڈ رہتی ہیں۔

۲۔ اور جب آپ پیدا ہوئے تو روئے زمین جگمگا اٹھی، اور آپ کی روشنی سے دنیا کے چاروں کونوں میں اجالا ہو گیا۔

۳۔ آج ہم آپ کی بخشی ہوئی روشنی میں زندگی گذار رہے ہیں، اور وہی نور ہے اور ہدایت کے کھلے ہوئے تمام راستے ہیں، جن کو ہم طے کر رہے ہیں۔

# حضرت عبداللہ بن زبعریٰ کی نعت

آپ مکہ مکرمہ کے شعراء میں شمار ہوتے ہیں، حالت کفر میں اسلام کے خلاف لوگوں کو ابھارا کرتے تھے، ذات گرامی کے بارے میں ہرزہ سرائی کا ارتکاب کرتے تھے، اور حضرت حسان بن ثابت کا مقابلہ کفار قریش کی طرف سے کرتے تھے، جب اسلام لے آئے تو اپنی ادبی صلاحیت سے دین کی نصرت شروع کردی۔ ذیل کے چند اشعار میں انھوں نے اپنی پچھلی زندگی پر ندامت کا اظہار کیا ہے۔ گویا یہ اشعار ان کے منظوم توبہ نامہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۔ یا رسول الملیك، ان لسانی
راتقٌ ما شفقت، إذ انا بورُ

۲۔ إذ أجاری الشیطان فی سنن الغی
وَ مَن مال میلہ مثبورُ

۳۔ إنّ ما جئتنا بہ حق صدق
ساطع نورہ مضی منیر

۴۔ جئتنا باليقين و البر و الصد
ق و في الصدق و اليقين سرور

۵۔ أذهب الله ضلة الجهل عنا
و أتانا الرخاء و الميسور

۱۔ اے خدائے برتر و حاکم کے پیغمبر! میری زبان آج اس چاک کا رفو کر رہی ہے، جو میں نے اس وقت چاک کیا تھا، جبکہ میں ہلاکت کے راستہ پر تھا۔

۲۔ اور جبکہ میں گمراہی کے راستے پر شیطان کے ساتھ دوڑ رہا تھا، اور جو بھی شیطان کے راستہ پر گامزن ہوگا، ہلاک ہو کر رہے گا۔

۳۔ بلاشبہ آپ جو دین لائے ہیں، وہ صداقت و حقانیت کا دین ہے، جس کی روشنی پھیل رہی ہے اور وہ اجالا پھیلا رہی ہے۔

۴۔ آپ جو دین لاتے ہیں، وہ یقین، بھلائی، اور سچائی کا دین ہے، اور سچائی اور یقین میں مسرتیں پنہاں ہیں۔

۵۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ جاہلیت کی گمراہی ہم سے دور کر دی، اور فراغت و خوشحالی عطا فرمائی۔

"جمہرۃ اشعار العرب فی الجاہلیۃ و الاسلام" میں عبداللہ بن الزبعریٰ کے مزید چند اشعار نقل کئے گئے ہیں۔

۱۔ اني لمعتذر اليك من الذي
اسديت اذ انا في الضلال أهيم

۲۔ ايام تامرني باغوى خطة

سهم و تامرنی بها مخزومُ

۳- فاغفر فدی لك والدیّ كلاهما

ذنبی، فانك راحم مرحومُ

۴- وعلیك من اثر الملیك علامة

نورٌ أضاءَ وخاتم مختومُ

۵- مضت العداوة فانقضت اسبابها

ودعت اواصر بيننا وحلومُ

۱- میں معذرت خواہ ہوں ان لغزشوں سے جو مجھ سے گمراہی کی حالت میں سرزد ہوئی تھیں۔

۲- اس وقت جبکہ قبیلہ سہم والے گمراہ ترین چال چلنے پر مجبور کر رہے تھے، اور قبیلہ مخزوم والے بھی یہی سازش کر رہے تھے۔

۳- لہذا معاف فرما دیجئے میرا گناہ میرے ماں باپ دونوں آپ پر قربان ہوں، کیونکہ آپ رحم کرنے والے ہیں، اور آپ خود مورد رحمت ہیں۔

۴- خدائے بزرگ و برتر کے حکم کی علامت آپ کے وجود سے ظاہر ہے، آپ کا وجود ایک روشنی ہے، جس نے اجالا پھیلایا اور مہر نبوت ہے، جو ثبت کر دی گئی ہے۔

۵- دشمنی ختم ہوئی، اور دشمنی کے اسباب ختم ہوئے، ہمارے اور آپ کے درمیان کا وہ دور ختم ہوا، جبکہ تعلقات منقطع تھے۔

طبقات فحول الشعراء میں حسب ذیل تین اشعار کا اضافہ نظر سے گزرا جو مذکورہ اشعار سے پہلے آئے ہیں۔

۱۔ مَنَعَ الرقاد، بلابل و هُمُومُ
و اللیل معتلج الرِّواق بَهِیمُ

۲۔ مما أتانی أن أحمَدَ لامنی
فیہ، نبتُّ کَأَننی مَحْمُومُ

۳۔ یاخَیْرَ من حَمَلَتْ علی اوصالہا
عَیْرَانَۃٌ سُرُحُ الیدین رَسومُ

ترجمہ :۔ ۱۔ تشویش اور اندیشوں نے نیند اچاٹ کر دی ہے، شب تار کے سیاہ پردے روشنی کی ایک جھلک بھی اندر نہیں آنے دیتے،

۲۔ یہ کیفیتِ (غم) اس لئے ہے کہ احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا ہے کہ وہ مجھ سے ناراض ہیں، لہذا میری رات گزر رہی ہے جیسے میں تپ زدہ میں ہوں،

۳۔ اے وہ ذات جس سے بہتر شخصیت آج تک کسی اونٹنی نے اپنی پشت پر نہیں بٹھایا ہے۔ (وہ اونٹنی جس کی ہڈیاں مضبوط، قدم تیز اور اتنے وزنی ہیں جو زمین پر پڑتے ہیں تو زمین میں نشان بن جاتے ہیں)

# حضرت کعب بن مالکؓ کی نعتیں

صاحب الجمہرہ نے مدینہ منورہ کے جن پانچ شعرا کا نام لیا ہے، ان میں حضرت کعب بن مالک بھی ہیں۔ غزدہ تبوک میں جو تین صحابہ پیچھے رہ گئے تھے، جن کی توبہ کی قبولیت کا ذکر قرآن کریم میں ہے، ان میں ایک حضرت کعبؓ بھی تھے، اسی طرح بیعت عقبہ ثانیہ میں جن انصار مدینہ نے شرکت فرمائی تھی ان میں ایک حضرت کعبؓ بھی تھے، نعت نبوی میں ان کا کوئی معتدبہ کلام نظر سے نہیں گذرا چند متفرق اشعار "سیرۃ ابن ہشام" میں نقل کئے گئے ہیں، جن میں سے ایک قصیدہ وہ ہے، جس کو انھوں نے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پڑھا تھا، جبکہ غزوۂ حنین کے بعد طائف کی طرف رخ فرمایا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصیدہ کو سن کر فرمایا تھا:۔

لقد شکرك الله علی قولك هذا یا کعب[۱]! — یعنی اے کعب! اللہ نے تمہارے اس قول کی قدر دانی فرمائی۔!

---

[۱] "الروض الانف" ج ۲ ص ۸۲ طبع مصر ۱۳۳۲ھ

اس قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں:۔

۱۔ قضینا من تهامة كل ريب
و خیبر ثم اجمعنا السیوفا

۲۔ نخیرها و لو نطقت، لقالت
قواطعهن: دوسًا أو ثقیفا

۳۔ و انا قد اتیناهم بزحفٍ
یحیط بسور حصنهم صفوفا

۴۔ رئیسهم النبی و کان صلبا
نقی القلب مصطبرا عزوفا

۵۔ رشید الأمر ذو حکم و علم
و حلم لم یکن نزقا خفیفا

۶۔ نطیع نبینا و نطیع ربًّا
هو الرحمان، کان بنا رؤوفا

۱۔ جب تہامہ کی طرف سے ہم فارغ ہو چکے، اب دشمنوں کا وہاں کھٹکا نہیں رہا، اور خیبر سے بھی فارغ ہو چکے، پھر ہم نے اپنی تلواروں کو اکٹھا کیا۔

۲۔ ہم اپنی تلواروں کو اختیار دیئے ہوئے ہیں، اگر یہ تلواریں بول سکتیں تو کہتیں! کہ اب ان کا نشانہ دوس ہوں گے یا ثقیف۔

۳۔ ہم ایک فوج لے کر ان تک پہنچے ہیں، ان کے قلعوں کے حصار کو صف بستہ فوج گھیرے ہوئے ہے۔

۴۔ ان جوانمردوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو ایک پختہ کار انسان ہیں، دل کے پاک، صبر کرنے والے، پست باتوں سے بہت بلند۔

۵۔ جن کا معاملہ بہت سلجھا ہوا ہے، تدبر، علم، اور بردباری والے، اوچھی باتوں اور ہلکے پن سے بہت دور۔

۶۔ ہم اپنے نبیؐ کی اطاعت کرتے ہیں، اور اپنے رب کی اطاعت کرتے ہیں جو کہ بہت رحم کرنے والا ہے، اور ہم پر انتہائی شفقت فرمانے والا ہے۔

غزوۂ احد کے موقع پر کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ کہا تھا، جس کے چند اشعار یہ ہیں:۔

۱۔ فینا الرسول شهاب ثم یتبعه
نورٌ مضی له فضل علی الشهب

۲۔ الحق منطقه، والعدل سیرته
فمن یجبه الیه ینج من تبب

۳۔ نجد المقدم ماضی الهم معتزم
حین القلوب علی رجف من الرعب

۴۔ یمضی ویذمرنا عن غیر معصیة
کأنه البدر لم یطبع علی الکذب

۵۔ بدا لنا فاتبعناه نصدقه
وکذبوه، فکنا اسعد العرب[1]

---

[1] روایت ابن اسحاق، منقول از سیرۃ ابن ہشام ج ۳ و ۴ صفحہ ۱۷۰/۳۷۰

۱۔ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ایک درخشندہ ستارہ کے مانند ہیں، جن سے روشنی کی ایک لَو نکلتی ہے، جو سب کو روشن کر دیتی ہے، اور دوسرے تمام ستاروں کو روشنی بخشتی ہے

۲۔ ان کی بات حق ہے، ان کی سیرت عدل ہے، جس نے ان کی پیروی کی ہلاکت سے نجات پا گیا۔

۳۔ جبکہ (جنگ کی ہولناکیوں سے) رعب سے لوگوں کے دل دھڑکنے لگتے ہوں اس وقت آپؐ بے باکی سے آگے بڑھنے والے، عزم وہمت کے دھنی اور ارادہ کے مضبوط نظر آتے ہیں۔

۴۔ خود آگے بڑھتے ہیں، اور ہمیں للکارتے ہیں، اور یہ للکارنا معصیت کا نہیں ہوتا، گویا کہ وہ ماہ تمام ہیں، جھوٹ سے تو ان کی سرشت ہی پاک ہے۔

۵۔ وہ ہم میں ظاہر ہوئے، ہم نے ان کی تصدیق کرتے ہوئے اتباع کیا، دوسروں نے ان کو جھٹلایا، لہٰذا عربوں میں سب سے زیادہ خوش بخت ہم ہی تھے۔

حضرت کعب بن مالکؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اپنے تاثرات کا اظہار ان اشعار میں فرمایا تھا:۔

۱۔ یاعین بکی بدمع ذری
لخیر البریۃ و المصطفی

۲۔ و بَکِّی الرسولَ وحُقَّ البکا
علیہ لدی الحربِ عند اللقا

۳۔ علی خیرِ ماحملت ناقۃٌ
و أتقی البریۃ عند التُّقی

۴۔ علی سیدٍ ماجدٍ جحفلٍ
و خیر الأنام و خیر اللّٰھا

۵۔ لہ حَسَبٌ فوق کل الأنام
من ھاشم ذلك المرتجیٰ

۶۔ نخص بما کان من فضلہ
و کان سراجا لنا فی الدّجیٰ

۷۔ و کان بشیرا لنا منذرا
و نورا لنا ضوءہ قد أضا

۸۔ فأنقذنا اللہ فی نورہ
و نجی برحمتہ من لظیٰ

۱۔ اے آنکھ آج اتنا رو کہ آنسوؤں کا تار بندھ جائے، اس ذات پر جو کائنات میں سب سے برگزیدہ اور منتخب تھی۔

۲۔ پیغمبرؐ پر رو، ان پر رونا روا ہے، جب دشمن سامنے آئیں اور جنگ کی کٹھن گھڑی ہو،

۳۔ اس پر رو، جن سے بہتر ذات کو کسی اونٹنی نے اپنے اوپر سوار نہیں کیا ہوگا، اور وہ ذات جو خدا کی مخلوقات میں سب سے زیادہ محتاط، پرہیزگار تھی،

۴۔ ان پر رو جو سردار تھے، بلند کردار تھے، عظیم المرتبت تھے، تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ تھے، اور سخاوت میں بے مثل تھے۔

۵۔ آل ہاشم میں سے تھے، اور خاندانی عزت میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا، ان سے سب کی امیدیں وابستہ تھیں۔

۷۔ ان کی داد دہش سے ہم سرفراز ہوتے تھے، وہ تاریکیوں میں ہمارے لئے چراغ راہ تھے،

۷۔ وہ خوشخبری سنانے والے، عذاب آخرت سے ڈرانے والے اور ایسی روشنی تھے جس سے سب ہی روشن تھے۔

۸۔ اللہ نے ان کے صدقے میں اور ان کی بدولت ہمیں ان کی روشنی میں لاکر (تاریکیوں) سے نجات دی اور آگ کے عذاب سے بچالیا۔

# حضرت عباس بن مرداسؓ کی نعتیں

قبیلۂ مُضر، جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے، اس کی ایک شاخ میں عرب کی ایک مشہور شاعرہ خنسار گذری ہیں، جنھوں نے اپنے بھائیوں کے قتل ہونے پر ایسے دلدوز اور پرسوز مرثیے لکھے ہیں، جن کا جواب عربی شاعری میں نہیں ملتا، انہی خاتون کے صاحبزادہ عباس بن مرداسؓ تھے، فتح مکہ سے تھوڑا پہلے ایمان لائے[1]، اور ان نئے مسلمانوں میں ان کا شمار تھا، جن کی دلداری کی جاتی تھی، (مؤلفۃ القلوب میں سے تھے[2]) ان کے ایک گھوڑے کا نام عُبَیدہ (عبد کی تصغیر) تھا، اس لئے ان کو فارس العبید کہا جا۔ یہ ابن مرداس خالص بدویانہ معاشرت کے عادی تھے، شہروں میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے، اسی لئے کبھی زیادہ دنوں تک مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں بھی نہیں رہے[3]، انھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں عہد پائے ہیں۔

ان کے اشعار میں شراب کی مذمت ملتی ہے، زمانۂ جاہلیت ہی سے اس سے وہ متنفر

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۵ صـ۱۳۰ [2] ایضًا، نیز حسن الصحابہ ج ۱ صـ۱۳۲

[3] الاصابہ ت ۴۵۰۰، ابن سعد ج ۱ صـ۱۵

تھے، بہادری اور شجاعت کا مضمون تو عربی شاعری کا امتیاز ہے، یہ مضمون ابن مرداسؓ کے یہاں بھی بڑے آب و تاب سے موجود ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ان کے چند قصائد ملتے ہیں[1] جن میں زیادہ معتبر کلام یہ ہے:۔

۱۔ رأیتك یاخیر البریة کلها
نشرت کتاباً جاء بالحق معلما

۲۔ ونورت بالبرهان امراً مدمّسا
واطفأت بالبرهان جمرا مضرما

۳۔ فمن مبلغ عنی النبی محمدا
وکل امریٔ یجزیٰ بما قد تکلما

۴۔ تعالیٰ علواً فوق عرش الهنا
وکان مکان اللهِ اعلیٰ واعظما

۱۔ اے کائنات ارضی کی سب سے بہتر متاع! میں نے دیکھ لیا کہ آپ نے وہ احکام الٰہی پھیلائے جس نے حق کو بالکل آشکارا کر دیا۔

۲۔ اور وہ شے جو آج تک تاریکیوں میں دبی پڑی تھی تو اس کو برہان حق سے روشن کر دیا اور دہکتی ہوئی چنگاریوں کو اسی برہان سے بجھا دیا۔

۳۔ اللہ کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک میرا یہ پیغام کوئی پہنچا دے اور ہر شخص اپنے قول کی جزا پاتا ہے۔

۴۔ عرش بریں پر خدائے بزرگ و برتر کی ذات بلند و بالا ہے، اور خدا کا مقام ہمارے

---

[1] شرح شواہد لغنی ص۲۴، ابن ہشام ج ۲ ص۶، تہذیب ابن عساکر ج ۳ ص۲۵۵

تصورات و ادراکات سے) بلند تر ہے۔

ان اشعار میں توحید کی وہ روح جھلکتی ہے، جس کی دعوت دینے کے لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے، کسی پیغمبر کی سب سے بڑی مدح یہی ہے کہ اس کی تعلیمات کو سراہا جائے، اور اس کی حقیقت کو بیان کیا جائے۔

یوں تو ان حضرات کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ کرام ہیں، جن سے متفرق اشعار کی روایت کی جاتی ہے، مگر اولاً ان کی صحت کا یقین نہیں ہے، دوسرے اگر انھوں نے کسی دوسرے شاعر کا کوئی شعر بھی دہرایا تو تاریخ نویسوں نے "اَنْشَدَ" کا لفظ استعمال کیا ہے، جس کے معنی دونوں ہو سکتے ہیں، کسی کا شعر پڑھا یا خود کہا۔

بہر حال یہ وہ شعراء تھے جنھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپؐ کی خدمت میں خراج عقیدت اشعار کی شکل میں پیش کیا، ان کے کلام کی مشترک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں مبالغہ بالکل نہیں ہے، حدود کا مکمل لحاظ ہے، جوش ہے، لیکن ہوش کے ساتھ، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات سے سر مو انحراف نہیں ہے۔

ان شعراء نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف بیان کئے ہیں، ان میں آپ کے پاکیزہ اخلاق مثلاً عدل گستری، بندہ پروری، رحم دلی، غریبوں اور یتیموں کے ساتھ شفقت، حکمت، تدبر، حلم و بردباری کا بیان ہے، یا آپ کے اعلیٰ حسب و نسب کا تذکرہ ہے، اس کے علاوہ آپؐ کے ظاہری جمال کی طرف اشارہ ہے، جو صحابہ کرام کا اپنا مشاہدہ تھا، اور وہ قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہم نے اپنے چشم سر سے حضور انور کو چودھویں کے چاند سے زیادہ حسین و جمیل پایا[1]

---

[1] حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ چودھویں رات کی (باقی صفحہ ۱ پر)

# خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کی نعتیں

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح کرنے والے صحابہ کرام میں مشہور و معروف یہی حضرات ہیں جن کے کلام کا ان صفحات میں تعارف کرایا گیا ہے، ان کے علاوہ چند قطعات اور متفرق اشعار ملتے ہیں، جن کی روایتیں تاریخی اور ادبی دونوں حیثیتوں سے مشتبہ ہیں، اور یہ اشعار بھی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے تاثر میں کہے گئے ہیں، اور ان کو "جمہرۃ اشعار العرب" میں مراثی کے ضمن میں نقل کیا گیا ہے۔

ابو زید القرشی نے جمہرہ میں المفضل الضبی کا قول نقل کیا ہے کہ:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جس نے حضورؐ کی

---

(بقیہ ص۱۰۶ کا) چاندنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی چادروں کا سرخ جوڑا زیب تن فرمائے ہوئے دیکھا میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا، اور کبھی آپ کے روئے انور کو، اور دیکھتا تھا کہ ان دونوں میں کون زیادہ جمیل ہے، بالآخر فیصلہ یہی ٹھہرا کہ خدا کی قسم آپؐ کا چہرۂ انور چودھویں کے چاند سے زیادہ حسین تھا۔" ملاحظہ ہو شمائل ترمذی، الروض الانف، ترمذی۔ باب الشمائل، ج ۳ ص ۸۹

شان میں شعر نہ کہا ہو اور اس کو موقع پر پڑھ کر سنایا نہ ہو۔"

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا ؎

أجدك ما لعينك لا تنام
كأن جفونها فيها كلامُ

ہائے تیری قسمت تیری آنکھ کو نیند کیوں نہیں آتی، گویا اس کی پلکوں میں زخم بھرے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

ما زلت مذ وضعوا فراش محمد
كيما يمرض، خائفًا اتوجع

جب سب لوگوں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بستر علالت پر لٹایا کہ آپؐ کی تیمارداری کی جائے، میں اسی وقت سے خوف زدہ اور دلگیر تھا۔

حضرت عثمان غنی نے یہ شعر کہا:۔

فيا عيني ابكي و لا تسأمي
و حقَّ البكاء على السيِّد

اے میری آنکھ رو اور رونے سے نہ اکتا، آقا پر رونا روا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی ایک شعر کہا:۔

ألا طرق الناعي بليل فراعني
و ارقني لما استقر مناديا

موت کی خبر دینے والے نے رات مجھے چونکایا تو میں گھبرا گیا، اور صبح کی آذان تک میری نیند اچاٹ رہی۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی طرف یہ دو شعر منسوب کئے گئے ہیں، اور ان کی بڑی شہرت ہے:۔

۱۔ ماذا علی من شم تربة أحمد
ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

۲۔ صبت علیّ مصائب لو أنها
صبت علی الایام صرن لیالیا

۱۔ جس نے احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے قبر کی مٹی سونگھی ہے اور اگر وہ عمر بھر کوئی عطر نہ سونگھے تو اس کا کیا نقصان ہوگا؟ (یعنی عمر بھر اس کو کسی عطر کے سونگھنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی)

۲۔ مجھ پر وہ مصائب پڑے ہیں کہ اگر دن پر یہ مصائب ڈالے جاتے وہ رات میں تبدیل ہو جاتے۔

ان اشعار میں جو شعر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، وہ عاتکہ بنت عبد المطلب کے مرثیہ میں بھی ملتا ہے، جو انھوں نے اپنے والد کی وفات سے چند لمحے پہلے کہے تھے (ملاحظہ ہو سیرۃ ابن ہشام ذکر وفات عبد المطلب) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے منسوب دونوں اشعار میں کوئی ربط نہیں ہے[1]، نیز زبان اور خیال آفرینی دونوں میں تصنع ظاہر ہے، جو سیدہ پاک رضی اللہ عنہا سے بہت بعید ہے، البتہ اس کے علاوہ عربی میں پانی یا مادی شے کے ڈالے جانے کے لئے "صب" کا فعل مستعمل ہے، غیر مرئی یا خیالی چیز گرنے جیسے مصیبت وغیرہ اس کے لئے بطور استعارہ اس فعل کا استعمال فارسی کا خاصہ ہے، البتہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ

---

[1] عربی قصائد کو اردو غزل پر قیاس نہ کیا جائے قصیدے کا ہر شعر ایک دوسرے سے مربوط ہوتا ہے، جس طرح قطعات میں۔

عنہا کے حسب ذیل اشعار جو "الروض الانف" اور "نہایۃ الارب" میں نقل کئے گئے ہیں، ان کی صحت کا قرینہ غالب ہے۔

۱۔ اغبر آفاق السماء و کورت
شمس النھار و أظلم العصران

۲۔ فالأرض من بعد النبي کئیبة
أسفا علیه کثیرة الرجفان

۳۔ فلیبکه شرق البلاد و غربھا
و لتبکه مضر و کل یمان

۴۔ ولیبکه الطود المعظم جوده
والبیت ذو الأستار والارکان

۵۔ یاخاتم الرسل المبارك ضوءه
صلی علیك منزل القران

۱۔ آسمان کے سب افق غبار آلود ہیں، سورج گہن میں ہے، صبح و شام سب ہی تاریک ہیں،

۲۔ فراق پیغمبر میں غم سے زمین دل فگار ہے اور اس پر زلزلہ کی کیفیت طاری ہے،

۳۔ روئے زمین کو چاہیئے کہ ان کا ماتم کرے، قبیلۂ مضر اور تمام اہل یمن آج ماتم کریں،

۴۔ ان کی سخاوت کا ماتم بلند و پرشکوہ پہاڑ کو کرنا چاہیئے، اس گھر کو کرنا چاہیئے جس پر پردے پڑے ہیں اور جس کے کئی کونے (بنے) ہیں (یعنی بیت اللہ جس کے اوپر غلاف چڑھا ہے اور جس میں حجر اسود، رکن یمانی ہے)

۵۔ اے خاتم رسل! اے بابرکت روشنی بخشنے والے! اللہ جس نے قرآن نازل کیا ہے، آپ

پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے!

حافظ شمس الدین بن ناصر الدمشقی نے "سلوۃ الکئیب بوفاۃ الحبیب" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے چند اشعار نقل کیے ہیں، ان کی صحت کا قرینہ غالب ہے، کیونکہ بقول ابن اسحاق، عبدالمطلب کی آٹھ بیٹیاں تھیں، اور سب کی سب برجستہ شعر کہنے والی تھیں، دوسرے اس قصیدہ میں اس عصر کی سادہ فکر، بلا تصنع اظہار غم، اور زبان و ترکیب میں یکسانیت ملتی ہے، اشعار یہ ہیں:

۱۔ الا یا رسول اللہ، کنت رجاءنا
وکنت بنا برا ولم تک جافیا

۲۔ وکنت بنا رؤوفا، رحیما، نبیُّنا
لیبک علیک الیوم من کان باکیا

۳۔ افاطم صلی اللہ رب محمد
علی جَدَثٍ أمسٰی بیثرب ثاویا

۴۔ اریٰ حَسَنًا أتیمتہ وترکتہ
یبکی ویدعو جدہ الیوم ناعیا

۵۔ فدی لرسول اللہ امی وخالتی
وعمی ونفسی قصرۃ ثم خالیا

۶۔ صبرت وبلغت الرسالة صادقا
وقدمت صلب الدین ابلج صافیا

۷۔ فلو ان رب العرش أبقاك بيننا
سعدنا ولكن امره كان ماضيا

۱۹ عليك من الله السلام تحية
وادخلت جنات من العدن راضيا

۱۔ یا رسول اللہ آپ ہی سے ہماری امیدیں وابستہ تھیں، ہم پر آپ مہربان تھے، آپ سخت گیر نہ تھے

۲۔ آپ ہم پر شفقت فرمانے والے تھے، رحم فرمانے والے تھے، ہمارے نبی تھے، جس کو رونا ہو وہ آج آپ کے لئے روئے۔

۳۔ فاطمہ! محمد کا رب، اللہ اپنی رحمتیں اس قبر پر نازل فرمائے جو یثرب میں بنائی گئی ہے۔

۴۔ میں دیکھتی ہوں کہ حسن کو آپ نے یتیم کر دیا اور ان کو روتا چھوڑ کر چلے گئے وہ آج اپنے نانا کو رو رو کر پکار رہے ہیں۔

۵۔ رسول اللہ پر میرے ماں باپ، ماموں خالہ اور خود میری جان فدا ہو۔

۶۔ آپ نے صبر کیا، پیغام حق، پوری سچائی اور امانت کے ساتھ پہنچا دیا اور اصل دین کو روز روشن کی طرح تابناک بنا کر پیش کیا۔

۷۔ اگر عرش بریں کا والی آپ کو ہمارے درمیان باقی رکھتا تو ہماری خوش نصیبی تھی، اور

جب اٹھالیا تو اس کا حکم اٹل ہے۔

۸۔ اللہ کا سلام اور درود آپ پر ہو اور خوشی و خرمی کے ساتھ اس کی جنتوں میں داخل ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دوسری پھوپھی، حضرت عاتکہ بنت عبد المطلب تھیں، ان کے مرثیہ کے چند اشعار سنیئے:۔

۱۔ أعيني جودا بالدموع السواجم
على المصطفىٰ بالنور من آل هاشم

۲۔ على المصطفىٰ بالحق والنور والهدى
و بالرشد بعد المندبات العظائم

۳۔ على المرتضىٰ للبر و العدل و التقى
و للدين والاسلام بعد المظالم

۴۔ على الطاهر الميمون ذى الحلم والندى
و ذى الفضل و الداعي لخير التراحم

۵۔ أعيني ماذا بعد ما قد فجعتما
به تبكيان الدهر من ولد آدم

۱۔ اے میری آنکھو! آنسوؤں کی جھڑی لگا دو۔ بنو ہاشم کے (اس فرزند پر آنسو بہاؤ) جو ایک نور سراپا تھا، (جو نور سے منتخب کیا گیا تھا)

۲۔ اس مصطفےٰ پر آنسو بہاؤ جو حق، نور، ہدایت، راہنمائی لے کر آیا تھا اور ان باتوں کے ساتھ اس کی فیاضی اور سخاوت (سونے پر سہاگہ) تھی،

۳۔ وہ جو چُنا ہی گیا تھا کہ حُسن سلوک، عدل گستری، خدا ترسی کا نمونہ بنے، دین اور اسلام کے لئے تاریکیوں کے بعد فارق نور بنے۔

۴۔ اس ذات پر آنسو بہاؤ جو پاکیزہ ترین اخلاق کا حامل تھا، مبارک وجود تھا، حلم، سخاوت اور بردباری جس کی سرشت تھی، بڑائی اس کی فطرت میں تھی، لوگوں پر ترس کھانے، غم گساری کرنے کیلئے دوسروں کو ابھارتا تھا،

۵۔ میری آنکھو! کیا ایسے شخص کے بعد بھی اولاد آدم میں ایسا کوئی رہ جاتا ہے جس کے مرنے کا غم ہوگا؟ اور جس پر رہتی دنیا تک آنسو بہا سکے؟

# ابوسفیان کی نعت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب نے آپؐ کی وفات پر ایک مرثیہ کہا تھا، جس کے چند اشعار یہ ہیں :-

۱- ارقت و بات لیلی لا یزول
و لیل اخی المصیبة فیه طولُ

۲- و أسعدنی البکاء و ذاك فیما
اصیب المسلمون به قلیل

۳- اصبنا بالنبی وقد رزأنا
مصیبتنا فمحملها ثقیل

۴- فلم نر مثله فی الناس حیا
و لیس له من الموتی عدیل

۵- افاطم ان جزعت فذاك عذر

و ان لم تجزعی فھو السبیل

۶۔ فقبر ابیک سید کل قبر

و فیہ سید الناس الرسول

۷۔ صلاۃ اللہ من رب رحیم

علیہ لا تحول و لا تزول

۱۔ میری نیند اچٹ گئی، میری رات ختم ہونے پر نہیں آتی، مصیبت زدہ کی رات دراز ہوتی ہی ہے۔

۲۔ گریہ سے مجھے سکون ملا، مگر مسلمانوں پر جو مصیبت پڑی ہے، اس کے لحاظ سے یہ گریہ بہت معمولی ہے۔

۳۔ نبی کی جدائی کا غم پڑا ہے، اس مصیبت نے ہمیں گھیرا ہے، جس کا تحمل مشکل ہے۔

۴۔ ہم نے کسی زندہ کو اُن کے جیسا نہیں پایا، اور نہ وفات پانے والوں میں ان کا کوئی ہمسر ہے۔

۵۔ فاطمہؓ! اگر آپ ماتم کرتی ہیں تو آپ معذور ہیں، اور اگر ماتم نہ کریں تو یہ اولیٰ ہے۔

۶۔ آپ کے والد کی قبر تمام قبروں کی سردار ہے، جس کے اندر تمام انسانوں کے سردار رسول اللہ آرام فرما رہے ہیں۔

۷۔ اللہ جو مالک اور رحیم ہے، اس کی لاکھوں رحمتیں رسول اللہ پر نازل ہوں اور مسلسل لگاتار تا قیامت نازل ہوتی رہیں۔

"اسد الغابۃ" کی روایت کے مطابق حسب ذیل اشعار بھی حضرت ابوسفیان بن الحارث کے ہیں، جو انھوں نے اسلام لانے کے بعد کہے تھے۔

۱۔ لعمرك انى يوم أحمل راية
لتغلب خيل اللات خيل محمدٍ

۲۔ لكالمظلم الحيران اظلم ليله
فهذا أوانى حين اهدى فاهتدى

۳۔ هدانى هادٍ غير نفسى و دلنى
على الله ما طردته كل مطرد

۴۔ أصد و أنأى جاهدًا من محمد
و ادعى و ان لم انتسب من محمد

۱۔ تمہاری قسم جب میں وہ جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا کہ "لات" کی فوج محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی فوج پر غالب آجائے۔

۲۔ تو میں تاریکی میں پڑا ہوا حیران شخص تھا، جس کی رات تاریک ہو، مگر اب میرا وقت آگیا ہے کہ مجھے ہدایت مل رہی ہے اور ہدایت پا رہا ہوں۔

۳۔ ہدایت دینے والے (صلے اللہ علیہ وسلم) نے مجھے ہدایت دیدی ہے وہ ہادی جو میرے نفس کے علاوہ ہے، اور انھوں نے مجھے اللہ کا راستہ دکھایا وہ راستہ جس سے میں ہر طرح سے گریز کر رہا تھا،

۴۔ اب میں پوری کاوش سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کرتا ہوں اور اگرچہ اپنی نسبت محمدؐ سے نہیں کرتا ہوں مگر انہی کے گروہ میں مجھے بھی پکارا جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میں خود فخریہ طور پر نہیں کہتا پھرتا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ قریب ہوں اور میرا یہ رشتہ ہے، مگر لوگ انہی کے زمرہ میں مجھے سمجھنے لگے ہیں۔

صحابہ کرام میں سے اصید بن سلمۃ السلمی، مالک بن عوف النضری، قیس بن بحر الاشجعی

عمرو بن سبیع الرہاوی، فضالہ اللیثی، اور مازن بن الغضوبۃ الطّآمی کے اشعار "اسد الغابہ" اور "سیرۃ ابن ہشام" میں مذکور ہیں، جنہیں طوالت کے خوف سے نقل نہیں کر رہا ہوں، کیونکہ جو نمونے اوپر گذر چکے وہی عام رنگ ان تمام قصائد و قطعات کا بھی ہے جو ان صحابہ کرام نے کہے ہیں یا جو ان کی طرف منسوب ہیں۔

# ایک معمّر خاتون کی نعت

"المواہب اللدنیہ" میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسب معمول ایک رات مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت لگا رہے تھے تو ان کو ایک جھونپڑے میں روشنی نظر آئی، قریب گئے تو دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت روئی دھنک رہی ہے اور یہ گاتی جاتی ہے۔

على محمدٍ صلاة الابرار

صلى عليه الطيبون الاخيار

قد كنت قواما بكيّ بالاسحار

ياليت شعرى والمنايا أطوار

هل تجمعنى وحِبّى الدار

محمدؐ پر پاکیزہ نفوس کا درود ہو، پسندیدہ منتخب حضرات کا ان پر سلام ہو۔

میں راتوں کو جاگتی، سحر تک آنسو بہاتی رہوں، اے کاش! موت کی بھی تو شکلیں ہیں۔

کیا ہمارے حبیب ﷺ سے ہم کو دارِ آخرت ملائے گا؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، وہیں بیٹھ کر رونے لگے، پھر اٹھے اور اس ضعیفہ کو سلام کیا اور کہا پھر اپنا نغمہ سنائیے' اس ضعیفہ نے درد بھری آواز میں پھر انھیں دہرایا، حضرت فاروق رضؓ اعظم پر پھر گریہ طاری ہوا، جب ذرا طبیعت سنبھلی تو فرمایا کہ عمر کو بھی ذرا اپنی دعا میں یاد رکھئے گا' تو اس خاتون نے برجستہ ایک مصرعہ کا اضافہ کیا ؎

وعمر فاغفر له يا غفار

یعنی عمر کو اے غفار بخش دے۔

## "طلع البدر علینا"

اس دور کے مدائح کا اختتام اس مشہور قطعہ پر کرنا مناسب ہوگا جو ہجرتِ مدینہ کے موقع پر مدینہ منورہ کی لڑکیاں گا رہی تھیں، بیہقی نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ تینوں شعر ہیں۔

صاحب "البدایۃ والنہایۃ" نے دو شعر، اور ابن عساکر نے صرف پہلا شعر نقل کیا ہے البدایہ والنہایہ نے ہجرتِ مدینہ کے علاوہ غزوۂ تبوک سے واپسی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے یہ روایت کی ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے، لیکن روایت ایک ہی ہے[1]:۔

۱۔ طلع البدر علينا
من ثنيات الوداع

---

[1] البدایۃ والنہایہ ج ۳ ص ۱۱ مکتبۃ المعارف بیروت ۱۹۶۶ء وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۶۲

۲- وجب الشکر علینا
ما دعا للہ داع

۳- ایہا المبعوث فینا
جئت بالأمر المطاع

۱- پہاڑی کے اس موڑ سے جہاں سے قافلے رخصت کئے جاتے ہیں، آج چودھویں کا چاند نکل آیا ہے۔

۲- جب تک دنیا میں اللہ کا نام لیوا رہے گا ہم پر شکر ادا کرنا واجب رہے گا۔

۳- اے وہ ذات پاک جس کو ہمارے درمیان بھیجا گیا ہے، آپ واجب الاطاعت حکم لے کر آئے ہیں۔

بنی نجّار کی بچیاں دف بجا بجا کر یہ شعر گاتی تھیں:-

نحن جوار من بنی النجار
یا حبذا محمد من جار

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں، اے خوشا بخت کہ محمد آج ہمارے پڑوسی ہیں[۱]۔

فنی لحاظ سے یہ شعر بہت خوب ہے۔ پہلے مصرعہ میں 'جوار' جاریہ کی جمع باندیوں، لڑکیوں کے معنوں میں، دوسرے مصرعہ میں جار پڑوسی کے معنی میں ہے۔

---

۱؎ الیفاً ج ۵ ص ۲۳

# عصر اوّل کے بعد نعتیہ کلام کا اسلوب

عربی شعر و ادب کی تاریخ کو حسب ذیل ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے :۔

۱۔ عصر جاہلی :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اسلام کے ظہور سے پہلے جو شعراء تھے اور جن کے کلام کی شہرت تھی جیسے امرؤ القیس، نابغہ، طرفہ، عبید بن الابرص، تابطّ شرّا وغیرہ۔

ان کو جاہلی شعراء اور ان کے کلام کو جاہلی کلام کہا جاتا ہے،

۲۔ عصر صحابہ و خلفائے راشدین :۔ جن شعراء نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں شعر کہے ان کو اصطلاح میں "مخضرمین" (دو عہد کی نمائندگی کرنے والے) کہا جاتا ہے!

صحابہ کرام میں حضرت حسّان بن ثابت، کعب بن مالک انصاری، عبداللہ بن رواحہ، عباس بن مرداس، عبداللہ الزبعری، اسی دور کے شاعر ہیں۔

۳۔ عصر اموی :۔ سلطنت امویہ کے قیام ۴۰ھ مطابق ۶۶۰ء سے لیکر اس کے اختتام ۱۳۲ھ مطابق ۷۴۹ء کے عرصہ میں جو شعراء ابھرے۔ ان کو دور اموی کا شاعر کہا جاتا ہے۔

۴۔ عصرِ عباسی، ۱۳۲ھ؁ سے لیکر ۶۵۶ھ؁ مطابق ۱۲۵۸ء؁) کا زمانہ "عباسی دور" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، چونکہ حکومت عباسیہ پانچ سو برس سے زیادہ رہی، اور اس کے اندر انقلاب آتے رہے، اس لئے اس کو بھی چار ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے، تاریخ ادب عربی کے مصنفین اس پورے دور کو "عصرِ عباسی" اکثریت اور سیاسی قوت کی وجہ سے کہتے ہیں، ورنہ ادبی لحاظ سے اسی عصر کے ضمن میں اگر بغداد میں عباسی حکمرانوں کا دور تھا، تو ایران میں بویہی حکمران تھے، شام میں ہمدانی تھے، مصر و مراکش میں فاطمی اور اندلس میں اموی تھے،

۵۔ عصرِ ترکی۔ بغداد کی عباسی سلطنت جب ہلاکو کے ہاتھوں ختم ہوئی (۶۵۶ھ؁) اس کے بعد کا زمانہ مغلوں کا زمانہ، پھر ممالیک (غلاموں) کا زمانہ، اور خلافت عثمانیہ کے بعد کا عصرِ ترکی کے نام سے مشہور رہے،

۶۔ عصرِ متاخرین سے مراد ۱۸۰۰ء؁ سے ۱۸۷۵ء؁ تک کا زمانہ ہے اور اس کے بعد سے اب تک کا دور "زمانۂ حال" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جہاں تک نعت کا تعلق ہے وہ یا تو عصرِ اول میں ملتا ہے، جس کے نمونے گذشتہ صفحات میں آپ نے ملاحظہ فرمائے یا پھر شاذ و نادر عباسی دور کے آخری زمانوں میں اور اس کی ترقی، عصرِ ترکی، اور اس کے بعد کے آنے والے زمانوں میں ہوئی، لیکن ہر دور کی چند خصوصیات ہیں،

'عصرِ اول' (عصرِ نبوت و خلفائے راشدین) میں نعت، دشمنوں کی زبان بندی، ان کے ہجو کے رد اور اسلام کی عظمت کے اظہار کے لئے کہی جاتی تھی، اس عصر میں جو نعتیں کہی گئیں، ان کی زبان سادہ، ترکیب آسان اور خیالات میں کوئی گہرائی نہیں ملتی ہے، وہ سیدھے سادے سچے لوگ تھے، وہی کہتے تھے جو محسوس کرتے تھے، اور وہی محسوس کرتے تھے جس کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کرتے تھے، خیال آفرینی، مبالغہ آمیزی اور الفاظ سے بیل بوٹے بنانے کا فن

ان کو نہیں آتا تھا' ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت اور گہری عقیدت تھی، مگر اس کا اظہار اس طرح نہیں کرتے تھے کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں، صدقے ہو جاؤں، آپ کی جوتیوں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں' ہاں وہ عمل سے یہ سب کچھ کرتے تھے' بلکہ اس سے زیادہ کرتے تھے جس کو کوئی نازک خیال شاعر شاعرانہ انداز میں کہہ سکتا ہے۔

حضرت ابو دجانہ نے کوئی نعتیہ قصیدہ تو نہیں کہا لیکن غزوۂ احد کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جسم کے گھیرے میں لئے ہوئے تھے اور سارے تیر جو دشمنوں کی طرف سے آ رہے تھے اپنی پشت پر برداشت کرتے رہے تاکہ حضور اکرمؐ کے جسم اطہر پر کوئی تیر نہ لگنے پائے' قبیلہ دینار کی وہ جاں باز خاتون "ہند" کوئی شاعرہ نہیں تھیں، نہ انھوں نے کوئی قصیدہ کہا، لیکن اسی غزوۂ احد کے موقع پر ان کے شوہر، فرزند اور بھائی سب کام آ گئے تھے، جب یہ افواہ انہوں نے سنی کہ حضور اکرم بھی شہید ہو گئے ہیں تو بے تابانہ میدان جنگ میں پہنچ گئیں اور حضور اکرم کو پوچھنا شروع کیا، لوگوں نے کہا کہ یہ آپ کے شوہر کی لاش ہے، کسی نے بتایا یہ آپ کے لڑکے کی لاش ہے، کسی نے بھائی کی لاش دکھائی مگر وہ ہر مرتبہ یہی پوچھتی رہیں کہ بتاؤ حضورؐ کہاں اور کیسے ہیں، جب وہ حضور اکرم کے سامنے لا کر کھڑی کی گئیں تو بے ساختہ پکار اٹھیں،

"کل مصیبة بعدك یا رسول اللہ جَلَل" آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت یا رسول اللہ آسان (قابل برداشت) ہے۔ جہاں تک شاعری کا تعلق ہے' اس کے نمونے آپ نے دیکھے' ان کی خصوصیت یہ ہے کہ زبان سادہ ہے' ترکیب سلجھی ہوئی' معانی بے تکلف' اور رواں ہیں، خیال آفرینی نہیں ہے' حضرت عبداللہ الزبعریؓ' اور حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب کی نعتیں پھر سے دیکھئے یہی اس دور کی صحیح نمائندہ شاعری ہے۔

عصر اموی میں یوں تو شعراء بے شمار ہوئے' عام طور سے مؤرخین صرف دس بارہ شعراء

کا نام لیتے ہیں، لیکن ڈاکٹر عمر فروخ نے جو ایک معاصر مصنف ہیں، اپنی کتاب "تاریخ الادب العربی (۳ جلدیں) میں عہد اموی کے ۹۰ شعراء کے نام اور تراجم معہ نمونۂ کلام کے جمع کیا ہے، مگر افسوس کہ یہ دور اسلامی قدروں کے انحطاط کا زمانہ تھا، اکثر شعراء، شراب و تغزل کی طرف مائل تھے اور انھیں کی پرورش سرکاری خزانے سے ہوتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کہنا کوئی پسندیدہ امر نہ تھا بلکہ خطرے سے خالی نہ تھا کیونکہ بالواسطہ اس قسم کے اشعار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افراد خاندان سے لوگوں کی عقیدت و محبت میں اضافہ ہوتا اور وہ حکمران خاندان کے سیاسی حریف تھے۔ فرزدق نے ہشام بن عبدالملک کے تجاہل عارفانہ پر ایک قصیدہ حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شان میں کہدیا تھا جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نسبی تعلق کا ذکر تھا اور یہ بیان تھا کہ یہ وہ ہیں جو اکرم الخلق کے نواسے زادے ہیں، تو اسی پر فرزدق کو گرفتار کر لیا گیا تھا[1]

لیکن اموی دور اس لحاظ سے قابل تعریف ہے کہ اس میں عربیت اپنی خالص جاہلی روایات پر قائم رہی، اور زبان میں عجمی اثرات داخل نہیں ہوئے۔

عباسی دور کی ابتدا میں بھی زبان کی حفاظت کی گئی، مگر چوتھی صدی سے اہل ایران کے فارسی اثرات نے زبان کو رنگین بنادیا، یعنی نازک خیالی، تملّق اور خیالی محبت اور رقابت کے مضامین آنے لگے، لفظی تکلفات، آداب و القاب کی کثرت، سیدھی بات کو گھما پھرا کر کہنا یہ سب عربی ادب میں داخل ہوگیا۔ چھٹی صدی ہجری کے بعد تو عربی شعر و ادب کا رنگ عصر اول اور اموی دور سے اس درجہ مختلف ہوگیا کہ بغیر صنائع و بدائع، رنگ آمیزی، ملمع کاری کے شاعری کو شاعری ہی نہیں سمجھا جاتا تھا، متاخرین و معاصرین نے پھر سے قدیم عربی کی طرف رجوع کیا، لیکن فارسی کے

---

[1] تاریخ الادب العربی ج ۱ الادب القدیم ص ۶۶۳،

اثرات کی جگہ مغربی زبانوں کے ادب سے عربی متأثر ہوگئی جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، البتہ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی وجہ سے عربی نحو و صرف کی پابندی ہر دَور میں باقی رہی ،

آئندہ صفحات میں آپ عباسی دَور کے دو شاعر ابوالعتاہیہ اور قطرب کی نعتوں کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں گے، جن کا اسلوب قدیم اسلوب سے مختلف نہیں ہے، لیکن اس دَور کے بعد چھٹی اور ساتویں صدی کے شعراء کی نعتوں میں آپ بیّن فرق محسوس کریں گے، وہاں دل سوزی، محبت، فنائیت اور فدویت کے مضامین کی کثرت ہے۔

# ابوالعتاہیہ کی نعت

عصر عباسی کے ممتاز شعرا میں ابوالعتاہیہ کا شمار ہوتا ہے۔ ان کا پورا نام ابوالعتاہیہ اسماعیل بن القاسم تھا، اموی حکومت کے زوال سے دو سال پہلے ۱۳۰ھ ہجری ان کا سنِ پیدائش ہے، ۲۱۱ھ میں وفات پائی (۷۴۸ء۔ ۸۲۶ء)

کوفہ کے قریب "عین التمر" نامی گاؤں، ان کا وطن تھا، سخت افلاس اور تنگی میں پرورش پائی، کمہاری کا پیشہ کرتے تھے، مگر علم و ادب کا چسکہ تھا، اور شعر گوئی کی طرف طبیعت مائل تھی۔ یہی بات ان کی شہرت و مقبولیت کا سبب بنی، مہدی عباسی کے زمانہ میں بغداد پہنچے مہدی کی ایک باندی "عُتْبَہ" ان کی غزلوں کا موضوع بن گئی، مگر "عُتْبَہ" کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ ابوالعتاہیہ غزل و نسیب کو چھوڑ کر "مولویانہ قسم" کی شاعری کرنے لگے، درحقیقت اسی باندی (عتبہ) کی بے وفائی یا بے رخی نے ابوالعتاہیہ کو زاہدانہ مضمون اور دنیا سے بے رغبتی کی طرف مائل کیا۔ بہرحال یہ غنیمت ہے کہ عصر عباسی کے شعرا کی طویل فہرست میں ایک دو نام ایسے نظر آجاتے ہیں جنہوں نے نعت پر قلم اٹھایا ان میں ابوالعتاہیہ اپنی شہرت کے لحاظ سے ممتاز ہیں۔[۱]

---

دیوان ابوالعتاہیہ تحقیق ڈاکٹر شکری فیصل، مطبع جامعہ دمشق ۱۹۶۵ء

ابوالعتاہیہ کی نعتیں دراصل ان کے طویل قصائد سے منتخب کی گئی ہیں، ایک قصیدہ میں کہتے ہیں:۔

۱۔ يا بني آدم ، صونوا دينكم
ينبغي للدين أن لا يطرح

۲۔ و احمدوا الله الذى أكرمكم
بنبيّ قام فيكم ، فنصح

۳۔ بنبيّ فتح الله بـه
كل خير نلتموه و شرح

۴۔ مرسل لو يوزن الناس بـه
في التقى و البر شالوا ورجح

۵۔ فرسول الله أولى بالعلى
و رسول الله أولى بالمدح

۱۔ لوگو! اپنے دین کو بچاؤ۔ دین کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے،

۲۔ خدا کا شکر کرو جس نے تمہیں ایک پیغمبر بھیج کر عزت دی، جس نے تمہارے درمیان کھڑے ہوکر خیر خواہی کی بات کہی۔

۳۔ ایسے پیغمبر کے ذریعہ تمہیں سرفراز کیا جس کے ہاتھوں اللہ نے تمہارے لئے ہر خیر و برکت کا دروازہ کھول دیا، جس کو تم نے حاصل کر لیا اور اس نبیؐ نے اس کو کھول کر بتا دیا۔

۴۔ وہ ایسے فرستادہ (پیغمبر) ہیں کہ اگر دنیا کے سارے انسانوں کو ایک پلڑے پر رکھا جائے اور ان کو ایک دوسرے پلڑے پر تو ان کا (یعنی رسول کا) پلڑا بھاری رہیگا اور ساری دنیا کا

پلڑا ہلکا ہوگا۔

۵۔ رسول اللہ سب سے زیادہ ستائش اور مدح کے اہل ہیں، رسول اللہ سب سے زیادہ تعریف کے مستحق ہیں،

ابوالعتاہیہ کے ایک دوسرے قصیدہ کے منتخب اشعار:۔

۱۔ سلام على قبر النبي محمد
نبيّ الهدى، والمصطفىٰ والموئل

۲۔ نبي هدانا الله بعد ضلالة
به، لم نكن لولا هداه لنهتدي

۳۔ فكان رسول الله مفتاح رحمة
من الله أهداها لكل موحد

۴۔ وكان رسول الله افضل من مشىٰ
على الأرض، إلا أنه لم يخلد

۵۔ شهدت على أن لا نبوة بعده
وأن ليس حي بعده بمخلد

۱۔ سرور عالم، ہادی رسل، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر سلام۔

۲۔ اس نبی پر سلام جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ پر لگایا، اگر وہ نہ ہوتے تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے،

۳۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رحمت الٰہی کی کلید تھے، وہ کلید جو ہر صاحب ایمان موحد کو عطا کی گئی ہے،

۴۔ روئے زمین پر آج تک جن لوگوں کے قدم پڑتے ہیں ان میں رسول اللہ سب سے برگزیدہ اور افضل تھے، البتہ یہ حقیقت ہے کہ وہ ہمیشہ رہنے کے لئے دنیا میں نہیں آئے تھے، (یعنی حی وقیوم صرف اللہ کی ذات ہے)

۵۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور یہ کہ کوئی ذی روح ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں ہے (یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ نے اٹھالیا تو پھر کون ہے جس کو موت سے رستگاری ہوسکتی ہے)

ابو العتاہیہ کا ایک مزید قطعہ سنئے:

۱۔ على رسول الله منى السلام
ما كان إلا رحمة للأنام

۲۔ أحيا به الله قلوبا كما
أحيا موات الأرض صوب الغمام

۳۔ أكرم به للخلق من مبلغ
هاد، و للناس به من إمام

۴۔ و أصبح الحق به قائما
و أصبح الباطل دحض المقام

۵۔ كان رسول الله يدعو إلى
مدرجة الحق و دار السلام

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام ہو، آپ سارے جہان کے لئے سرتاپا رحمت تھے،

۲- اللہ نے آپؐ کے ذریعہ انسانوں کے مردہ قلوب کو اس طرح زندہ کر دیا جس طرح تیز بارش کے بعد خشک (مردہ) زمین زندہ (ہری بھری) ہو جاتی ہے،

۳- خلق خدا کے لئے کتنے عظیم المرتبت، دعوت حق کے پہنچانے والے ہیں اور لوگوں کے لئے کتنے بڑے رہنما ہیں (یعنی آپؐ کی قدر و منزلت کی کوئی انتہا نہیں ہے)

۴- حق آپ کی بدولت قائم و دائم ہو گیا، باطل آپؐ کی وجہ سے پسپا ہو گیا،

۵- رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) راہِ حق اور سلامتی کی منزل کی طرف دعوت دیتے تھے،

ابو العتاہیہ کے حسب ذیل قطعہ میں عباسی دور کی شاعری کی مکمل نمائندگی ملتی ہے:-

۱- وأفضل هدي هدىً سَمْتِ محمدٍ
نبيٍ تنقاه الإله لدينه

۲- عليه السلام، كان في النصح رحمة
وفي بره بالعالمين ولينه

۳- إمام هدى، ينجاب عن وجهه الدجى
كأن الثريا علقت بجبينه

۱- سب سے بہتر رہنمائی، محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جہت کی طرف رہنمائی ہے، جس کو اللہ نے اپنے دین کے لئے چُن لیا ہے،

۲- اللہ کی ان پر سلامتی ہو، وہ خیر خواہی میں سرتاپا رحمت تھے، اور ہر ایک کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں اور حسن سلوک میں آپ اپنی مثال تھے،

۳- رہنمائی میں امام تھے، آپؐ کے چہرۂ انور سے تاریکی اس طرح دور ہوتی تھی جیسے ثریا (ایک روشن ستارہ) آپؐ کی جبین مبارک پر ٹکا ہوا ہے،

# قطرب کی نعت

عہد عباسی کے ایک معتزلی عالم ابو علی محمد بن المستنبر بن احمد تھے، قُطرب عرفیت تھی (متوفی ۲۰۶ھ) نحو میں سیبویہ کے شاگرد تھے، معتزلہ کے رنگ میں ایک تفسیر بھی لکھی ہے، ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ عربی کے ایسے سہ حرفی الفاظ ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں جن کے پہلے حرف کو زیر یا زبر یا پیش دے کر تینوں طرح سے پڑھا جا سکتا ہے اور ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ معانی ہیں، اس کتاب کا نامؒ کتاب المُثَلَّث ہے۔ معجم الادبا میں ان کی ایک نعت نظر سے گزری جو حسب ذیل ہے:۔

۱۔ إليكَ ۔ رسولَ اللّٰه ۔ مِنّا تَحِيَّـةُ
و صلى عليكَ العابدُ المُتَهَجِّدُ

۲۔ فأنت رسولَ اللّٰهِ هادٍ و مهتدٍ
نبيُّ هُدىً ، لِلانبياءِ مُؤيَّدُ

۳۔ وقد قال (حسّانُ) و فى الشعر شاهد
تُجَدِّدُه الايامُ، يروى و يُنشَدُ

٤- أغرُّ عليه للنبوّةِ خاتمٌ
مِنَ اللهِ مَشْهُودٌ يَلُوحُ وَيَشْهَدُ

٥- و أعطاه من لفظ اسمه، لِيُجِلَّه
فذو العرش محمودٌ و هذا مُحَمَّدُ

٦- نقلتُ شَبيهًا بِالّذى قال، إنّنى
به مُؤمِنٌ حَقًّا، لِرَبِّىَ مُوَحِّدُ

٧- فلا يُقْبَلُ التوحِيدُ إلا بِذِكْرِهِ
لِيَقْرِنَه عند النداء الموحِّدُ

٨- و ما جاء يدعونا بغير دَلالةٍ
وَ لكن بآيات تَدُلُّ و تَشْهَدُ

٩- وَ مِن ذاكَ جِذعٌ حَنَّ شوقًا الى الرضى
فما نال ساعات يَمسلُ، و يُسْنَدُ

١٠- و قد سمعوا صوتا من الجذع بَيِّنًا
فيا عَجَبا مِمَّن يَشُكُّ وَيَلْحِدُ!

١١- و مِنْ ذاك شاةٌ خِلْوَةُ الضَّرْعِ مَسَّها
فَدَرَّتْ بِغَزْرٍ حافِل يَتَزَبَّدُ

١٢ فقامَ إليها الحالبانِ، فأُتْرِعا
أَوَانيْهما، وَ الضَّرْع رَيّانُ وأبْرَدَ

١٣- يَدٌ مَسَّتِ الأطباءَ طابَتْ وبورِكَتْ

مؤيدةً باللهِ، وهو المؤيَّدُ

١٤- مُطَهَّرُ التركيبِ من كل آفةٍ
مباركةُ الأفعالِ، ما مِثْلُها يَدُ

١٥- وسار إلى البيتِ المُقَدَّسِ لَيْلَةً
مَسِيرَة شَهْرٍ وَارِدًا لَيْسَ يُطْرَدُ

١٦- يُخَبِّرُ بالعِيرِ الَّتِي فى طَرِيقِهِ
لِيُوقِنَ أهلُ الشِّرْكِ ذَاكَ فَيَسْعَدُوا

١٧- وَمِنْ ذَاكَ أخبارٌ عن الغَيبِ قالَها
يُعَايَنُ مِنه الصِّدْقَ فِيها وَيُوجَدُ

١٨ تَسَوُّدُهُ باللهِ إذ كان وَحيُهُ
إليه، وهل فوق النُّبُوَّةِ سُؤْدُدُ؟

١٩- فأُوفى إليه اللهُ من علمه به
وقد كانت الأصنامُ إذ ذاك تُعْبَدُ

٢٠- فَأَظْهَرَ بالإسلامِ دعوةَ صادقٍ
فَضَلَّ لَهُ قومٌ، وقومٌ بِهِ هُدُوا

٢١- تُسَلِّمُ أحجارٌ عليه فَصيحةً
إذا ما خَلا فى حَاجَةٍ يَتَفَرَّدُ

٢٢- وَيَسمَعُ مِنْ أصواتِها فى طريقِهِ
تُمَجِّدُهُ، إن النَّبِيَّ مُمَجَّدُ

۲۳- وانشأ رُبي مُزْنَةٍ فَوقَ رأسه
رآها "بحيرا" الرّاهِبُ المُتَعَبِّدُ

۲۴- تُظَلِّلُهُ مِنْ كُلِّ حَرٍ يُصِيبُهُ
تُقِيم عَليه ما أقَامَ فَيَرْكُدُ

۲۵- وَ إن سار، سارَتْ لَا تُفَارِق رأسَه
فقال لهم: "هذا النبی محمدٌ"

۲۶- حليمٌ رحيم لَيِّنٌ متواضعٌ
سَخِيٌّ حَيِيٌّ، عابدٌ متزهّدٌ

۲۷- وكان رسولُ اللّٰهِ فَوْقَ صِفَاتِنَا
يقصر فِيه مَن يقولُ، نَيَجْهَدُ

۱- آپ پر یارسولِ خدا میرا اسلام اور عابد شب زندہ دار کا آپ پر درود ہو،

۲- یارسول اللہ! آپ ہادی ہیں، ہدایت یافتہ ہیں، پیغمبرِ ہدایت ہیں، انبیائے کرام کے مؤید ہیں،

۳- حسان نے کیا خوب کہا ہے (- اور اشعار میں جو بات کہی جاتی ہے وہ دلیل بن جاتی ہے، ہر زمانے میں اس کی تجدید ہوتی ہے، لوگ اس کو بار بار پڑھتے اور ایک دوسرے کو سناتے ہیں)

۴{ "نبوت کا نگینہ جو اللہ کا عطیہ ہے آپ کو زیب دیتا ہے، وہ دمک رہا ہے، دیکھا جا رہا ہے اور آشکارا ہو رہا ہے،

۵- خدائے پاک نے اپنے رسول کی قدر افزائی اس طرح کی کہ اپنے نام سے اُن کا نام نکالا۔ صاحبِ عرش محمود (تعریف کیا ہوا، اللہ کی صفت) ہے اور یہ محمّد ہیں" }

۶۔ میں نے بھی کچھ کہا ہے، جو حسان ہی کے شعروں کی مانند ہے (اور کیوں نہ ہو) میں انؐ پر ایمان رکھتا ہوں اور اپنے رب کی وحدانیت کو مانتا ہوں،

۷۔ اور توحید۔ قابل قبول اسی وقت ہوگی جب رسول اللہؐ کا ذکر بھی اس کے ساتھ ہو، اس لئے ایک موحّد اذان دیتے وقت ذکر رسول کو ندائے توحید کے ساتھ شامل کرتا ہے۔

۸۔ (رسول اللہؐ) ہمیں دعوت حق دینے بلا دلیل کے نہیں آئے، بلکہ اپنی نشانیاں (معجزات) لے کر آئے جو (آپ کی نبوت) کی علامت ہیں اور گواہی دیتی ہیں،

۹۔ انہی معجزات میں سے وہ ستون ہے جو آپؐ کے اشتیاق میں بے تاب ہو گیا اور گھنٹوں گرتا رہا اور اس کو لوگ اپنی جگہ پر جاتے رہے،

۱۰۔ اور لوگوں نے اس کے رونے چیخنے کی آواز کو صاف طور سے سنا، — اس پر بھی کوئی شک کرے یا کج روی اختیار کرے تو اس پر حیرت ہے،

۱۱۔ اور انہی معجزات میں سے وہ بکری ہے جس کے تھن دودھ سے خالی تھے، آپؐ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا، تو دودھ کے دھارے اس تیزی اور کثرت سے اُبل پڑے کہ برتنوں سے جھاگ نکلنے لگی،

۱۲۔ چنانچہ دونوں دودھنے والے گئے اور اپنے اپنے برتنوں کو دودھ سے بھر لیا، پھر بھی تھن تر و تازہ اور ٹھنڈے ہی رہے،

۱۳۔ وہ دست مبارک جس نے مٹی کو بھی چھو دیا تو وہ پاکیزہ ہو گئی، اس میں برکت آگئی، اس ہاتھ کو اللہ نے قوت بخشی اور وہؐ خود ہی اللہ کی تائید سے سرفراز تھے،

۱۴۔ وہ دست مبارک سراپا طہارت ہر عیب سے پاک، جس سے باعثِ برکت اعمال ہمیشہ صادر ہوتے، اس کا ہمسر کسی کا ہاتھ نہیں۔

۱۵- اور آپؐ راتوں رات بیت المقدس کی طرف چلے، جو راستہ ایک ماہ میں طے ہوتا۔
(آپؐ نے پلک جھپکتے طے کر لیا) اور ایک باعزت اور باوقار مہمان کی طرح گئے جس کوٹالا نہیں جاتا

۱۶- (پھر آ کر آپؐ اس قافلہ کی خبر دیتے ہیں جو راستے میں ملا تھا تاکہ مشرکوں کو یقین آئے
اور انہیں اطمینان قلب حاصل ہو،

۱۷- آپ کے معجزات میں غیب کی خبریں، جس کی صداقت ہمیشہ آنکھوں سے دیکھی گئی
اور برملا پائی گئی،

۱۸- لہذا آپؐ کی فضیلت، اللہ کی عطا کردہ فضیلت ہے، جس نے آپ پر وحی بھیجی،
کیا نبوت سے بلند بھی کوئی بڑائی ہو سکتی ہے؟

۱۹- اللہ نے اپنے علم سے آپؐ کو بھرپور حصہ دیا، اور اس وقت جب کہ بتوں کو پوجا جاتا تھا۔

۲۰- اسلام کے ذریعہ آپؐ نے دعوت حق و صداقت کو پیش کیا، کچھ لوگ گمراہ رہے، اور کچھ
لوگوں نے ہدایت پائی،

۲۱- آپ کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ پہاڑوں کی اوٹ میں تنہا اپنی کسی
ضرورت کے لئے ہوتے تو پہاڑوں کے پتھر آپ کو سلام عرض کرتے۔

۲۲- آپؐ آتے جاتے ان کی آواز سنتے کہ وہ آپ کی ستائش کر رہے ہیں، کیوں نہ ہو، پیغمبر
عظمت کا پیکر ہوتا ہی ہے،

۲۳- بادل کا ایک ٹکڑا آپ کے سر پر سایہ فگن تھا، جس کو بحیرا نے دیکھا تھا، جو کہ ایک
زاہد اور عبادت گزار شخص تھا،

۲۴- (بحیرا نے دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا) آپ کو گرمی سے بچانے کے لئے سایہ دیتا ہے
اور جہاں ٹھہرتے ہیں ٹھہر جاتا ہے۔

۲۵۔ اور جب چلتے ہیں، تو ساتھ ساتھ چلتا ہے، چنانچہ بحیرا راہب نے یہ دیکھ کر لوگوں سے کہہ دیا: یہ ہیں پیغمبر محمدؐ۔

۲۶۔ بردبار، رحم دل، نرم خو، منکسر مزاج، سخی، بندہ نواز، عبادت گزار، دنیا سے بے نیاز،

۲۷۔ رسول اللہؐ، ہماری ان تعریفوں سے کہیں زیادہ بلند تھے، آپ کی تعریف کرنے والا ہزار کوشش کے بعد بھی حق ادا کرنے پر قادر نہیں ہوتا،

# قصیدۂ بردہ

علامہ بوبصیری جن کا پورا نام محمد بن سعید ہے، ساتویں صدی ہجری کے ایک مصری شاعر اور طریقۂ شاذلیہ کے صاحبِ نسبت واجازت صوفی بزرگ تھے، مصر کے علاقہ بنی سویف میں ابوصیر ان کی ددھیال اور دلاص ننھیال تھی، ابوصیری اسی گاؤں کی طرف نسبت ہے، جو مخفف ہو کر ابوصیری سے بوصیری رہ گیا۔

ان کی ولادت دلاص میں ۶۰۸ھ اور وفات اسکندریہ میں ۶۹۷ھ میں ہوئی نعت نبوی ان کی شاعری کا موضوع تھا، "قصیدہ بردہ" کے علاوہ بھی ان کی متعدد نعتیں ہیں، خاص طور سے ان کا "قصیدۂ ہمزیہ" بہت مقبول عام قصیدہ ہے، اس کے علاوہ "قصیدہ بانت سعاد" کی زمین میں ایک طویل قصیدہ علامہ نبہانی نے نقل کیا ہے، جس کا مطلع ہے۔

الی متی انت باللذات مشغولُ
و انت عن کل ما قدمت مسئولُ

یعنی تم کب تک لذت اندوزی میں مشغول رہو گے، حالانکہ جو کچھ اس دنیا میں کرو گے

اس کے تنہا ذمہ دار تم ہی ہوگے۔"

ان کے کلام کا مجموعہ مطبوعہ اور قلمی دونوں موجود ہے، پورا دیوان نعتیہ کلام پر مشتمل ہے، ہر قصیدہ روایتی تشبیب سے شروع ہوتا ہے، اور ہر حرف تہجی میں ان کا قصیدہ نعتیہ موجود ہے

صاحب "فوات الوفیات" نے ان کا ایک اور قصیدہ نقل کیا ہے، جس میں علامہ بوصیری نے "شکوہ" بہ بارگاہ رب العالمین پیش کیا ہے، مصر کی اجتماعی حالت پر اس قصیدہ سے روشنی پڑتی ہے، علماء کی بے حسی حکام کی خدا سے بے خوفی اور جرأت، اہل کاروں کی رشوت خوری، محرمات کا عام ہونا، فرائض کی ادائیگی سے جان چرانا، اس قصیدہ کے مضامین ہیں، جو بہت لطیف انداز میں طنز کے پیرایہ میں نظم کئے گئے ہیں، اور آخر میں اللہ سے فریاد کی ہے کہ وہی اصلاح فرمائے، اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

نقدت طوائف المستخدمینا

فلم أرَ فیھم حرّاً أمینا

لیکن ان کی شہرت و مقبولیت کا سبب "قصیدۂ بردہ" ہے، جس کے متعلق یہ روایت ہے کہ ان کے جسم کے نصف حصہ پر فالج گر گیا تھا، اس حال میں انھوں نے یہ قصیدہ لکھا تھا، خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، اور آپؐ نے ان پر اپنی چادر ڈال دی اور دست مبارک ان کے رخسار اور سر پر پھیرا، جب بیدار ہوئے تو اپنے فالج شدہ حصۂ جسم میں نشاط محسوس کیا اور فالج کا اثر ختم ہو گیا، صبح کو کہیں جا رہے تھے کہ کوئی فقیر ملا اس نے کہا کہ بوصیری! وہ قصیدہ لاؤ جو تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت میں کہا ہے، بوصیری نے اس قصیدہ کا حال کسی کو نہیں بتایا تھا، مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ پر یقین تھا اس لئے انھوں نے اس فقیر سے یہ بات سن کر تعجب کا اظہار نہیں کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا، مگر

خود اس نتیہ نے کہا کہ میں نے رات دیکھا کہ تم آنحضرت کی مجلس شریف میں اپنا قصیدہ سنا رہے ہو، اور حضور پر وجد کی کیفیت طاری ہے، چنانچہ اس قصیدہ کی شہرت اس فقیر کے ذریعہ ہوئی، اس قصیدہ کا عنوان علامہ بوصیری نے "الکواکبُ الدُّریّہ فی مدح خیر البریّۃ" رکھا تھا، لیکن اپنی مقبولیت کی وجہ سے "قصیدہ بردہؔ" کے نام سے مشہور ہوگیا، بعض لوگوں نے کعب بن زہیر کے "قصیدہ بردہ" اور اس قصیدہ کے درمیان تمیز کرنے کے لئے بوصیری کے قصیدہ کو "بردہ منامیہ" بھی کہا ہے، کیونکہ بوصیریؒ کو عالمِ رویا میں بردہ مرحمت فرمایا گیا تھا، عوام میں مشہور ہے کہ شیخ بوصیریؒ جب خواب سے بیدار ہوئے تو انھوں نے بردۂ مبارکہ موجود پایا جو خواب میں ان کو مرحمت فرمایا گیا تھا، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے، اور نہ کسی معتبر تاریخ میں کہی گئی ہے، لیکن جو بات صحیح ہے وہ یہ کہ یہ قصیدہ جس درجہ مقبول ہوا اس درجہ قصیدہ "بانت سعاد" کو بھی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی، لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے، اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی شرح لکھتا رہتا ہے، سینکڑوں (بلا مبالغہ) قصیدے اس زمین پر کہے جا چکے، پچاسوں تضمینیں اور مُشطّر، مخمّس، مسدس، مسبّع، اور معشّر کہے گئے۔

اس قصیدہ کے عرب شارحین کی فہرست میں حسب ذیل نمایاں نام ہیں:۔

۱۔ ابن الصائغ م سنہ ۷۷۶ھ

۲۔ علی بن محمد قلصائی م سنہ ۸۹۱ھ

۳۔ شہاب الدین ابن العماد، م سنہ ۸۰۸ھ

۴۔ علاء الدین بسطامی م سنہ ۸۷۵ھ

۵۔ یوسف بن ابی اللطف القدسی م سنہ ۱۰۰۰ھ

۶۔ یوسف البسطامی۔ نویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں، سن وفات مذکور نہیں ہے،

۷۔ ملا علی قاری م ۱۰۱۴ھ

۸۔ شیخ زادہ محی الدین۔ تاریخ وفات لامعلوم، لیکن ان کی شرح کے قدیم نسخہ پر تاریخ تصنیف ۹۴۹ھ مذکور ہے۔

۹۔ جلال الدین المحلی م ۸۶۴ھ (تفسیر جلالین کے ایک حصہ کے مصنف)

۱۰۔ محمد بن احمد المرزوقی م ۸۸۱ھ (شارح حماسہ)

۱۱۔ عبدالحق بن عبدالفتاح (بارہویں صدی ہجری)

۱۲۔ محمد المصری (گیارہویں صدی ہجری)

۱۳۔ زکریا الانصاری م ۹۳۶ھ

۱۴۔ عمر الخربوتی (تیرہویں صدی ہجری)

۱۵۔ علامہ قسطلانی (شارح بخاری) م ۹۲۳ھ

۱۶۔ محمد بن مصطفیٰ المورنی (تیرہویں صدی ہجری)

۱۷۔ محمد عثمان المرغنی (تیرہویں صدی ہجری)

۱۸۔ شیخ حسن العدوی الحمزاوی ۱۳۰۳ھ

۱۹۔ الباجوری ۱۲۷۶ھ

اس کے علاوہ دارالکتب المصریہ میں متعدد شرحیں ہیں، جن کے مصنفین کے نام درج نہیں ہیں اس کی تضمین کرنے والوں میں سے ایک شیخ قاسم ہیں (جن کے احوال حیات معلوم نہیں)

تضمین کا مطلب عربی میں یہ ہے کہ ہر مصرعہ کے جزو اول یا آخری جزء کو تبدیل کر دیا جائے:۔

امن تذکر اوطانٍ علی علم
ام من تفقد جیران بذی سلم
مزجت دمعا جری کالقطر منهمرا
یجری علی وجنة من مقلة بدم

اس کی تشطیر (ہر مصرع پر ایک گرہ لگانا) کرنے والوں میں ایک احمد بن شرقاوی[1] م ۱۳۵۰ھ ہیں، فرماتے ہیں ؎

امن تذکر جیران بذی سلم
تصبّب الدمع یجری حالی الدیم
امن تفتت قلب فی الحشا شغفا
مزجت دمعا جری من مقلة بدم

اور احمد بن عبدالوہاب الجرجاوی م ۱۲۵۴ھ نے بھی گرہ لگائی ہے۔

امن تذکر جیران بذی سلم
أصبحت ذا خلد بالوجد مصطلم

احمد بن عثمان العوامی کی گرہوں کے دو شعر یہ ہیں:۔

امن تذکر جیران بذی سلم
جزمت انك مقصور علی الالم
و عندما هاجتِ الذکری ولوعتها
مزجت دمعا جری من مقلة بدم

---

[1] مصر کے بہت بڑے صوفی بزرگ تھے، قادری نسبت رکھتے تھے، ان کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

رمضان حلاوہ مصری م ۱۳۰۱ھ کہتے ہیں :۔

امن تذکر جیران بذی سلم
لبست ثوبًا من الاشواق والالم
امن عیون ظباء بالعقیق بدت
مزجت دمعا جری من مقلة بدم

ان کے علاوہ ابوالہدیٰ الصیادی[1]، احمد الحفظی، عبد الرحیم الجرجاوی، محمد فرغلی الطہطاوی کی تضمینوں کے نمونے بھی ڈاکٹر زکی مبارک نے اپنے مجموعہ میں نقل کئے ہیں۔

مصر کے شاہی دور کے ایک وزیر عبد العزیز بک محمد کی تضمین کا مطلع ہے :۔

امن تذکر جیران بذی سلم
فاضت شئونك ملتاعا لبينهم
امن فوارك مكلوما لوحشتهم
مزجت دمعا جرى من مقلة بدم

جن لوگوں نے اس قصیدہ کی تخمیس کی ہے، اور جو دار الکتب المصریہ میں محفوظ ہیں، وہ بقول زکی مبارک ۶۹ ہیں۔

اس کی تسبیع کرنے والوں میں شہاب الدین احمد بن عبد اللہ المکی اور محمد المصری ہیں، احمد بن عبد اللہ مکی کی تسبیع میں یہ اہتمام ہے کہ ہر بند کا پہلا لفظ اللہ ہے، اور محمد المصری کے ہر بند کا پہلا لفظ محمدؐ ہے، مثلاً احمد بن عبد اللہ مکی فرماتے ہیں :۔

---

[1] سلطان عبد الحمید خاں کے شیخ و مرشد، حلب کے رہنے والے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اللهُ یعلم کم بالقلب من الم

و من غرام باحشائی و من سقم

علی فراق فریق حل فی الحرم

فقلت لما همی دمعی بمنسجم

علی العقیق عقیقا غیر منسجم

امن تذکر جیران بذی سلم

مزجت دمعا جری من مقلة بدم

محمد مصری کی تسبیع جس کے ہر مطلع کی ابتدا ر محمدؐ سے ہوتی ہے، اس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

محمدؐ جاء بالآیات والحکم

مبشرًا و نذیرًا جملة الامم

تعشیر کرنے والے زیادہ نہیں ہیں، دار الکتب المصریہ میں ایک قلمی تعشیر ہے جس کے مصنف کا نام پتہ معلوم نہیں (زکی مبارک)

مصر کے مشہور شاعر احمد شوقی نے بھی اس کا معارضہ کیا ہے جس کا نام "نہج البردہ" رکھا ہے، اس کا مطلع ہے:۔

ریم علی القاع بین البان والعلم

أحل سفك دمی فی الاشهر الحرم

معاصرین میں شیخ احمد الحملاوی مرحوم ازہر کے ایک مدرس تھے، انھوں نے "منہاج البردہ" کے عنوان سے معارضہ کیا ہے جس کا مطلع یہ ہے:۔

یاغافر الذنب من جودٍ و من کرم
و قابل التوب من جان و محترم
و مسبل الستر إحسانًا و مرحمةً
علی العفاۃ ، بفیض الفضل و الکرم
اقبل متابی و اغفر ما جنته یدی
و استر عیوبی و باعدنی عن التہم

کچھ لوگوں نے قافیے بدل کر اسی زمین میں اس مضمون کو دوسرے الفاظ میں نظم کیا ہے، جن میں ابن جابر الاندلسی اور ابو جعفر احمد بن یوسف الغرناطی کے نام مشہور ہیں، پھر ان کے قصیدوں کی شرح کرنے والوں اور ان کی تخمیس و تسدیس کرنے والوں کے ناموں کی فہرست طویل ہے راقم الحروف کے پاس باجوری کی شرح ہے، جس میں ہر شعر کے فوائد مذکور ہیں، مثلاً اس قصیدہ کے پہلے تین شعر کو کاغذ پر لکھ کر سرہانے رکھا جائے تو بخار دور ہو جائے گا، اور فلاں شعر کے ورد سے روزی بڑھے گی، اور فلاں شعر کو لکھ کر گھول کر پی لیا جائے تو اس سے بیماریاں دور ہوں گی گویا اس قصیدہ کا ہر شعر تعویذ کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ عربی کے علاوہ اس قصیدہ کے ترجمے مختلف زبانوں میں ہوئے ہیں، زکی مبارک نے بعض فرنچ اور جرمن ترجموں کا حوالہ دیا ہے۔

# قصیدۂ بردہ کا فنی تجزیہ

اس قصیدہ کے ایک سو بیاسی[۱۸۲] شعر ہیں، علامہ بوصیری نے غالباً اپنی نعت کے لئے مشہور صوفی شاعر ابن الفارض کی زمین پسند کی ہے، جن کے قصیدہ (الہیات) کا مطلع ہے۔

۱۔ ھل نار لیلیٰ بدت لیلاً بذی سلم

ام بارق لاح فی الزوراء والعلم

۲۔ ارواح نعمان ھلا نسمۃ سحرا

وماء وجرۃ ھلا نھلۃ بفم

۱۔ کیا لیلیٰ (کے گھر جلائی جانے والی) آگ رات کو ذوسلم میں ظاہر ہوئی یا کوئی بجلی ہے، جو زوراء اور علم میں چمکی۔

۲۔ کیا نعمان (نامی پھول) کی لپٹیں نسیم سحر بن کر پھیل گئیں یا وجرہ کا پانی آب حیات بن کر لبوں تک آگیا؟

بوصیریؒ کی نعت کا مطلع ہے۔

۱۔ أمن تذکّر جیرانٍ بذی سلم

مزجت دمعاً جری من مقلةٍ بدم

۲۔ ام ھبّت الریح من تلقاء کاظمةٍ

او اومض البرق فی الظلماء من اضم

۱۔ تیری آنکھوں سے یہ خون آلود آنسو کیوں رواں ہیں! کیا ذی سلم کے پڑوسی یاد آ رہے ہیں؟

۲۔ یا کاظمہ سے کوئی ہوا چلی ہے، یا تاریکی میں اضم کی پہاڑی سے کوئی بجلی چمکتی دیکھی ہے

ان دونوں مطلعوں میں ذو سلم کی وادی کا اشارہ "ہبوب الریح" (کسی خاص جہت کی ہوا کا چلنا) اور "ایماض البرق" (بجلی کا چمکنا) لفظی لحاظ سے مشترک ہے۔

ابن الفارض کا شعر ہے:۔

یا لائماً لامنی فی حبھم سفھاً

کف الملام فلو احببت لم تلم

ان کی محبت میں مجھ پر ملامت کرنے والے نادان! اپنی ملامت بند کر اگر تجھے بھی محبت سے واسطہ پڑتا تو ملامت نہ کرتا۔

ابو صیری نے اپنی نعت میں کہا۔

یا لائمی فی الھوی العذری معذرةً

منی الیک، ولو انصفت لم تلم

اے پاک محبت پر مجھے ملامت کرنے والے، میری معذرت قبول کر، اگر تو انصاف کرتا تو ملامت نہ کرتا۔

ابن الفارض کا شعر ہے۔

۱۔ طوعًا لقاضٍ أتیٰ فی حکمه عجبًا

افتی بسفك دمی فی الحل والحرم

۲۔ أصم، لم یسمع الشکویٰ و أبکم لم

یجر جوابًا و عن حال الشوق عمی

۱۔ اس قاضی کا فیصلہ سر آنکھوں پر جس نے عجیب فیصلہ دیا ہے، میرے خون کے بہانے کا حکم دے دیا حل اور حرم میں۔

۲۔ بہرا ہے، شکایت نہیں سنتا، گونگا ہے، جواب نہیں دے سکتا، مشتاق کے حالِ زار کو دیکھ نہیں سکتا۔

بوصیریؒ نے اسی مفہوم کو اس طرح ادا کیا ہے۔

۱۔ عدتك حالی لا سرّی بمستترٍ

عن الوشاة و لا دائی بمنحسم

۲۔ محضتنی النصح لکن لست أسمعه

ان المحب عن العذال فی صمم

۱۔ (گزشتہ شعر سے اس شعر کے معنی مربوط ہیں) اے ملاقات کرنے والے تجھ پر میرا حال ظاہر ہے اور چغل خوروں سے میرا کوئی راز بھی چھپا ہوا نہیں ہے، اور نہ میری بیماری ہے کہ ختم ہو جائے۔

۲۔ بلاشبہ تو نے بہت اخلاص کے ساتھ محض ہمدردی میں میری خیر خواہی کی کہ مجھے ترکِ محبت کی نصیحت کی لیکن تجھے معلوم ہے کہ عاشق ناصحوں کی طرف سے بہرا ہوتا جاتا ہے۔

علامہ بوصیریؒ نے ابن الفارض کے قصیدہ سے زمین اور چند اشارے اور استعارے

ضرور لئے ہیں، لیکن آگے چل کر وہ اپنی ڈگر پر چلنے لگے ہیں، ابن الفارض صوفی شاعر تھے اور ان کا کلام حُبّ الٰہی اور تصوف کے نازک مضامین پر مشتمل ہے، بوصیریؒ کا موضوع ذات نبوی اور حبّ نبوی ہے، ان دونوں مضامین میں جو قربت ہے، وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔

اس قصیدہ کے مضامین کی ترتیب یہ ہے۔

۱۔ تشبیب (جس کے بارے میں پہلے بھی لکھا جاچکا ہے، مزید نمونہ کلام کے سلسلہ میں عرض کیا جائے گا۔)

۲۔ نفس کے فریب کاریوں سے آگاہی۔

۳۔ گریز، مدح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴۔ ولادت نبوی اور معجزات کا ذکر۔

۵۔ قرآن کریم، اسرار و معراج اور جہاد کا ذکر۔

۶۔ توسل اور مناجات۔

اس قصیدہ کی اردو میں متعدد شرحیں اور ترجمے موجود ہیں، اس لئے نمونے کے طور پر صرف ابتدائی ۳۳ شعروں کا ترجمہ پیش خدمت ہے، جو اس قصیدہ کے اسلوب کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہوگا۔

۱۔ أمن تذکر جیرانٍ بذی سلم
مزجت دمعا جرٰی من مقلةٍ بدم

۲۔ ام هبت الریح من تلقاء کاظمةٍ
او اومض البرق فی الظلماء من اضم

شاعر اپنی ذات کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے۔

۱۔ تیری آنکھوں سے یہ خون آلود آنسو کیوں رواں ہیں! کیا ذی سلم[1] کے پڑوسی یاد آ رہے ہیں۔

۲۔ یا کاظمہ[2] کی جانب سے کوئی ہوا چلی ہے، یا تاریکی میں اضم[3] کی پہاڑی سے کوئی بجلی چمکتی دیکھ لی ہے۔

امام بصیریؒ نے اس قصیدہ کی ابتدا قدیم عربی شاعری کے روایتی انداز سے کی ہے، مگر نعت کے مضمون کی نزاکت اور مقام رسالت کا جمال و جلال ان کے پیش نظر تھا، اس لئے اس مضمون کو طول نہیں دیا، صرف مطلع کے ان دو شعروں میں اس قدیم اسلوب کی پیروی کی ہے، اور وہ بھی اس طرح کہ کسی خیالی محبوب اور اس کے کاکل و عارض کا ذکر نہیں کیا، جیسا کہ جاہلی شعرا کا دستور تھا، یا جیسا کہ آپ قصیدہ "بانت سعاد" میں دیکھتے ہیں، بلکہ سرزمین حجاز کے سمت میں واقع چند مقامات کو یاد کیا جہاں سے کسی زمانے میں مصر و عراق سے حج و زیارت کے لئے جانے والے کاروان گزرا کرتے تھے۔

بعض لوگوں کے خیال میں "تشبیب" کے لفظی معنی ہیں "آنچ تیز کرنا" (نہ کہ ایام شباب کا یاد کرنا، مادہ کے لحاظ سے دونوں مفہوم کی گنجائش ہے) قدیم شعرا کا اس سے مطلب یہ ہوتا تھا کہ اصل مضمون کو بیان کرنے کے لئے محبوب کو یاد دلانے والے اور اس سے نسبت رکھنے والے مقامات کا ذکر کریں، تاکہ "آتش شوق" تیز ہو اور جس وقت اصل مضمون پر آئیں اس وقت

---

[1] بصرہ سے مکہ آنے والے راستہ میں ملنے والی ایک وادی ہے، ملاحظہ ہو "جزیرۃ العرب" از مولانا محمد رابع الحسنی حصہ اول طبع لکھنؤ ۱۹۶۲ء ص ۲۲۸

[2] بحرین اور بصرہ کا ایک ساحلی راستہ، جس کے اطراف کی وادیاں خوشگوار موسم، شیریں پانی اور خوبصورت مناظر کی وجہ سے مشہور ہیں، گزشتہ زمانے میں عراقی حجاج اسی راستے سے حجاز آیا کرتے تھے، معجم البلدان ج ۲ ص ۴۳۱ طبع بیروت ۱۹۵۷ء

[3] بصرہ اور قطیب کے درمیان ایک سلسلۂ کوہ جغرافیہ جزیرۃ العرب عمر کمال طبع قاہرہ ص ۲۲۶

بیان کرنے والے کا جوش اور سننے والوں کا اشتیاق نقطۂ کمال پر پہنچ چکا ہو، تشبیب کا یہ مضمون عام طور سے قصیدہ کے ایک تہائی یا نصف پر حاوی ہوتا ہے، امام بوصیریؒ نے ان دو شعروں سے وہ مقصد حاصل کر لیا، جس کے لئے تشبیب کے مضمون کو طول دیا جاتا تھا، عاشق کی والہانہ کیفیت کا اظہار مطلع کے پہلے ہی لفظ سے ہونے لگتا ہے، جب کہ وہ اپنے آپ سے پوچھتا ہے کہ یہ آنسو جن میں خونِ جگر کی آمیزش ہے، کیوں بہنے لگے، آخر تیرے زخم کو کس نے چھیڑا، کیا دیکھ لیا کیا سن لیا۔ کیا دیارِ محبوب کی سمت کسی پہاڑی پر بجلی چمکی، یا اس رُخ کی کوئی ہوا چلی یا اس قرب و جوار کے باشندے یاد آ گئے۔ ؟

سوزِ دروں کے اظہار کا یہ شاعرانہ اسلوب بہت ہی دل نشیں اور لطیف ہے کہ محبوب یا دیارِ محبوب کا نام بھی زبان پر نہ آئے، صرف اندازِ بیان سے عشق و وارفتگی کی روح جھلکنے لگے، شاعر یہاں عشق کی ایک خاص کیفیت بیان کر رہا ہے، جبکہ عاشق کو ہر شئی میں محبوب کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے، ہر بات میں اس کی بات یاد آنے لگتی ہے، اس کے زخم کو کریدنے کے لئے ایک اشارہ چاہیئے، اس کے رونے کے لئے ایک بہانہ درکار ہے۔

اردو میں کلیمؔ کا یہ شعر بھی اسی کیفیت کا ترجمان ہے ؎

لگتی ہے اب تو قلقلِ مینا سے دل پہ ٹھیس
وہ دن گئے کلیمؔ کہ یہ شیشہ سنگ تھا

امام بوصیریؒ اسی مضمون کو اپنے پیرایہ میں بیان کرنے کے بعد ذرا اور گہرے جاتے ہیں:-

۳- فما لعينيك ان قلت اكففا همتا
وما لقلبك ان قلت استفق يهم

آخر تیری آنکھوں کو کیا روگ لگ گیا ہے، ان سے کہو رک جائیں آنسو نہ بہائیں تو الٹے ان کی جھڑی لگ جاتی ہے، اور یہ تیرے دل کو کیا ہو گیا ہے، اس سے کہو کہ سنبھل جا تو یہ اور بھٹکنے لگتا ہے۔

دل کا سنبھلنا یا اس کا قرار میں آجانا عشق کی موت ہے، اس سے ہر عاشق پناہ مانگتا ہے، ایک حماسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

فیا حبها زدنی جوًی کل لیلة

و یا سلوة الایام موعدك الحشرُ

اے عشق محبوب! تیری سوزش ہر رات تیز ہوتی رہے، اور اے زندگی کے سکون بخش لمحات! تجھ سے ملنا اب قیامت ہی کے دن نصیب ہو۔

خواجہ حافظ کا ایک شعر ہے:۔

ہر جا کہ دلیست در غم تو

بے صبر و بے قرار و بے سکوں باد

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک مناجات میں فرماتے ہیں ؎

دردِ دل سینے میں رہ رہ کے ٹھہر جاتا ہے

جو نہ ٹھہرے مجھے وہ درد خدایا دیدے

امام بوصیریؒ نے اپنے اس شعر میں اسی کیفیت کو دوسرے پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ عشق محبوب میں ان کی آنکھوں کو آنسو روکنے کا یارا ہے نہ دل کو قرار ہے۔

۴۔ أیحسب الصب ان الحب منکتم

ما بین منسجم منه و مضطرم

کیا عاشق کا یہ خیال ہے کہ اس کی برستی آنکھ اور دھڑکتے دل سے آشکارا ہونے والی محبت پوشیدہ رہ سکتی ہے؟

۵۔ لولا الهوى لم ترق دمعًا على طلل

ولا أرقت لذكر البان والعلم

اگر محبت نہ ہوتی تو تم کسی ٹیلے کو دیکھ کر آنسو نہ بہاتے، اور یہ سرو کے درخت اور کسی منزل کے نشان کا ذکر تمہاری نیند نہ اچاٹ کرتے۔

یہ بھی عربی شاعری کا روایتی انداز ہے کہ شاعر ان مقامات سے جب گزرتا ہے یا وہ مقامات جب اس کے ذہن میں آتے ہیں، جن کو محبوب سے کسی طرح کی نسبت رہی ہو، یا وہ وہاں سے گزرا ہو تو اس کا زخم ہرا ہونے لگتا ہے، یہ کیفیت اس وقت بھی ہوتی ہے جب محبوب کو یاد دلانے والی کوئی چیز سامنے آجائے، مثلاً چاندنی دیکھی تو اس کو اپنے محبوب کی صباحت یاد آگئی، خوشبو سونگھی تو اس کے دل کی دنیا مہک اٹھی کہ یہ خوشبو تو اس کے محبوب کی خوشبو سے مشابہ ہے، اس شعر میں "بان" اور "علم" کے دو لفظ آئے ہیں، "بان" سرو کے مانند طویل درخت ہے، اور "علم" اونچی پہاڑی کو بھی کہتے ہیں، اور نشان منزل کو بھی۔

لیکن ان دونوں شعروں میں ایک نفسیاتی کشمکش کا اظہار مقصود ہے، یہ کشمکش ان مخلصین کو پیش آتی ہے، جو اپنے عشق میں سچے ہوتے ہیں، مگر عشق کا دعویٰ تو کجا ان کو ہمیشہ اپنے مخلص ہونے میں شک رہتا ہے، ایسا عاشق اپنے دل کو بار بار ٹٹولتا ہے کہ کیا واقعی وہ اس ذات سے محبت رکھتا ہے جس کا وہ مدعی ہے؟ کہیں یہ فریب نفس تو نہیں ہے؟ مگر اس کا یقین اس کو کون دلائے...؟

اس لئے خود ہی اپنے دل کو تسلی بھی دیتا ہے، اور سمجھاتا ہے کہ وہ یقیناً محبت کی دولت رکھتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ آنسو نہ بہتے اور نہ دیار محبوب کے ان نشانات کو دیکھ کر اس کا دل بے تاب

ہو جاتا، یہ نیند کا اچاٹ ہونا، یہ چہرے کی زردی، محبوب سے دور کی بھی نسبت رکھنے والی چیز کی طرف وارفتگی میں بڑھنا اور ان پر سو سو جان سے قربان ہونا بے سبب تو نہیں ہے!

لہٰذا وہ اپنے آپ کو یقین دلاتا ہے کہ اس کا عشق واقعی عشق اور اس کے اندر محبت کی بے تابی بھی ہے، کیونکہ محبت کی علامتیں اس کے اندر موجود ہیں، اس کے بعد جو شعر ہے اس میں بھی شاعر اسی مضمون پر زور دے رہا ہے۔

۶۔ فکیف تنکر حبًا بعد ما شھدت
علیك عدول الدمع و السقم

تو کس طرح اس محبت کا انکار کرے گا، جبکہ تیرے شک وشبہ کے خلاف دو گواہ عادل موجود ہیں، آنسو اور اندر اندر پگھلنے کا روگ!

۷۔ و اثبت الوجد خطی عبرةٍ وضنیً
مثل البھار علی خدیك و العنم

محبت نے تمہارے رخسار پر دو لکیریں ثبت کر دی ہیں، ایک تو آنسو کی لکیر سے جو عَنَمْ کے پھول کی طرح سُرخی مائل ہے، دوسری لکیر اندرونی روگ ہے جو بہار کے پھول کی طرح زرد ہے۔

اس شعر میں "بہار" کا لفظ آیا ہے، وہ فارسی کا موسم بہار نہیں ہے بلکہ ایک پھول کا نام ہے، جو ہار سنگھار سے ملتا جلتا ہوتا ہے اور اس کی رنگت زرد ہوتی ہے، بے خوابی، نقاہت اور رنج وغم کے ہجوم میں چہرہ کا زرد پڑجانا عام بات ہے۔

حضرت بوصیریؒ اس شعر میں بھی اسی مفہوم پر زور دے رہے ہیں کہ ان کے اپنے اخلاص و صدق و محبت میں شک نہیں کرنا چاہئے، حُبِّ نبوی کی دولت کو فریبِ نفس نہیں سمجھنا چاہئے، اور اپنے آپ کو یقین دلانے کے لئے اپنی آہ وزاری، اشک ریزی اور جسم کے گھلنے کو ثبوت

کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

۸۔ نعم سریٰ طیف من أهوی فأرقنی
والحب یعترض اللذات بالالم

سچ ہے! محبوب ہمیں خواب میں نظر آیا اور اس خواب نے میری نیند اچاٹ کر دی، کیوں نہ ہو، محبت لذتوں میں رخنہ ڈالا ہی کرتی ہے۔

نیند کا اچاٹ ہو جانا، ایک حاصل شدہ لذت کا ضائع ہو جانا ہے، اسی کو رنج یا "الم" بھی کہا جاتا ہے کہ کوئی نعمت چھین لی جائے، نیند کی راحت چھین لی گئی تو اس کو شاعر "الم" کا رخنہ قرار دے رہا ہے، لیکن شکوہ کے طور پر نہیں بلکہ شکر کے انداز میں، اس اعتراف کے ساتھ کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، وہ محبت ہی کیا جو کسی لذت کو نہ چھینے۔

۹ یا لائمی فی الهوی العذری معذرةً
منی الیك، ولو أنصفت لم تلم

اے میرے ملامت کرنے والے ایک پاک محبت پر، میری تجھ سے معذرت ہے، حالانکہ اگر تو انصاف کرتا تو کبھی ملامت نہ کرتا۔

"پاک محبت" جس لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے وہ "الحب العذری" ہے، اس ترکیب کا ایک خاص پس منظر ہے، "بنو عذرہ" نامی یمن میں ایک قبیلہ تھا، جس میں عرب کے متعدد شعرا پیدا ہوئے[۱] جن کا مشترک وصف یہ تھا کہ ان کے اشعار میں سوز و گداز بہت ہوتا تھا، وہ محبوب کے جسمانی قرب اور وصال کے متمنی نہیں ہوتے تھے، یہاں تک کہ یہ مشہور ہو گیا کہ "بنو عذرہ" کے قبیلہ میں جو عاشق ہوا وہ اپنے محبوب پر پروانہ وار فدا ہو گیا، اور کبھی ہوسناکی کے قریب نہیں گیا، انہی شعرا کی نسبت سے

---

[۱] مثال کے طور پر جمیل بن معمر، کثیر عزہ وغیرہ۔

ایسی محبت کو "حبِّ عذری" کہا جانے لگا، مترجم کا خیال ہے کہ اردو میں "پاک محبت" سے وہ مفہوم ادا ہو جاتا ہے، جو شاعر کا مقصود ہے۔ معاصر عرب افسانہ نویس اس طرح کی محبت کو "افلاطونی محبت" لکھتے ہیں۔

ایک مزید بات قابلِ تشریح یہ ہے کہ جس طرح اردو کی روایتی شاعری میں "رقیب" "واعظ" اور "ناصح" کے نام سے متعدد کردار سامنے آتے ہیں، اسی طرح عربی میں "محبت کے جرم" پر ملامت کرنے والے اور محبوب سے عاشق کی چغلی کرنے والے، عشقیہ شاعری کے دو کردار ہیں، عربی میں رقیب کا کردار نہیں ہوتا، ہاں "واعظ" اور "ناصح" کا کردار موجود ہے "لائم" ملامت کرنے والے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، چونکہ اس قصیدہ کی "تشبیب" کے یہ اشعار ہیں، اس لئے ان روائتی کرداروں کو بھی شاعر نے باندھا ہے، لیکن چند اشعار کے بعد آپ ملاحظہ کریں گے کہ ان کرداروں سے شاعر نے کتنا پاکیزہ کام لیا ہے، اور بات کا رخ کس طرح مادّیت سے روحانیت کی طرف پھیر دیا ہے۔

۱۰۔ عمرتك حالى لاسِرّى بمستتر
عن الوشاة ولادائى بمنحسم

(گزشتہ شعر سے ہر شعر کے معنی مربوط ہیں، یعنی اے ملامت کرنے والے) تم پر میرا حال عیاں ہے، اور چغل خوروں سے میرا کوئی راز بھی چھپا ہوا نہیں ہے، اور نہ میری بیماری ایسی ہے کہ ختم ہو جائے۔

اس شعر کے مصرعہ اول کے پہلے جملہ "عمرتك حالى" کو نحوی ترکیبوں کے الٹ پھیر سے عرب شارحین نے متعدد احتمالی معانی پہنائے ہیں، کسی نے کہا یہ دعائیہ جملہ ہے، کہ خدا تم کو اس روگ میں گرفتار نہ کرے، کسی نے کہا یہ بد دعا ہے کہ کاش تم کو بھی یہ روگ لگے تو جانو کہ مجھ پر کیا گزرتی

ہے، لیکن اکثر شارحین نے اس کو جملہ خبریہ بتایا ہے جیسا کہ یہاں ترجمہ کیا گیا۔

۱۱- محضتنی النصح لکن لست اسمعهٗ

ان المحب عن العذال فی صمم

(مسلسل) اے ملامت کرنے والے، بلاشبہ تو نے بہت اخلاص کے ساتھ محض ہمدردی میں میری خیر خواہی کی کہ مجھے ترک محبت کی نصیحت کی، لیکن تجھے معلوم ہے کہ عاشق ناصحوں کی طرف سے بہرہ ہو جاتا ہے۔

۱۲- انی اتہمت نصیح الشیب فی عذلٍ

والشیب أبعد فی نصح عن التهم

میں نے پیری (بڑھاپے) کی نصیحت کو بھی ملامت کے باب میں ملزم قرار دیا، حالانکہ پیری کی نصیحت کو کسی طرح دور کا بھی الزام نہیں دیا جا سکتا۔

کہنا یہ چاہتے ہیں کہ عشق و محبت کا تعلق جوانی سے ہے، جب بڑھاپا آگیا تو انسان کا ضمیر خود اس کو ملامت کرنے لگتا ہے، بڑھاپا اس کے احساس کو چونکاتا ہے کہ اب تو شرم کر، مرنے کا وقت قریب آیا، گویا بڑھاپا بذات خود ایک طرح کا ناصح ہے، اور اس کی ملامت کو دور کا بھی حسد سے واسطہ نہیں ہوتا، دوسرے ملامت کرنے والوں کو تو کہا جا سکتا ہے کہ انہیں عاشق سے حسد ہوگا، یا اُن کا اپنا کوئی مطلب ہوگا، مگر بڑھاپے کو نصیحت و ملامت کے باب میں ملزم نہیں قرار دیا جا سکتا، شاعر کہتا ہے کہ میں نے ایسے معصوم اور ہر شبہ سے بالاتر ناصح یعنی پیری کی نصیحت نہیں سنی تو تم لوگ اے نصیحت کرنے والو! کس شمار و قطار میں ہو؟

اب دیکھئے کہ یہاں سے حضرت بوصیری اس تشبیب کے مضمون کو بھی کس خوبصورتی سے مادیت سے روحانیت کی طرف منتقل کر رہے ہیں کہ پڑھنے والے کو احساس

بھی نہیں ہوتا کہ وہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا، اصطلاح میں "گریز" اس کو کہتے ہیں جہاں تشبیب یا غیر متعلق یا تمہیدی مضمون ختم کرنے کے بعد شاعر اپنے اصل مدعا کو بیان کرنے لگتا ہے، جیسے محسن کاکوروی کے قصیدہ۔

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

کی تشبیب جہاں ختم ہوتی ہے وہاں گریز کا یہ شعر آتا ہے۔

روئے معنی ہے بہکنے میں بھی اعلیٰ کی طرف
تاکتا ہے وہ ثریا کی سنہری بوتل

لیکن حضرت بوصیری کا کمال یہ ہے کہ ان کے قصیدے میں تشبیب کے اندر ایک "پاکیزہ گریز" موجود ہے، وہ گریز" جہاں سے وہ نعت شروع کریں گے" وہ تو بعد میں آئے گا، سر دست یہ "گریز" ایک مستقل وعظ ہے، جو مدح نبوی کے لئے قاری کے احساس اور اس کے افکار کو تیار کر رہا ہے، نعت نبوی ہے ہی چیز ایسی کہ اس کے لئے فکر کو پہلے سے طاہر کر لیا جائے، نفس کو جھنجھوڑ کر بیدار کیا جائے "آنکھوں کو آب جگر سے غسل صحت دیا جائے[1]"

براہ راست نعت کے اشعار سے پہلے ذیل کے تمام اشعار اسی قبیل کے ہیں جس میں حضرت بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے مخاطب تو اپنے نفس کو کیا ہے، مگر وہ حکمت و موعظت کی باتیں فرما گئے ہیں، جو ہر ایک کے لئے بہت ہی مؤثر وعظ ہے۔

۱۳- فان امارتی بالسوء ما اتعظت
من جهلها بنذير الشيب والهرم

---

[1] یہ جملہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں مدظلہ کا ہے "اپنے گھر سے بیت اللہ تک" کے مضمون میں مدینہ منورہ کی حاضری کا ذکر کرتے وقت مولانا نے آنسو یا اشک کے بجائے اس حسین کنایہ میں اس کو بیان کیا ہے۔

کیونکہ میرا "نفسِ امارہ" (برائیوں پر اکسانے والا دل) بڑھاپے اور پیری کی دھمکیوں کے باوجود اپنی نادانیوں سے باز نہیں آیا۔

۱۴- ولا أعدت من الفعل الجميل قرىٰ
ضيفٍ ألمّ برأسي غير محتشم

اور میرے اس نفس نے اعمالِ صالحہ سے اس مہمان کی تواضع کا پہلے سے انتظام نہیں کر رکھا جو سر کے بالوں پر ناخواندہ آگیا ہے، مطلب یہ ہے کہ بالوں کی سفیدی جو پیری کی علامت ہے اور پیری جو فنا کی پیامی ہے، دل کو خواہ جس قدر بھی بُری لگے، مگر وہ اب ایک مہمان کی حیثیت سے آچکی ہے، سر پر چمک رہی ہے، اس مہمان کی مہمانداری اور تواضع اعمالِ صالحہ سے کرنا چاہیئے تھی، جس سے اپنا ذہن خالی ہے، اور گھر میں وہ اعمالِ صالحہ کا بوریہ نہیں ہے جس پر اس مہمان کو بٹھاتے۔

۱۵- لو كنت اعلم انى ما اوقره
كتمت سرّا بدالى منه بالكتم

اگر میں جانتا کہ اس مہمان (بڑھاپے) کی تواضع اعمالِ صالحہ سے نہیں کر سکوں گا تو پیری کی آمد کو جو پہلے ایک راز تھی، یعنی چند ہی بال سفید ہوئے تھے، مہندی یا خضاب سے چھپا دیتا۔

درحقیقت یہ شعر ایک طنز ہے کہ بڑھاپے کو چھپایا نہیں جا سکتا اور اگر مصنوعی طریقہ پر چھپا بھی دیا گیا تو زندگی کو موت سے قریب کرنے سے یہ حرکتیں روک نہیں سکتیں، چنانچہ اس کے بعد کے اشعار میں مزید وضاحت کرتے ہیں اور بڑی حکمت کی باتیں فرماتے ہیں۔

۱۶ من لى يرد جماح من غوايتها
كما يرد جماح الخيل باللجم

کاش کوئی نفسِ سرکش کو تنبیہ کرتا کہ وہ بھٹکنے نہ پائے، جیسے لگام سے گھوڑوں

کی سرکشی کو قابو میں کر لیا جاتا ہے۔

۱۷ فلا ترم بالمعاصی کسر شھوتھا

انّ الطعام یقوی شھوۃ النّھم

معصیت کا علاج معصیت سے کرنے کی کوشش نہ کرو، کھانا لالچی کی بھوک بڑھاتا ہے، یہ تو اس شعر کا مفہوم ہے، مگر عربی ترکیب کے لحاظ سے اس شعر کا ترجمہ یوں ہوگا۔

نفس کی خواہشات کو دبانے کا قصد معصیت کے ذریعہ نہ کرو، کیونکہ کھانا لالچی کی بھوک بڑھاتا ہے۔

اس شعر میں دراصل بعض یونانی فلاسفہ کا جواب ہے، جن کا خیال تھا کہ نفس کی بھوک پوری کر دو تو وہ خود سیر ہو کر اس چیز سے متنفر ہو جائے گا جس سے اس کو روکا جا رہا ہے، علامہ بوصیریؒ اس کی تردید کرتے ہوئے دلیل کے طور پر فرماتے ہیں :۔

۱۸۔ والنفس کالطفل ان تھملہ شبّ علیٰ

حب الرضاعۃ وان تفطِمہ ینفطِم

انسان کا نفس تو ایک شیر خوار بچہ کی طرح ہے اگر اس کو دودھ پلانا نہ چھوڑو وہ تو بڑھاپے تک رضاعت کا طالب رہے گا اور اگر اس کا دودھ چھڑا دو تو چھوٹ جائے گا۔

۱۹۔ فاصرف ھواھا و حاذِر اَن تولّیہ

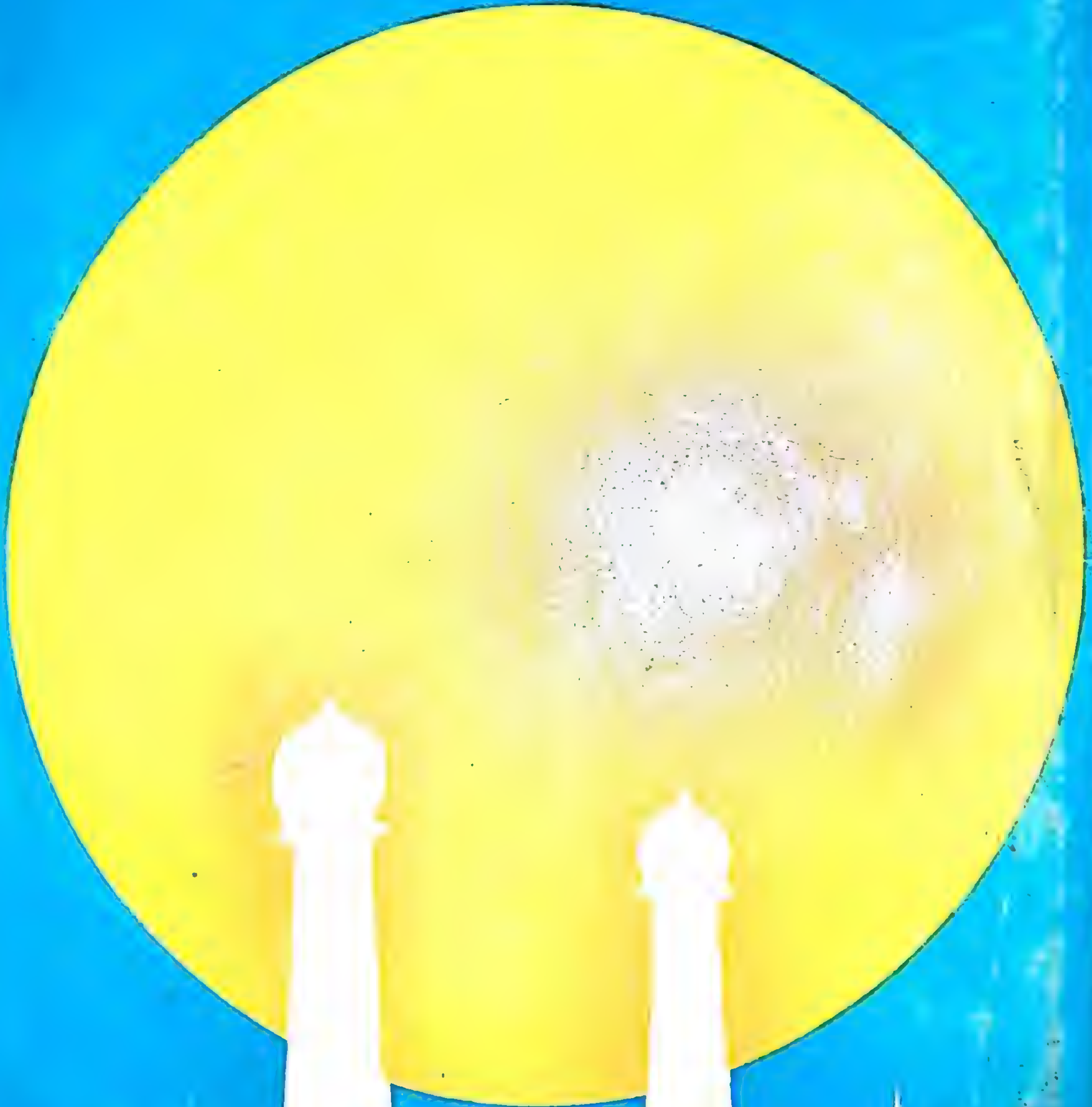
ان الھوی ما تولّٰی یُصم أو یصم

نفس کی خواہشات کو دباؤ، اور اس بات سے ڈرتے رہو کہ کہیں اس کے ہاتھ تمہاری باگ ڈور نہ آ جائے، کیونکہ خواہشات کی جب بھی حکومت ہوگی وہ یا تو ہلاک کر دے گی یا پھر کوئی داغ لگا دے گی۔

ان اشعار میں (ہویٰ) کا لفظ خواہش نفسانی کے معنوں میں آیا ہے، برخلاف ابتدائی

# عربی میں نعتیہ کلام

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی



کی سرکشی کو قابو میں کر لیا جاتا ہے۔

۱۷ فلا ترم بالمعاصی کسر شہوتہا

انّ الطعام یقوی شہوۃ النّہم

معصیت کا علاج معصیت سے کرنے کی کوشش نہ کرو، کھانا لالچی کی بھوک بڑھاتا ہے، یہ تو اس شعر کا مفہوم ہے، مگر عربی ترکیب کے لحاظ سے اس شعر کا ترجمہ یوں ہوگا۔

نفس کی خواہشات کو دبانے کا قصد معصیت کے ذریعہ نہ کرو، کیونکہ کھانا لالچی کی بھوک بڑھاتا ہے۔

اس شعر میں دراصل بعض یونانی فلاسفہ کا جواب ہے، جن کا خیال تھا کہ نفس کی بھوک پوری کر دو تو وہ خود سیر ہو کر اس چیز سے متنفر ہو جائے گا جس سے اس کو روکا جا رہا ہے، علامہ بوصیریؒ اس کی تردید کرتے ہوئے دلیل کے طور پر فرماتے ہیں:۔

۱۸۔ والنفس کالطفل ان تہملہ شبّ علیٰ

حب الرضاعۃ وان تفطمہ ینفطم

انسان کا نفس تو ایک شیر خوار بچہ کی طرح ہے اگر اس کو دودھ پلاتا نہ چھوڑو وہ تو بڑھاپے تک رضاعت کا طالب رہے گا اور اگر اس کا دودھ چھڑا دو تو چھوٹ جائے گا۔

۱۹۔ فاصرف ہواھا و حاذر اَن تولّیہ

ان الھوی ما تولّی یُصم أو یصم

نفس کی خواہشات کو دباؤ، اور اس بات سے ڈرتے رہو کہ کہیں اس کے ہاتھ تمہاری باگ ڈور نہ آ جائے، کیونکہ خواہشات کی جب بھی حکومت ہوگی وہ یا تو ہلاک کر دے گی یا پھر کوئی داغ لگا دے گی۔

ان اشعار میں (ہوٰی) کا لفظ خواہش نفسانی کے معنوں میں آیا ہے، برخلاف ابتدائی

اشعار کے جن میں یہی لفظ محبت یا عشق کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔

۲۰۔ وراعہا وھی فی الاعمال سائمۃ

وان ھی استحلت المرعیٰ فلا تُسِم

اور ذرا نفس کی دیکھ بھال اس حال میں بھی کرتے رہو جب وہ اعمالِ صالحہ کے انجام دینے میں منہمک ہو، اور اگر یہ دیکھو کہ اس میدان میں "چرنا" اس کو بھلا لگنے لگا ہے تو پھر اس کو اس میدان میں نہ چراؤ۔

مطلب یہ ہے کہ نفس کے فریب پر بھی نگاہ رکھو ایسا بھی ہوتا ہے کہ جد و جہد سے فرار کی خاطر یا ریا و نمود کے لئے بھی وہ بعض اچھے کام میں مشغول ہو جاتا ہے، اور اسی میں اس کو مزہ ملنے لگتا ہے، اور غرور نفس پیدا ہو جاتا ہے، لہٰذا اگر اپنے نفس کی یہ حالت دیکھو تو پھر اس کو اعمال صالحہ میں سے ایسے کام پر مامور کرو جس میں اس کا جی نہ لگتا ہو اور مزہ نہ ملتا ہو، واضح ہے کہ حضرت بوصیریؒ کا مقصد "اعمال" سے فرائض و واجبات نہیں ہے کیونکہ وہ تو جی لگے یا نہ لگے، مزہ ملے یا نہ ملے ہر حال میں انجام دینا ہے، اگر کسی کا فرض نمازوں میں جی لگنے لگے اور حضوری کی لذت حاصل ہونے لگے تو محض نفس کی خلاف ورزی کی خاطر اس کو چھوڑا نہیں جا سکتا، البتہ بعض نفلی عبادتیں اور تقرب کے دوسرے کام جس کے بجائے دوسرے کام ہو سکتے ہیں، اس میں سے کوئی کام اگر ایسا ہو جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو ثانوی درجہ حاصل ہو، اصل جذبہ لذت اندوزی کا ہو تو ایسے کام سے خواہ وہ کتنا ہی اہم اور قابل قدر کیوں نہ ہو، احتراز کرنا ہی بہتر ہے، کیونکہ:

۲۱ کم حسنت لذۃ للمرء قاتلۃ

من حیث لم یدر أن السم فی الدسم

بسا اوقات کسی مہلک لذت کو نفس حسین بنا کر دکھا دیتا ہے، اور اس کو پتہ بھی نہیں

چلتا کہ اس میں ہلاکت کا سامان کہاں پوشیدہ تھا، اور یہ کہ اکثر زہر لذیذ کھانوں ہی میں ملا ہوتا ہے،

۲۲- واخش الدسائس من جوع ومن شبع

فرب مخمصة شر من التخم

بھوکے ہونے، شکم سیر ہونے دونوں صورتوں میں نفس کی سازشوں سے ڈرتے رہو، کیونکہ کبھی فاقے کی کیفیت بدہضمی سے بھی زیادہ بری ثابت ہوتی ہے۔

یہ شعر علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی دور رس باریک بین اور وسیع نظر کا مظہر ہے، اس مختصر سے اور سادہ ترکیب کے شعر میں انھوں نے جوگیانہ فلسفہ، اور غیر اسلامی طریق تزکیہ کا بہت خوبصورتی سے رد کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جسم کے مطالبات کو اس درجہ نظر انداز کیا جائے کہ اس کے اندر سے مادیت کا عنصر ہی ختم ہو جائے، کیونکہ جوگیانہ تصوف کے رُو سے جسم انسانی روح کا قید خانہ ہے، لہذا روح کو جلا دینے اور نکھارنے کے لئے ضروری ہے کہ جسم کو فاقہ دے دے کر، محیر العقول مجاہدات کرا کے غیر فطری شدائد کے ساتھ عبادتیں کرا کے اس کو گھلایا جائے یہاں تک کہ جسم کا نہ کوئی تقاضہ باقی رہے، اور نہ خواہشات پیدا ہو سکیں۔

اسلامی تعلیمات سراسر اس نظریہ کے مخالف ہیں، انسانیت کے لئے اسوۂ کامل حضور اکرم نبی الرحمۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، جس میں روح اور جسم دونوں کے مطالبات کمال اعتدال اور معجزانہ توازن کے ساتھ پورے کئے گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھا ہے کہ انسانی جسم کے کچھ مطالبات ہیں، جیسے بھوک پیاس اور جنس وغیرہ، ان کو ہم مادی طلب کہتے ہیں، دوسرے روح کے مطالبات ہیں، مثلاً اپنے خالق کے آگے سر نیاز خم کرنے کا جذبہ، اللہ کی ذات و صفات کا علم حاصل کرنے کا جذبہ، اس کی خوشنودی کے لئے اپنے آپ کو مٹا دینے کا جذبہ، جس کو شاہ

صاحب روحانی قوت سے تعبیر فرماتے ہیں، یہ دونوں جذبے ہر انسان میں پائے جاتے ہیں، لیکن کسی میں ایک قوت غالب ہوتی ہے، کسی میں دوسری، کسی کے اندر دونوں طاقتوں میں مصالحت ہوتی ہے، کسی میں منافست یعنی کوئی دونوں مطالبے خوش اسلوبی سے پورے کرتا ہے، اور کوئی ایسا ہوتا ہے کہ کبھی فرشتہ ہے تو کبھی شیطان، دونوں طاقتیں اس کو اپنی اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ انبیائے کرام کی روحانیت اور مادیت دونوں قوی تر ہوتی ہیں، اور ان کے درمیان مصالحت رہتی ہے۔

مقصود اس تفصیل سے یہی بیان کرنا تھا کہ جسم کے تقاضے پوری شدت کے ساتھ ایک تندرست اور صحت مند انسان میں موجود ہونے چاہئیں وہ انبیائے کرام میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔

علامہ بوصیری فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کا طریقہ چھوڑ کر کوئی شخص فاقہ کر کر کے اپنے آپ کو اس امید میں ہلاک کرے کہ اس کی روحانیت جاگ اٹھے گی، دراصل یہی شیطان کی ایک چال اور نفس کا فریب ہے، فقر و افلاس بھی کبھی انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے بھوکے رہنے کی بہ نسبت شکم سیر ہو کر کھا لینا زیادہ احتیاط کی بات ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انسان ایک چوپایہ کی طرح صرف کھاتا ہی رہے، اور غیر اختیاری مشقت برداشت کرتا رہے، اسی لئے انھوں نے شروع ہی میں فرمادیا کہ بھوک اور شکم سیری دونوں حالتوں میں نفس کی سازشوں سے ڈرتے رہو، خطرہ دونوں میں ہے، اعتدال اور توازن ہر کام میں مطلوب و مقصود ہے۔

۲۳- واستفرغ الدمع من عين قد امتلأت
من المحارم و الزم حمیة الندم

اور اس آنکھ سے آنسو اچھی طرح بہا ڈالو جو کہ حرام چیزوں کو دیکھ دیکھ کر بھر گئی ہے، اور ندامت کا پرہیز پابندی سے کرتے رہو۔

یعنی آنکھ جو نامحرموں کو اور حرام اشیاء کو دیکھتے دیکھتے بھر گئی ہے اس کا علاج یہ ہے کہ توبہ وندامت کے آنسو اس درجہ بہاؤ جیسے کنوئیں کا سب پانی نکال کر اس کو خالی کر دیا جاتا ہے "استفراغ" کے معنی ہیں پتیلی یا کسی برتن میں یا کنوئیں میں جو کچھ ہے، ان سب کو نکال کر صاف کر دینا، اسی طرح آنکھ کو بھی علاج کی ضرورت ہے کہ آنسوؤں سے اس کو اچھی طرح دھو کر پاک کیا جائے، علاج کے ساتھ احتیاط و پرہیز بھی ضروری ہے تاکہ آئندہ مرض کا حملہ نہ ہو، لہذا ندامت کے احساس کو ہمیشہ تازہ رکھو، یہی احتیاط پر مائل کرے گا۔

۲۴- و خالف النفس و الشیطان واعصهما
وان هما محضاك النصح فاتهم

۲۵- ولا تطع منهما خصما ولا حكما
فانت تعرف كيد الخصم والحكم

نفس اور شیطان کی مخالفت کرتے رہو، اور کھل کر ان کی حکم عدولی کرو، اور اگر یہ دونوں مخلصانہ خیر خواہی کا دعویٰ کریں تو ان کو مجرم ٹھہراؤ۔

نفس اور شیطان میں سے کسی کو بھی فریق بنا کر یا قاضی بنا کر اطاعت نہ کرو کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ ایسے فریق اور ایسے قاضی کی کیا سازش ہوگی، مطلب یہ ہے کہ لبسا اوقات انسان کوئی برا کام کرتا ہے اور اس کا دل یا شیطانی وسوسہ اس کو تاویل کے ذریعہ مفید کام

یا ضروری کام کی حیثیت سے سامنے لے آتا ہے، مثلاً ایک شخص نے چوری کی، اس کے نفس یا شیطان نے اس کو سمجھایا کہ یہ دولت مند جو غریبوں کا خون چوس کر کے مالدار بن گئے ہیں، اور جو غریبوں کا حق دینے کے لئے تیار نہیں ہیں، ان کی مرضی کے خلاف ان سے چھین کر یا چھپ کر مال لے لیا گیا تو یہ ایک بہادری کا کارنامہ ہوا، اس کو وہ چوری نہیں کہا جا سکتا جس کی مذہب میں مذمت آتی ہے۔ اسی طرح دوسرے جرائم کی بھی تاویل کی جاتی ہے، یا کی جا سکتی ہے، جرائم اور حرام کے ارتکاب میں جب نفس دھوکہ دے سکتا ہے تو مختلف فیہ مسائل بدعات و رسوم کا پوچھنا ہی کیا ہے، لہٰذا جب بھی نفس یا شیطان خیر خواہی کے پردے میں اس طرح کی تاویل سمجھائے تو چاہیئے کہ انسان اس مجرمانہ عقلیت کو ملزم قرار دے۔

دوسرے شعر میں یہ فرماتے ہیں کہ اگر نفس، تمہارے دینی شعور اور احکام و اطاعت کی راہ میں فریق بن کر آئے تو اس کی حکم عدولی کو فرض سمجھو اس طرح فیصلہ کا اختیار کبھی دشمن کو نہ دو، اگر برائی پر اکسانے والے نفس کو قاضی بنا دیا یعنی دل کے فیصلے کو قبول کر لیا تو یہ ایسا ہی ہے، جیسے کسی چالباز اور سازشی دشمن کے ہاتھوں اپنا فیصلہ کرایا جائے۔

یہاں ممکن ہے، بعض لوگوں کو اقبال کا فلسفہ یاد آجائے اور عقل و دل کے مناظرے میں ''دل کی دنیا'' کا ثبات اور عالم عقل کی رسوائی و بے ثباتی کا مضمون ذہن میں تازہ ہو جائے اور یہ کہ :-

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

تو اس میں ''عشق'' جس کو دوسرے اشعار میں ''دل کا فیصلہ'' کہا ہے، فتح مند نظر آتا ہے،

اور عقل نامحرم و کوتاہ بین نظر آتی ہے، یہ بات بظاہر علامہ بوصیری کے دعظ سے متعارض نظر آتی ہے، جو "دل کی چاہت" کو ملزم قرار دینا چاہتے ہیں، لیکن درحقیقت ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، عشق، جنون اور دل کے فیصلے وغیرہ کی جو تعبیریں اقبال کے یہاں ہیں، ان کا مطلب جوش جہاد، خالق کی طرف یکسوئی ہے اور مقصدیت میں یکسو اور منہمک ہو جانا ہے، عقل جہاں ہلاکت کا خوف دلائے، فرماں برداری اور اطاعت کی راہ میں حائل ہو، اور خدا کی قدرت اور اس کے احکام کی ابدیت کے سامنے مادی لذّات کے ضائع ہونے کا خوف دلائے وہاں اس کی بات نہ ماننا اور رد کرنا ضروری ہے جو جذبۂ اطاعت کا تقاضہ ہو، لیکن اگر "دل کی طلب" سے مراد ہوسنا کی لذت پرستی، غفلت اور کاہلی کی زندگی کو شعار بنانا ہو جیسا کہ حضرت بوصیریؒ کے اشعار اور سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے، وہاں عقل و شعور کی حکمرانی لازمی ہوگی، قرآن کریم نے بار بار (ان کنتم تعقلون) (تشعرون) (اولی النہیٰ) اور دوسرے الفاظ میں انسان کو عقل کے کام میں لانے کی دعوت دی ہے۔

۲۶- استغفر الله من قول بلا عمل

لقد نسبت به نسلا لذی عقم

۲۷- امرتك الخير لكن ما أُستمرت به

و ما استقمت ، فما قولي لك استقم

قول بلا عمل کے (جرم) کی اللہ سے معافی چاہتا ہوں، درحقیقت میں نے (بغیر خود عمل کئے ہوئے صرف باتیں بنا کر ایسا کام کیا ہے جیسے) میں نے ایک بانجھ کی نسل کا نسب نامہ تیار کر دیا۔

میں نے تم کو تو نیکی کی ہدایت کی مگر خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوا اور نہ ان باتوں سے فائدہ اٹھایا، تو پھر میری اس بات کا کیا وزن رہ جاتا ہے جو میں تم سے کہتا ہوں کہ راہ راست پر قائم رہو۔"

۲۸- ولا تزوّدتُ قبل الموت نافلة

ولم اُصلِّ سوىٰ فرض ولم اُصم

میں نے اتنا بھی تو نہیں کیا کہ مرنے سے پہلے کچھ نوافل کا توشہ جمع کر لیتا، سوائے فرض نماز، روزے کے، میں نے نہ تو نمازیں پڑھیں اور نہ روزے رکھے، اسی انکسار، ندامت کے مضمون سے علامہ بوصیری اپنے قصیدے کے اصل مضمون یعنی نعت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف گریز کرتے ہیں۔

۲۹- ظلمت سنة من احیا الظلام الی

ان اشتکت قدماہ الضر من ورم

میں نے اس ذات گرامی کی راہ ہدایت پر ظلم کیا، جو راتوں کو بیدار رہا کرتی تھی، اس حد تک کہ آپ کے پائے مبارک پر ورم آجایا کرتا تھا۔

اس شعر میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی طرف اشارہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کان "یقوم حتی تتفطر قدماہ" یعنی آپؐ اتنی دیر قیام فرماتے تھے کہ آپ کے دونوں پائے مبارک پھٹ پھٹ جاتے تھے۔

حضرت مغیرہ سے روایت ہے :- یعنی"

ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اتنی دیر قیام فرماتے لیقوم أو یصلی حتی ترم قدماہ تھے (یا) نماز پڑھتے تھے (روایت میں لفظی اختلاف

اوساقاہ فیقال لہ فیقول افلا ہے) کہ آپؐ کے دونوں پائے مبارک ورم کرجایا
أکون عبدًا شکورًا۔[1] کرتے تھے، صحابہ عرض کرتے کہ آپؐ اتنی مشقت
کیوں برداشت فرماتے ہیں تو آپؐ فرماتے کیا
میں شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

اس شعر سے ایک گمان یہ ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا یہی معمول تھا، لیکن احادیث وشمائل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضور اکرمؐ عام طور سے مع وتر گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، زیادہ سے زیادہ پندرہ رکعت کی روایت ملتی ہے، لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان نمازوں کی خوبی اور طوالت کو بیان نہیں کیا جاسکتا، ایسی بھی راتیں گزری ہیں کہ دو رکعت میں رات تمام ہوگئی، ایسا بھی ہوا کہ پہلی رکعت دو منزل یا تین منزل کی تلاوت فرمائی، رکوع، قیام کے بقدر کبھی کبھی طویل ہوتا تھا۔

علامہ ابو بکر العامری نے "بھجۃ المحافل" میں اور ابن کثیر نے سورۂ طٰہٰ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے پوری پوری رات نوافل میں گزار دیا کرتے تھے کہ کفار نے کہنا شروع کیا کہ قرآن محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو مشقت میں ڈالنے کے لئے نازل ہوا ہے، اس کے رد میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰىٓ۔ طا ہا! اس واسطے نہیں اتارا ہم نے تجھ پر قرآن کہ تو محنت میں پڑے۔

سورۂ مزمل کی ابتدائی آیات اور دوسرے رکوع میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپ راتوں کا کچھ حصہ آرام میں بھی بسر فرمائیں، نصف یا ایک تہائی رات عبادت کے لئے کافی ہے، حضرت مغیرہ سے یہ بھی روایت ہے کہ آخر میں

---

[1] یہ دونوں روایتیں صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب قیام النبی صلے اللہ علیہ وسلم اللیل" میں مذکور ہیں۔

حضور اکرمؐ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ اول نصف شب آرام فرماتے، دوسرے نصف میں اٹھتے، پھر اس کا چھٹا حصّہ آرام فرماتے، اس کے بعد پھر اٹھتے تو اشراق تک عبادت فرماتے۔

علامہ بوصیری فرماتے ہیں کہ جس ذات گرامی کی عبادتوں کا یہ حال ہو، اس کی سنت پر ہم نے تو ظلم کیا، یعنی اس کا اتباع نہیں کیا، تو ہم کس طرح اپنے آپ کو جانثار اور عاشق شمار کریں۔

۳۰۔ وشدَّ من سغبٍ احشاءہ وطوٰی
تحت الحجارۃ کشحًا مُّترف الأدم

(اور میں نے اس ذات گرامیؐ کی سنت پر ظلم کیا ہے جنہوں نے) بھوک کی شدت کو دبانے کے لئے اپنے پیٹ کو باندھا اور اپنی کمر کے اوپری حصہ پر جس کی جلد انتہائی نازک تھی، پتھر رکھا، صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :۔

| | |
|---|---|
| جئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومًا فوجدتہ جالسًا مع اصحابہ یحدّثھم وقد عصب بطنہ بعصابۃ فقالوا من الجوع۔ | ایک دن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؐ اپنے صحابہ سے بیٹھے گفتگو فرما رہے ہیں، اور شکم مبارک کو ایک پٹکے (کپڑے کا ٹکڑہ) سے باندھ رکھا ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ بھوک کی وجہ سے تھا۔ |

پیٹ پر پتھر باندھنے کی روایت امام بخاری نے اس طرح نقل فرمائی ہے۔

| | |
|---|---|
| عن جابر قال مکث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لم یذق الطعام وھم یحفرون | حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک اس طرح رہے کہ کھانے |

الخندق فقالوا یا رسول اللہ ان ھھنا
کدیۃٌ من الجبل قد عجزت معاولنا
عنھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رشوھا بالماء فرشوھا بہ ثم جاء
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یاخذ
المعول ثم قال بسم اللہ فضرب ثلاثا
فصارت کثیبًا قال جابر فحانت
منی التفاتۃٌ بہ فاذا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قد شدّ
علی بطنہ حجرا۔

کی کوئی چیز چکھی تک نہیں یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ
صحابہ خندق کھود رہے تھے انھوں نے عرض کیا یا رسول
اللہ یہاں ایک سخت چٹان آگئی ہے، ہمارے پھاوڑے
اس کو توڑنے سے قاصر ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ اس پر پانی کا چھڑکاؤ کرو، صحابہ نے
چھڑکاؤ کر دیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف
لائے اپنے دست مبارک میں پھاوڑا لیا، بسم اللہ
کہا اور تین ضربیں لگائیں وہ چٹانیں مٹی کا ڈھیر ہو گئیں
حضرت جابر فرماتے ہیں کہ اچانک میری نگاہ پڑی تو دیکھا
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے شکم مبارک
پر پتھر باندھ رکھا تھا۔

۳۱ وراودتہ الجبال الشم من ذھبٍ
عن نفسہ فأراھا ایما شمم

اور سونے کے سربلند پہاڑوں نے حضور کا دل لبھانا چاہا مگر حضورؐ نے اپنی بے مثال بلندی کا مظاہرہ فرمایا، یہ شعر بھی گزشتہ اشعار سے معنی میں مربوط ہے" شاعر کہتا ہے کہ ہم نے اس ذات گرامی کی سنت پر ظلم کیا، جن کی عبادت بے مثال تھی، جو اپنے اختیار کردہ فقر و افلاس میں زندگی گزارتے تھے، پیٹ پر پتھر باندھ کر رہتے تھے، اور اگر وہ چاہتے تو دنیا کی ساری دولت ان کے قدموں پر ڈھیر ہو سکتی تھی۔

روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قال: عرض عليّ ربي بطحاء مكة ذهبا فقلت لا یا رب ولكن اجوع یوما واشبع یوما فاذا شبعت حمدتك واذا جعت تضرعت الیك و دعوتك۔

میرے رب نے مکہ مکرمہ کے سارے کنکروں کو سونے میں تبدیل کر کے مجھے پیش کیا تو میں نے عرض کیا، بارِ الٰہ مجھے یہ نہ دے، مجھے تو اتنا دیجئے کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک روز شکم سیر ہو کر کھاؤں، جب شکم سیر ہو کر کھاؤں تو تیری حمد کروں اور جب بھوکا رہوں تو تجھ سے گڑگڑا کر مانگوں اور دعا کروں۔

شیخ ابراہیم باجوری نے اپنی شرح بردہ میں ایک اور روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

روی ان جبرئیل علیه السلام نزل علیه صلی الله علیه وسلم فقال له ان الله یقرئك السلام ویقول لك اتحب أن تكون لك هذه الجبال ذهبا وفضة تكون معك حیث كنت فاطرق ساعة ثم قال یا جبریل الدنیا دار من لا دار له ومال من لا مال له فقال جبرئیل ثبتك الله بالقول الثابت۔

روایت ہے کہ ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ان سب پہاڑوں کو سونے چاندی کا بنا دیا جائے جو ہمیشہ آپ کے قبضہ میں رہیں، جہاں آپ جائیں یہ پہاڑ آپ کے ساتھ چلیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لمحہ کے لئے سر جھکایا پھر سر اٹھا کر فرمایا، اے جبرئیل! دنیا اس کا ٹھکانا ہے، جس کا (آخرت میں) کوئی ٹھکانا نہیں ہے، یہ اس شخص کی پونجی ہے جس کا آخرت میں ) کوئی سرمایہ نہیں ہے، اس کو وہی اکٹھا کرتا ہے جس کو عقل نہیں ہے، حضرت جبرئیل نے فرمایا، اللہ آپ کو پکی بات پر قائم رکھے!! (یعنی آپ نے بہت ٹھوس اور پکی بات فرمائی)

یہ دونوں حدیثیں جو اوپر نقل کی گئیں تحقیق طلب ہیں کہ کس درجہ کی ہیں، شیخ ابراہیم باجوری شارح قصیدۂ بردہ نے انھیں بغیر حوالہ کے نقل کر دیا ہے، لیکن بوصیری نے اپنے شعر میں جو بات کہی ہے کہ سونے چاندی کے پہاڑوں نے آپ کو لبھانا چاہا مگر حضور نے کردار کی بے مثال بلندی کا مظاہرہ فرمایا، اپنی جگہ حقیقت پر مبنی اور بالکل سچ ہے، جب سرداران قریش کا وفد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اور اس نے پیشکش کی کہ اگر آپ دولت کے خواہش مند ہیں تو ہم سب مل کر آپ کے لئے مال جمع کر دیں، اگر حکومت و وجاہت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا حاکم و فرمانروا تسلیم کرنے کو تیار ہیں، اگر آپ نکاح کے طالب ہیں تو قبیلہ کی جس عورت کو آپ منتخب کریں، ہم اس سے آپ کی شادی کرا دیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشکش کا جو جواب دیا وہ ایک اولوالعزم پیغمبر ہی کا جواب ہو سکتا تھا جس کی بلندی کو عام انسانی حوصلہ نہیں چھو سکتا ہے، آپ نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| ماجئتکم بما جئتکم بہ اطلب | میں جس پیغام کو لے کر آپ سب کے پاس آیا ہوں |
| اموالکم ولا الشرف فیکم | اس کے ذریعہ آپ سے مال نہیں چاہتا اور نہ آپکے درمیان |
| ولا الملک علیکم ولکن اللہ | وجاہت کا طالب ہوں نہ حکومت کا خواہاں ہوں، |
| بعثنی الیکم رسولا وانزل علی | البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے |
| کتابا، وأمرنی أن أکون بشیرا | اور اپنی کتاب مجھ پر نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے |
| ونذیرا، فبلغتکم رسالۃ ربی | کہ اللہ کی طرف سے خوشخبری دینے والا اور اس کے |
| ونصحت لکم، فان تقبلوا منی | عذاب سے ڈرانے والا ہوں، لہذا میں نے اپنے رب |
| ماجئتکم بہ فھو حظکم من | کا پیغام آپ کو پہنچا دیا، اگر آپ اس پیغام کو قبول |
| الدنیا والآخرۃ وان تردوہ | کرتے ہیں جو میں آپ کے لئے لایا ہوں تو دنیا و |

علیٰ اصبر لأمر اللہ حتی یحکم اللہ بینی و بینکم۔

آخرت میں آپ کی خوش بختی ہے، اور اگر آپ لوگ اس کو رد کرتے ہیں تو میں اللہ کے حکم پر اس وقت تک صابر رہوں گا جب تک کہ اللہ ہمارے آپ کے درمیان کوئی فیصلہ نہ کر دے۔

سیرتِ نبویؐ کے اس مشہور واقعہ کے ساتھ اسی طرح کا دوسرا مشہور واقعہ بھی یاد کر لیجیے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب ابوطالب نے جب آپؐ کو سمجھایا کہ کارِ نبوت کی ادائیگی سے باز آجائیں تو آپؐ نے فرمایا: کہ اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج بھی رکھ دیں کہ میں اس مہم کی انجام دہی سے رُک جاؤں جب بھی آخری دم تک میں ایسا نہیں کروں گا، لہٰذا امام بوصیریؒ کا شعر اپنی جگہ ہر طرح مکمل ہے کہ دنیا کی ہر نعمت کا لالچ آپؐ کو دیا گیا، لوگوں نے مال و دولت، حکومت و وجاہت، عیش و عشرت کے ذریعہ آپ کا دل لبھانا چاہا، مگر آپؐ نے بے مثال بلندی کا مظاہرہ فرمایا۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو بلند ترین نمونۂ اخلاق پیش کیا گیا وہ آپ کے ان الفاظ سے بھی ظاہر ہے جس میں کوئی تکبر اور نخوت کا اسلوب نہیں ہے، مثلاً اس طرح کی بات فرماتے ہیں:۔

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

یا یہ فرماتے کہ میری بلند فطرت ان دنیاوی رنگ و بو کو قبول نہیں کرتی، آپؐ نے اس طرح کی کوئی متکبرانہ بات نہیں فرمائی بلکہ فرمایا تو یہ فرمایا کہ میں اللہ کی طرف سے مامور بندہ ہوں، مجھے آپ کے مال، حکومت، عزت کا حصول اس ذریعہ سے مقصود نہیں ہے۔

۳۲ ؎ أكدت زهده فيها ضرورة

ان الضرورة لا تعدو على العصم

اس شعر میں نحوی اعتبار سے کچھ کمزوری ہے[1]، کہنا یہ چاہتے ہیں کہ انسان کی بنیادی ضرورت ایسی چیز ہے کہ اس کو طلب کرنا اور اس سے مستفید ہونا پیغمبرانہ شان کے خلاف نہیں ہے، اور نہ "معصوم" ہونے کے منافی ہے، مگر آپؐ نے ان چیزوں میں بھی زہد اور بے رغبتی کا انداز رکھا، لہٰذا "ضروریات" میں زہد اور بے رغبتی آپ کی بلندی کو مزید ثابت کرتی ہے، جس کا گزشتہ شعر میں ذکر ہوا۔

واقعاتی لحاظ سے بھی یہ شعر مکمل نہیں ہے، کیوں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی جو نعمت میسر ہوئی اس سے آپ نے انکار نہیں فرمایا، آپؐ کی پیغمبرانہ بلندی کی یہ بھی ایک شان ہے، اور سمجھنے والوں کے لئے آپؐ کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپؐ نے بشری تقاضوں سے منہ نہیں موڑا، کسی حاسّہ یا جسم کے کسی جائز مطالبہ کو مفلوج نہیں کیا، کیونکہ آپؐ کو اس دنیا میں رہنے بسنے والے انسانوں کے لئے "اسوۂ کامل" بننا تھا۔

۳۳ ؎ وكيف تدعو الى الدنيا ضرورة من

لو لاه لم تخرج الدنيا من العدم

اور کس طرح دنیا کی طرف بلاتی اس ذات کی ضرورت کہ وہ ذات اگر نہ ہوتی تو خود دنیا عدم سے وجود کی طرف نہ لائی جاتی، یعنی آپؐ اس دنیا کی خلقت کے باعث ہیں، آپؐ نہ ہوتے تو یہ کائنات نہ ہوتی، اپنے وجود کے لئے دنیا آپؐ کی طالب تھی، آپ سبب ہیں باعث ہیں

---

[1] لفظی تعقید یہ ہے کہ "اکدت" کا فاعل ضرورۃ مؤخر ہے اور زہدہ مفعول، اور فیہا اضمار قبل الاسم (ضرورۃ) دوسری بات یہ کہ عصم جمع عصمۃ کے بجائے اسم جنس العصم مقصود ہے، بہرحال مقصد کی بلندی تمام نقائص کو دور کرنے والی ہے۔

اس کائنات کی تخلیق کا، لہٰذا دنیا آپؐ کی طالب ہو، یہ تو سمجھ میں آنے والی بات ہے، لیکن آپؐ دنیا کے طالب ہوں، یا آپؐ کی ضرورت دنیا کی طرف آپ کو مائل کرے یہ کیونکر ممکن ہے۔

۳۴۔ محمد سید الکونین و الثقلین

و الفریقین من عربٍ و من عجم

یہ جن کا تذکرہ ہو رہا ہے، وہ ذات گرامی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے، جو دونوں جہان کے سرور، جن والنس کے آقا اور عرب وعجم کے سردار ہیں۔

۳۵۔ نبینا الآمر الناھی فلا احد

ابرّ فی قول "لا" منہ و لا "نعم"

۳۶۔ ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ

لکلِ ھولٍ من الاھوال مقتحم

وہ ہمارے نبی ہیں، حکم دینے والے، روکنے والے، آپ سے زیادہ سچا حق بات کہنے والا کوئی انسان نہیں ہے، آپ کے "ہاں" کہنے اور "نہیں" کہنے دونوں میں آپؐ کا کوئی ہمسر نہیں ہے،

آپ وہ محبوب (شخصیت کے مالک) ہیں، جس کی شفاعت کا آسرا ہر پیش آنے والی ہولناک حالت میں کیا جاتا ہے۔

# ھَمْزِیَّۃُ الْبُوْصِیْرِیْ

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدۂ بردہ نے اتنی شہرت حاصل کی کہ خود ان کے دوسرے نعتیہ قصائد اس کے آگے ماند پڑ گئے، حالانکہ نعتوں پر مشتمل ان کا مکمل دیوان ہے اور اکثر قصائد اپنی معنوی خوبیوں کے لحاظ سے منفرد حیثیت رکھتے ہیں، ان کا "ہمزیہ" ۴۵۶ شعروں پر مشتمل ہے، جس کا مطلع ہے :۔

کیف ترقی رقیتك الانبیاء

یا سماء ما طاولتها سماء

آپ کی بلندی کو انبیاء کہاں پہنچ سکتے ہیں، اے وہ آسمان جس کا بلندی میں کوئی آسمان مقابلہ نہیں کرسکتا۔

اس قصیدہ میں سیرت کے تمام اہم واقعات کی طرف اشارے ملتے ہیں، ظہورِ قدسی، رضاعت، نبوت، معراج، ہجرت، غزوات، فتح مکہ، حج، اور اس کے بعد آل واصحاب، عشرۂ مبشرہ ہر ایک کا تذکرہ ہے۔ اور آخر میں صلاۃ وسلام پر مشتمل مضامین ہیں۔

اس قصیدہ کے چند منتخب اشعار یہ ہیں :۔

۱۔ رحمة کله وحزم و عزم
و وقار وعصمة و حیاء

۲۔ لا تحل البأساء منه عری
الصبر ولا تستخفه السراء

۳۔ کرمت نفسه فما یخطر السوء
علی قلبه ولا الفحشاء

۴۔ وسع العالمین علما وحلما
فهو بحر لم تعیه الاعیاء

۱۔ آپؐ سراپا رحمت ہیں قوت فیصلہ اور قوت ارادہ کے بادشاہ ہیں، وقار، پاک دامنی اور شرم وحیاء کے کامل ومکمل نمونہ ہیں۔

۲۔ مصیبتیں آپ کے صبر کی کسی کڑی کو توڑ نہیں سکتی تھیں، مسرتیں آپ کو آپے سے باہر نہیں کرسکتی تھیں۔

۳۔ آپ کا نفس وہ نفس بلند تھا، جس پر برائی اور بے حیائی کا سایہ بھی نہیں نہیں پڑ سکتا تھا۔

۴۔ سارے عالم کو آپ نے اپنے علم و بردباری سے سیراب کر دیا، آپ ایک سمندر تھے جس کو کوئی وزنی سے وزنی شئے بھی عاجز نہیں کر سکتی [1]

---

[1] جن حضرات کو عربی اور اردو کے طرز بیان کا فرق معلوم ہے، انھیں اندازہ ہوگا کہ عربی کی بہت سی ایسی ترکیبیں ہیں، جن کا لفظی ترجمہ بغیر کسی تبدیلی کے کر دیا جائے تو خالص اردو داں طبقہ کے لئے گنجلک ہو جائے گا، مثلاً "وَسِعَ العالمین علماً و حلماً" کا ترجمہ یہ کیا جائے کہ "وسیع ہو گئے علم و حلم کے اعتبار سے سارے جہاں پر" تو مفہوم واضح نہیں ہوگا اس لئے اس کے قریب تر لفظ کو مجبوراً اختیار کرنا پڑا۔

# ابن جابر الاندلسی کی نعتیں

شیخ بوصیریؒ کے بعد، ابن جابر الاندلسی کا نام آتا ہے، جن کی پیدائش کا سال ۶۹۸ھ ہے، یہ بزرگ پیدائشی نابینا تھے، عرصہ تک مصر و شام میں آکر رہے، اور حلب میں مستقل اقامت اختیار کر لی تھی، ۷۸۰ھ میں وفات پائی۔[1]

ان کو بوصیریؒ کے قصیدۂ بردہ سے زندگی بھر شغف رہا، جو کچھ کہا نعت میں کہا اور اسی انداز میں کہا ان کی ایک نعت کے دو شعر سنیئے۔

۱- یا اھل طیبۃ فی مغناکمو قمر
یھدی الی کل محمودٍ من الطرق

۲- کالغیث فی کرم و اللیث فی حرم
و البدر فی افق و الزھر فی خلق

۱- اے طیبہ کے رہنے والو! تمہاری بستی میں ایک چاند ہے، جو ہر پسندیدہ راہ

[1] الاعلام از خیرالدین زرکلی حرف میم (پورا نام محمد بن احمد)

کی رہنمائی کرتا ہے۔

۲۔ وہ سخاوت میں تیز بارش، اور رحرم میں ایک شیر کی مانند ہے، افق پر چودھویں کا چاند ہے، اخلاق میں ایک حسین پھول ہے۔

ان کے اشعار میں بلاغت اور سلاست کا عنصر غالب ہے، صنعت تجانس کے تو وہ بادشاہ معلوم ہوتے ہیں، بردہ کے طرز پر ایک قصیدہ میں کہتے ہیں۔

۱۔ اما معانی المعانی قد جمعت
فی ذاته فبدت نارًا علی علم

۲۔ کالبدر فی شیم و البحر فی دیم
و الزهر فی نعم و الدهر فی نقم

۱۔ علوم کی روح اور اس کی اصلی حقیقت آپؐ کی ذات گرامی میں جمع ہو گئی تھی، اور وہ یوں آشکارا ہو کر رہی، جیسے پہاڑ پر آگ روشن ہو۔

۲۔ اخلاق میں چودھویں کا چاند، سخاوت میں دریا، احسان بخشی میں پھول اور حق کی حمایت میں سخت۔

ابن جابر اندلسی نے بوصیری کے بردہ کا معارضہ بہت شاندار انداز میں کیا، شاندار ان معنوں میں کہ انھوں نے مدائح نبویہ میں ایک طرزِ نو ایجاد کی، ہر شعر میں بلاغت کی کسی نہ کسی صنعت کو پیش کیا ہے، اس طرح ایک فن ہی ایجاد ہو گیا، جس کا نام "بدلیعیہ" پڑ گیا، بعد کے لوگوں نے اس کی تقلید کی جس کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جیسے "بدلیعیہ" ابن حموی وغیرہ۔

ابن جابر کے "بدلیعیہ" کا مطلع یہ ہے۔

بطیبۃ انزل ویمّم سید الأمم

و انشر لہ المدح و انثر أطیب الکلم

..یمّم (ارادہ کرنا) الامم (امت کی جمع) نشر اور نثر پھیلانے کے معنی میں تناسب صوتی اور مجانست لفظی کی کامیاب کاوش ہے، متعدد علمائے ادب وبلاغت نے اس کی شرح کی ہے، اور محاسن شعری اور صنائع وبدائع کو واضح کر کے بتایا ہے، کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس قصیدہ میں الفاظ ہی الفاظ ہیں، جذبات محبت کی کمی ہے، معنی آفرینی نہیں ہے[1] ممکن ہے یہ بات کسی حد تک صحیح ہو مگر ایک شخص کا اپنی پوری زندگی کا مشغلہ ہی نعت گوئی کو بنالینا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں پیش کئے جانے والے قصیدہ کے لئے خوبصورت الفاظ تلاش کرتے رہنا اپنی جگہ خود ایک بڑے اخلاص کی دلیل ہے۔

اس قصیدہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس طرز کو دوسرے مداحین نبیؐ نے اپنایا، مصنف کے ایک معاصر صفی الدین الحلّی ۷۵۰ھ نے اسی طرز پر ایک قصیدہ کہا اور اس کا نام رکھا "الکفایۃ البدلیعیۃ فی المدائح النبویۃ" عز الدین الموصلی م ۷۸۹ھ نے اپنے قصیدہ کا عنوان "التوصل بالبدیع الی التوسل بالشفیع" رکھا۔ ابن حجۃ الحموی م ۸۳۷ھ نے البدلیعیۃ فی المدیح، تصنیف کیا، ابن المقری م ۸۳۹ھ نے اپنے قصیدہ کا عنوان "الجواھر اللامعۃ فی تجنیس الفرائد الجامعۃ للمعانی الرائعۃ" تجویز کیا، امام سیوطی نے بھی اسی طرز پر ایک نعت "نظم البدیع فی مدح خیر شفیع" کہی تھی، مصر کی مشہور

---

[1] خزانۃ الادب للحموی آراء المعاصرین ص ۱۵

مسلمان ادیبہ عائشہ باعونیہ نے دو قصیدے اس طرز پر لکھے ہیں، ان کے علاوہ جن شعراء کے نام ڈاکٹر زکی مبارک نے گنائے ہیں وہ یہ ہیں۔

ابوالوفاء بن عمر الفرضی، عبدالہادی الابیاری، شیخ طاہر الجزائری، خیراللہ الخطیب، عبدالغنی النابلسی (دو قصیدے) قاسم بن محمد الحلبی، صدرالدین الحسینی، شعبان الاثاری، ان میں سے ہر قصیدے کے لئے عام لقب "بدیعیہ" کا ہے۔

# ابن حجۃ الحموی کا "بدلیعیہ"

ابن حجہ حما (سوریہ) کے رہنے والے تھے، سن ولادت ۷۶۷ھ اور سن وفات ۸۳۹ھ ہے، پورا نام ابوبکر تقی الدین بن علی بن عبداللہ الحموی تھا، مصر و شام کے علماء سے دینیات اور عربی ادب کی تکمیل کی تھی، ان کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں زیادہ مشہور "خزانۃ الادب" ہے، یہ کتاب ان کے قصیدہ بدلیعیہ کی شرح ہے۔

آٹھویں صدی ہجری میں عربی شاعری کا جو انداز تھا، یہ قصیدہ اس کا بہترین نمونہ ہے، حموی نے یہ قصیدہ اپنے استاد اور شیخ طریقت شیخ محمد بن البارزی کی فرمائش پر لکھا تھا، شیخ بارزی نے ان کے ادبی رجحان اور بلاغت سے شغف کو دیکھ کر کہا کہ اپنی ادبی صلاحیت کو "رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر رکھ دو، گھر وہ ہے جو آباد ہو، درخت وہ جو پھل دے"[۱] چنانچہ شیخ حموی نے شیخ کے ارشاد کی تعمیل کی، اور جب بھی چند شعر کہتے تو جا کر ان کو دکھاتے اور شیخ اصلاح فرماتے، کبھی دوبارہ لکھنے کو کہتے، فرماتے ہیں "گویا ہم جواہرات کا ہار گوندھ

---

[۱] مقدمہ خزائن الادب ص۲ طبع بولاق ۱۳۱۳ھ، الاعلام خیرالدین زرکلی ج، ص ۱۲۳

رہے تھے، اور شیخ ایک ایک موتی کو پرکھتے تھے، کبھی لوٹا دیتے کہ اس میں آب نہیں اور اس میں چمک کی کمی ہے، اور جب پسند کرتے تو کہتے ہاں "یہ میرے مولیٰ کے لائق ہے"۔

حموی کو اپنے اس بدلیعیہ پر ناز تھا، اور اس کو اپنا حاصل عمر سمجھتے تھے "خزانۃ الادب" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :۔

اما براعۃ بدیعیتی فانھا ببرکۃ ممدوحھا صلی اللہ علیہ وسلم نور ھذہ المطالع وقبلۃ ھذا الکلام الجامع۔

جہاں تک میرے "بدلیعیہ" کے ممتاز ہونے کا تعلق ہے، وہ اس قصیدہ کے ممدوح صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان تمام مطالع (جو اس طرز پر کہے گئے) کا نور اور نعتوں کا قبلہ ہے۔

یہ بدلیعیہ، جیسا کہ اوپر گزر چکا، دراصل بوصیریؒ کے بردہ کا معارضہ ہے، اضافہ صرف یہ ہے کہ ہر شعر میں براعت استہلال اور حسن ابتدار کی صنعت ملحوظ رکھی گئی ہے، اس کی تعداد بھی ۱۸۲ بردہ کے اشعار کی تعداد کے مطابق ہے، مضامین میں بھی یکسانیت ہے، تشبیب، گریز، نصیحت، مدح اور دعا پر خاتمہ، لیکن لفظی رعایتوں اور صنعتوں کے التزام کی وجہ سے ایک طرف تو وہ سلاست اور روانی نہیں رہی جو خود انہی کے دوسرے نعتیہ قصائد میں ملتی ہے، نیز کوئی شاعرانہ خیال، اچھوتا مضمون، یا سیرت پاک کے کچھ واقعات وہ نہیں پیش کر سکے، اس بدلیعیہ کا مطلع یہ ہے :۔

لی فی ابتدا مدحکم یا عرب ذی سلم
براعۃ تستھل الدمع فی العلم
باللہ سربی فسربی طلقوا وطنی
ورکبوا فی ضلوعی مطلق السقم

---

اسی طرح کے تشبیب کے ۱۹ اشعر ہیں، صرف اسلوب کا نمونہ سمجھنے کے لئے اس دوسرے شعر کی لفظی تشریح کرتا ہوں تاکہ بدلیعیہ کا مطلب اور حضرت حموی کی کاوش کا اندازہ ہوسکے،

پہلے شعر میں یہ فن شروع ہوتا اس کو عنوان یا تعارف سمجھئے، کہتے ہیں کہ اے ذی سلم کے عربو! آپ کی مدح خوانی سے ابتدا کرنے میں مجھے فنی کمال ہے، جو آنسوؤں کو پہاڑ کی چوٹی پر چھلکانے لگتا ہے۔

اس شعر میں لفظ "ابتدا" اور لفظ استہلال" کے ایک ہی معنی ہیں، استہلال بلاغت کی ایک صنعت بھی ہے' اور کام شروع کرنے کے معنی بھی اس میں پائے جاتے ہیں۔

دوسرے شعر "بسربی" مجھے لے چلو" دوسرا" سربی" میری ٹولی" جماعت، سِربؑ (جماعت) طلقوا وطنی" میرا وطن چھوڑ دیا" یا" اس کو طلاق دے دی" مطلق السقم آزادی کے ساتھ بغیر روک ٹوک کے لگ جانے والی بیماری "طلقوا" اور "مطلق" کا تجانس ظاہر ہے۔

ان دونوں شعروں کا ترجمہ یہ ہوگا:۔

اے ذی سلم کے عربو! مجھے آپ کی مدح خوانی سے ابتدا کرنے میں فنی کمال حاصل ہے، وہ فنی کمال جو آنسو کو پہاڑ کی چوٹیوں پر چھلکانے لگتا ہے۔

یعنی جب میں اپنا نغمہ شروع کرتا ہوں، تو لوگوں کے آنسو بہنے لگتے ہیں، اور سامنے کے پہاڑ آنسوؤں کی وجہ سے جھلمل کرنے لگتے ہیں۔

خدا کے لئے مجھے لے چلو، کیونکہ میرے قافلہ والوں نے میرے وطن کو چھوڑ دیا، اور میری پسلیوں میں وہ روگ لگا دیا ہے، جو بڑھنے اور پھیلنے میں ہر طرح سے آزاد ہے۔

ان اشعار میں قابل ذکر بات صرف یہی ہے کہ صنائع و بدائع کے اصناف میں سے پہلے شعر میں گریز، دوسرے میں صنعتِ اطّراد، تیسرے میں صنعت عکسی، چوتھے میں صنعتِ

تردید، اور پانچویں میں صنعت تکرار کی مثال موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حموی کے بدیعیہ کو کتنجانوں میں بلاغت کی فہرست میں جگہ دی گئی ہے۔

راقم الحروف کا خیال ہے، کہ حموی کی دوسری نعت جو "امان الخائف" کے عنوان سے ہے وہ اس بدیعیہ سے کہیں زیادہ بہتر ہے، جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں :۔

۱۔ شذت بکم العشاق لما ترنموا
فغنوا وقد طاب المقام و زمزم

۲۔ وضاع شذاکم بین سلع وحاجرٍ
فکان دلیل الظاعنین الیکم

۳۔ وجزتم بوادی الجزع فاخضرّ والتوی
علی خدّہ بالنبت صدغ منمنم

۱۔ عشاق جب گنگنائے تو آپ کی مدح میں گنگنائے اور ترنّم سے شعر پڑھا تو ملتزم اور زمزم جھوم اٹھے۔

۲۔ آپ کی خوشبو سلع اور حاجر میں پھیل گئی، اونٹوں پر چلنے والوں کو راستہ آپ کی منزل تک اسی خوشبو نے دکھایا۔

۳۔ آپ جب وادی الجزع سے گذرے تو وہ سرسبز و شاداب ہو گئی، اس کے رخساروں پر ہریالی پھیل گئی اور بیل بوٹوں نے دلکش نقش بنا دیئے، (اس استعارہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ جس وادی سے گذرے وہ اگرچہ خشک صحرا کی مانند تھی، مگر آپ کے قدموں کی بدولت سرسبز و شاداب ہو گئی۔

اس قصیدہ کا شاہ بیت یہ ہے :۔

اودی بذکر البانِ و الرند و النقا
و سفح الوادی و الجزع و القصد انتم

یعنی بانؔ، رندؔ، اور نقاؔ نامی درختوں اور رفع الوادی اور جزع نامی مقامات تو صرف بات بنانے اور "توریہ" کے لئے ہیں، مقصد تو صرف آپؐ ہیں۔

اس قصیدہ کے گریز کے اشعار جہاں سے وہ نعت شروع کرتے ہیں، یہ ہیں۔

تقنعت فی حبی لـــهم فتعصبوا
علیّ و هـــم ســادات من قد تلثموا
لهم حسب عــالی ببطحــاء مــکة
لأن رسول اللّٰه فی الاصل منهم

(مسلسل) میں نے اہل حجاز سے اپنی محبت چھپانے کے لئے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لی تو یہ سب میرے خلاف ہوگئے (حالانکہ جس وجہ سے نقاب ڈالی ہے، وہ بھی لوگ ہیں) اور یہی اس طرح کی محبت کرنے والوں کے آقا ہیں۔

ان کا خاندانی وقار لبطحائے مکّہ میں بہت بلند ہے، کیونکہ رسول اللہ دراصل انہی میں سے ہیں۔

آخر میں کہتے ہیں:۔

۱۔ عسی وقفة او قعدة لابن حجةٍ
علی بابکم یسعیٰ بها و هو محرم
۲۔ فقد جاء یشکو من ذنوبٍ تعاظمت
و قدرك فی یوم الشفاعــة اعظم

۳۔ و قد نالہ فی عنفوان شبابہ
ھموم و سیف الھم للظھر یقصم

۴۔ و عارضہ قد شاب فی زمن الصبا
عسیٰ بک من ذا العارض الصعب یسلم

۵۔ فیا وردنا الصّافی! طیور قلوبنا
علیک اذا ما بھا الضیم حوّم

۶۔ علیک سلام نشرہ کانما بدا
بہ یتغالی الطیب و المسک یختم

یہ قصیدہ بھی بلاغت کی صنعتوں سے خالی نہیں ہے، عربی سے واقف حضرات ترجمہ اور اصل شعر کی مطابقت کر لیں۔

۱۔ کیا تعجب ہے کہ ابن حجہ کا آپ کے درِ پاک پر ایک "قیام" یا "قعود" کام آ جائے جس کے لئے وہ "احرام باندھے ہوئے" (سعی کر رہا ہے) کوشاں ہے۔

۲۔ وہ ان گناہوں کی فریاد لے کر آیا ہے جو بہت بھاری ہو چکی ہیں، لیکن آپ کی شانِ شفاعت کے دن اس سے بھاری ہے۔

۳۔ ابتدائے جوانی ہی میں اس کو (یعنی ابن حجہ کو) مصائب نے دبوچ لیا تھا، اور مصائب کی تلوار ریڑھ کی ہڈی کو توڑ دیا کرتی ہے۔

۴۔ نوعمری ہی میں وہ بوڑھا ہو چکا تھا، کیا عجب ہے کہ آپ کے صدقے میں وہ اس سخت عارضہ سے نجات پا جائے۔

۵۔ اے سرچشمۂ پاک! ہمارے دلوں کے پرندے جب بھی کوئی مصیبت آتی

ہے، آپ کے گرد منڈلانے لگتے ہیں۔

۶۔ آپ پر سلام ہو، اس سلام کی عطر بیز ہوائیں جب کبھی پھیلیں گی تو وہ عطر سے بازی لے جائیں گی، اور مشک اس پر مہر کرے گا۔

# شیخ عبدالرحیم البرُعی کی نعتیں

ان بزرگ کا نام بھی نعت نبوی سے اسی طرح وابستہ ہے جس طرح فارسی داں حلقوں میں حضرت جامیؒ کا نام، یہ بزرگ یمن کے ایک صوفی عالم تھے، صاحب درس تھے، شاگردوں اور مریدوں کا بڑا حلقہ رکھتے تھے، اپنے جوار کے مفتی بھی تھے، ان کا وطن یمن میں "نیابتین" تھا، جو جبل برع کے نشیب میں واقع ہے۔

علامہ نبہانی کو غالباً ان کے حالاتِ زندگی اور سن وفات کا پتہ نہ مل سکا اس لئے انہوں نے ان کو "من اھل القرن الخامس الھجری" لکھ دیا ہے، استاذ خیرالدین زرکلی نے "الاعلام" میں لکھا ہے:۔

عبد الرحیم بن احمد بن علی البرعی الیمانی شاعر متصوف من سکان "النیابتین" فی الیمن، افتی و درس، لہ دیوان شعر

عبدالرحیم بن احمد بن علی البرعی یمانی ایک صوفی شاعر تھے، یمن میں نیابتین، ان کا وطن تھا، فتویٰ اور درس دیا کرتے تھے، ان کا دیوان طبع ہو چکا ہے، جس میں زیادہ کلام

مطبوع، اکثرہ فی المدائح النبویۃ          نعت نبوی پر مشتمل ہے۔ ۸۰۳ھ ہجری میں
توفی عام ۸۰۳ من الھجرۃ۔          ان کا انتقال ہوا۔

شیخ اسماعیل الوشلی نے علمائے یمن کی تاریخ نشر الثناء الحسن علی بعض ارباب الفضل والکمال ومن اہل الیمن" کے نام سے لکھی ہے، جس میں شیخ برعی کے علمی کمالات اور کرامتوں کا تفصیل سے ذکر کیا، شوکانی نے "البدر الطالع" کے ضمیمہ میں ان کا تذکرہ بڑے احترام کے ساتھ کیا ہے۔

بعض اہل یمن ان کے اشعار کو وظیفہ کی طرح پڑھا کرتے ہیں، حج وزیارت کو آنے والے خاص طور سے ان کے منتخب قصائد اپنے اوراد کے ساتھ رکھا کرتے ہیں، ان کی قبر یمن ہی میں ہے، اور اس پر گنبد بھی بنا ہوا ہے، لوگ سالانہ زیارت کے لئے وہاں جایا کرتے ہیں، اور اس مقام سے بھی متعدد کرامتیں منسوب ہیں۔

غالباً ان کے ہم نام کوئی اور یمنی بزرگ ہیں، جن کی قبر مدینہ منورہ کے قریب ہے، اور یمنی صوفیا وہاں بھی زیارت کو جاتے ہیں، ان کے حالات کچھ اسی طرح کے مشہور ہیں، جس طرح حضرت جامیؒ کے، یعنی کسی صاحب نسبت بزرگ کو خواب میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہدایت ہوئی تھی کہ حاکم مدینہ سے کہہ کر برعی کو مدینہ آنے سے روکو ورنہ نظام عالم درہم برہم ہوجائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ان کے نعتیہ دیوان کا پہلے قصیدہ ہمزیہ کا مطلع یہ ہے۔

اری برق الغویر اذا ترا أی
باقصی الشام زوّرنی بکاءً

(غُوَیر غور کا مصغر، نشیبی جگہ، ایک مقام کا نام) یعنی غُوَیر کے افق پر بجلی چمکی

جس کو دیکھ کر میرے دل پر چوٹ پڑی اور میں رو پڑا۔

اس مطلع کے بعد چند اشعار اسی انداز میں تشبیب کے ہیں، اس کے بعد فرماتے ہیں۔

۱۔ وفی اکناف طیبۃ ہاشمی
یصرف بالسماحۃ حیث شاء

۲۔ امام المرسلین و منتقاھم
حوی الخیرات ختمًا و ابتداء

۳۔ تناھی فخر کل اخی فخار
و لن تلقی لمفخرہ انتہاء

۴۔ نبی ما رأتہ الشمس إلا
و غضت عن محاسنہ حیاء

۵۔ عظیم إن تواضع عن علو
کبیر لیس یرضی الکبریاء

۶۔ و ذلك خیر من حملتہ ام
و من لبس العمامۃ و الرداء

۷۔ انخ بجنابہ الانضاء و ابذل
لزائرہ المودۃ و الصفاء

۸۔ نحنّ لذکرہ طربًا و شوقًا
فتحسبنا تساقینا الطلاء

۹۔ و مالی لا أحنّ الی حبیب

تملت براح مدحته انتشاء

۱۰- رسول الله اعلى الناس قدرا
و اكرمهم و أرحبهم فناء

۱۱- و من لى أن أزورك بعد بعدٍ
صباحًا يا محمد أو مساء

۱۲- و اشم تربة نفخت عبيرًا
و انظر قبة ملئت ضياء

۱۳- عليك صلاة ربك ما تبارت
صبا نجد نسيما أو رخاء

۱- طیبہ کے ایک حصے میں ایک ہاشمی ہیں، وہ جس طرح چاہتے ہیں، سخاوت پر حکمرانی کرتے ہیں، (یعنی سخاوت میں اس درجہ ممتاز ہیں کہ گویا اس صفت پر ان کو پورا قابو ہے، اور جیسے چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں۔)

۲- وہ تمام انبیائے مرسلین کے امام اور ان سب میں منتخب ترین نبی ہیں، خوبیوں کی ابتدا و انتہا دونوں کو انھوں نے گھیر لیا ہے۔

۳- ہر صاحب فخر کا سرمایۂ فخر ختم ہو گیا، لیکن آپ کے لئے جو فخر کی باتیں ہیں، ان کی انتہا نہیں ہے۔

۴- وہ ایسے نبی ہیں، کہ آفتاب نے جب بھی ان پر نظر ڈالی تو ان کے محاسن کو دیکھ کر شرمندہ ہو کر سرنگوں ہو گیا۔

۵- وہ عظیم شخصیت کے مالک ہیں، لیکن بلندیوں کے باوجود عاجزی

فرماتے ہیں، وہ بڑے ہیں، لیکن بڑائی نہیں جتلاتے۔

۶۔ وہ ذات گرامیؐ جن سے بہتر شخص کو کسی ماں نے جنم نہیں دیا، اور عبا و عمامہ میں ان سے بہتر انسان کو نہیں دیکھا گیا۔

۷۔ ان کی چوکھٹ پر اونٹنیوں کو بٹھاؤ، اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کی خاطر مدارات کرو۔

۸۔ ہم ان کی یاد میں جھومتے اور مست ہوتے ہیں، اور اشتیاق میں تڑپتے ہیں، تم ہمیں اس حال میں دیکھ کر یہی سمجھو گے کہ گویا ہم ایک دوسرے کو جام شراب پلا رہے ہیں۔

۹۔ اور ہم کیوں نہ اس ذات محبوبی کی یاد میں تڑپیں، جن کی مدح کی شراب سے شاد کام ہو کر ہم مست ہو رہے ہیں۔

۱۰۔ وہ رسول اللہؐ ہیں تمام انسانوں میں بلند و بالا حیثیت کے مالک، اور سب سے زیادہ سخی، جن کا صحن سب سے زیادہ وسیع ہے۔

۱۱۔ کون ہے جو مجھے وہاں لے جائے کہ اس دوری کے بعد آپؐ کی، اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) صبح و شام زیارت کروں۔

۱۲۔ اور اس خاک کو چوموں جس سے مشک کی خوشبو پھیلتی ہے، اور اس گنبد کو دیکھوں جو نور سے بھرا ہوا ہے۔

۱۳۔ آپؐ پر آپؐ کے رب کا درود و سلام ہو جب تک کہ نجد کی نسیم سحر اور باد صبا چلتی رہے۔

شیخ عبدالرحیم البرعی کا ایک دوسرا ہمزیہ ہے، جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

اذا عہدوا فلیس لہم وفاء

وان وعدوا فموعدهم هباء

خالص تشبیب کا مضمون ہے کہ یہ معشوق اگر عہد کریں تو ان میں وفا نہیں، اور اگر وعدہ کریں تو ان کا وعدہ خس وخاشاک ہے۔

تشبیب میں وہ گردش زمانہ، یاروں کی بے وفائی، اہل دنیا کی بے مہری کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے موضوع پر آتے ہیں۔

وان عثرت بك الايام فانزل

باكرم من تظلله السماء

نبیٌ ہاشمیٌ البطحیٌ

شمائله السماحة والوفاء

اگر تم زمانہ کے ہاتھوں ستم رسیدہ ہو تو اس سخی داتا کے در پر آجاؤ، جن سے زیادہ سخی انسان پر کبھی آسمان سایہ فگن نہیں ہوا۔

وہ نبی ہاشمی البطحی ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) سخا و وفا ان کی خو ہے۔

اس کے بعد شاعر نے معراج کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے حضور بلایا، قریب کیا، باتیں کیں اور فرمایا:۔

فقل واشفع ترىٰ كرما ومجدا

وسل تعطى وشيمتك العطاء

لك الحوض المعين كرامة يا

محمد والشفاعة واللواء

(جو بھی طلب ہو) کہئے اور شفاعت کیجئے، بخشش اور توقیر لیجئے، مانگئے

ملے گا، اور بخشنا، دینا تو آپ کا شیوہ ہے، آپ کے لئے یہ حوض ہے جو سرچشمہ ہے،
اے محمدؐ آپ کے لئے حوض کوثر، اذن شفاعت اور لوا الحمد انعام ہے۔

اب جبکہ ممدوح گرامی صلے اللہ علیہ وسلم کو شاعر مخاطب کر رہا ہے تو یوں عرض کرتا ہے۔

اذا نسبوا المکارم و المعالی
فانت لها تمام و ابتداء
اذا الفخر انتهیٰ شرفاً فحاشا
وکلّا ما لفخرکم انتهاء

جب سیرت و کردار کی بلندیوں اور خاندانی شرافتوں کا ذکر ہو گا تو اس کی ابتدار اور تکمیل دونوں آپ کی ذات سے منسوب ہو گی۔

اگر دنیا کا سرمایہ ختم ہو جائے پھر بھی آپ کے لئے جو فخر کی باتیں ہیں وہ حاشا وکلّا کبھی ختم نہیں ہو سکتیں

ان کا ایک قصیدہ جیمیہ ہے، جس کا مطلع ہے:۔

متی یستقیم الظل والعود أعوج
و هل ذهب صرف یساویه بهرج

جب لکڑی ٹیڑھی تو سایہ کب سیدھا ہو گا، کیا زرِ خالص کی برابری کھوٹا سکّہ کر سکتا ہے۔؟!

اس قصیدہ کی ابتدار تشبیب کے بجائے پند و نصیحت کے مضمون سے کی ہے، خطاب تو اپنے نفس ہی سے کیا ہے، مگر مقصود وعظ ہے، نعت کی طرف بڑی خوبصورتی سے گزیر کرتے ہیں۔

فیا شؤم حظی حین ینکشف الغطا

اذا لم یکن لی من ذنوبی مخرج

ولیس معی زاد ولا لی وسیلة

بلی! هاشمی بالبهاء متوج

ہائے رے میری شومئ قسمت! جب پردہ اٹھے گا، اور گناہوں کے بار سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا، نہ میرے پاس کوئی (نیک اعمال کا) توشہ ہے، نہ کوئی سہارا ہے، ہاں البتہ ایک ہاشمی ﷺ ہیں، جن کے سر پر زینتوں کا تاج ہے۔

اس کے بعد کہتے ہیں :۔

۱۔ اذا مدح المداح أرباب عصرهم

مدحت الذی من نوره الکون یبهج

۲۔ وان ذکروا لیلیٰ ولبنیٰ فاننی

بذکر الحبیب الطیب الذکر ألهج

۳۔ أما و محل الهدی تدمن نحورها

ومن ضمه البیت العتیق المدبّج ؟

۴۔ لقد شاقنی زوار قبر محمدؐ

فشوقی مع الزوار یسری ویدلج

۵۔ وارتاح من أرواح أطیاب طیبةٍ

اذا المسك فی أرجائها یتأرج

۶۔ بلاد بها جبریل یسحب ریشه

ویتنزل من جو السماء ویعرج

۷۔ نبی تغار الشمس من نور وجهه

بهی نقی الثغر أحور أدعج

۸۔ تزید به الأیام حسنا ویزدهی

به الدین، والدنیا به تتبرج

۹۔ مکارم اخلاق وحسن شمائل

وشیمة جود بحره متموج

۱۔ جب ثنا خوانی کرنے والے اپنے اہل زمانہ کی ثنا خوانی کرتے ہیں، تو میں اس ذات کی مدح کرتا ہوں جس کے نور سے کائنات روشن ہے۔

۲۔ جب یہ لوگ کسی "لیلیٰ" یا کسی "لبنیٰ" کا ذکر کرتے ہیں تو میں اس حبیب پاک کی یاد میں نغمہ خواں ہوتا ہوں، جن کا ذکر سراسر معطّر ہے۔

۳۔ قسم اس مقام کی جہاں قربانی کے جانوروں کی گردنوں سے خون بہایا جاتا ہے، اور قسم ہے ان کی جن کو، پُر رونق بیت الحرام اپنی آغوش میں لیتا ہے۔

۴۔ قبر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کو جانے والوں نے میرے شوق کو بھڑکا دیا ہے، ان زائروں کے ساتھ میرا شوق بھی رات دن گامزن ہے۔

۵۔ میرے دل کو راحت اُن ہواؤں سے ملتی ہے، جو طیبہ کے پاکیزہ کناروں سے چلتی ہیں، جبکہ مشک بیز لپٹیں اس شہر کے گوشے گوشے میں پھیلتی ہیں۔

۶۔ وہ شہر جہاں جبرئیل بھی اپنے پر سمیٹے ہوئے آسمان سے اترتے چڑھتے رہتے تھے۔

۷۔ یہ سب اس نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے صدقے میں ہے، جن کے چہرہ انور کی

تابانی کو دیکھ کر آفتاب بھی شرما کے جھک جاتا ہے وہ جو بارونق، پاکیزہ رو، کشادہ اور سرگیں چشم والے ہیں۔ (صلے اللہ علیہ وسلم)۔

۸۔ زمانہ جوں جوں گزرتا جاتا ہے، آپؐ کا جمال بڑھتا جاتا ہے، دین آپؐ سے سرسبز وشاداب، دنیا آپؐ سے مزین اور سیراب۔

۹۔ اخلاق کی بلندیوں، عادات کی خوبیوں کے آپؐ مجموعہ ہیں، سخاوت آپؐ کی عادت ہے، اور وہ ایک ایسا سمندر ہے، جس میں موج ہی موج ہے۔

# ابن نباتہ مصری کی نعتیں

ابن نباتہ مصری کا پورا نام جمال الدین محمد بن محمد ہے، ۶۸۶ھ ان کا سال پیدائش اور ۷۶۸ھ سال وفات ہے، اپنے وقت کے بڑے عالم، صوفی، اور ادیب تھے، آٹھویں صدی ہجری میں عربی ادب پر صنعت، ضلع جگت، رعایت لفظی اور قافیہ کے لئے مضمون آوری کا رنگ چھایا ہوا تھا۔

ابن نباتہ بھی اسی عصر کے ادیب تھے، ان کی نظم و نثر دونوں اسی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں، جہاں تک الفاظ پر قدرت اور قوافی میں مہارت کا تعلق ہے، ابن حجۃ الحموی اور ابن جابر الاندلسی سے ان کا پلہ بھاری ہے، یہ بہت پر گو شاعر تھے، کوئی قصیدہ ۶۰ شعر سے کم کا نہیں ہے۔

نعت کا مضمون ان کی شاعری کا موضوع تھا، لیکن صنائع و بدائع کی پابندیوں نے ان کے اشعار کو بہت حد تک گنجلک بنا دیا ہے، اور ان کے اہم قصائد میں ایک تو لامیہ قصیدہ ہے، جو "بانت سعاد" کے وزن و قافیہ میں انھوں نے کہا ہے، جس کو معارضہ

کہا جاتا ہے، اور دوسرا اہم زیہ ہے جس کا مطلع ہے۔

شجون نحوها العشاق فاءُوْا

وصبٌّ ماله فی الصبر راء

یہ شعر الفاظ کی پُرکاری کا نمونہ ہے، ترجمہ سننے سے بھی پہلے یہ سمجھئے کہ الف، ب، کی تختی میں آپ جن حروف کو ف، ق، ر، کہتے ہیں، عربی میں ف کو فاء، ر کو راء کہتے ہیں)

اب ترجمہ سمجھئے:۔

ہم ایسے رنج واندوہ میں گرفتار ہیں کہ ان حالات میں بڑے بڑے عشاق کی قاف "تک "ف" ہو کر رہ جاتی ہے۔ یعنی ان کی کمر جھک جاتی ہے، اور ہمارے دل پر وہ افتاد پڑی ہے کہ میرے "صبر" میں (حرف) "ر" نہیں ہے، صبٌّ عاشق، دل گرفتہ، وارفتہ، متعدد معنوں میں آتا ہے۔

ذرا صبر کر کے دو ایک شعر اور سنئے :۔

۱۔ وصحب ان غروا بملام مثلی

فرب أصاحبٍ بالأثم باءوا

۲۔ وعین دمعها فی الحب طهر

کان دموع عینی بُرحاء

۳۔ ولاحٍ ماله هاء و میم

له من صبوتی میم و هاء

۱۔ میرے ایسے احباب ہیں، کہ اگر میرے ایسے انسان کی ملامت پر کسی کو اکسائیں تو بہت سے ساتھی گناہ لے کر لوٹیں گے، اس شعر میں باؤا، لوٹنے کے معنی میں ہے، اور

حرف "ب" بھی ہے،

۲۔ اور ایسی آنکھ جس کے آنسو محبت میں پاک ہیں، گویا میری آنکھوں کے آنسو "بئرِ حار" بن جاتے ہیں (یہ ایک مدینہ منورہ کا کنواں ہے) اور حرف "ر" کی تحتی کشش جو آنسو کی لکیر کی مانند ہوتی ہے، وہ بھی مراد لی جا سکتی ہے)

۳۔ ملامت کرنے والے عشق کے غم سے ناآشنا ہیں، میرا جنونِ شوق ان سے کہتا ہے "بس" کیجئے (مہ کے معنی کف امر کے ہیں)۔

تمہید و تشبیب کے تمام اشعار صنائع و بدائع ہی نہیں بلکہ اسی طرح کے ادبی مضمون پر مشتمل ہیں، لیکن جب اصل مضمون یعنی نعت سرورِ کونینؐ کا مضمون شروع کرتے ہیں تو دفعتاً قلم میں سنجیدگی، وقار اور ایک طرح کا توازن آ جاتا ہے، فرماتے ہیں۔

۱۔ و أن محمداً لحبیب الس
و جن هم لنعلیه فداء

۲۔ نبیٌّ تحمل الانباء عنه
جمال الشمس یجلوها الضحاء

۳۔ و این الشمس منه سنا و لولا
سناه ما الم بها بهاء

۴۔ و لو لاه لما حجت وعجت
وفود البیت ضاق بها الفضاء

۵۔ اعدلی یا رجاء زمان قربٍ
بروضته اعدلی یا رجاء

۶- ولثم حصی لتربته ذکی
کان شذاہ فی نفسی کباء

۷- صفی اللہ یا ازکی البرایا
بحبک فی عقائد فا الصفاء

۸- علیک من الملیک بکل وقتٍ
صلاۃ فی الجنان لہا أداء

۱- بلاشبہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جن وانس دونوں کے پیارے ہیں، اور ایسے پیارے ہیں کہ یہ سب کے سب آپؐ کی جوتیوں پر فدا اور قربان ہیں۔

۲- آپؐ ایسے نبی ہیں کہ آفتاب کا حسن جب دن چڑھے نمایاں ہوتا ہے تو آپؐ کے رُخِ تاباں کی یاد دلاتا ہے۔

۳- اور کہاں آفتاب میں وہ رونق ہوگی جو آپؐ میں تھی، اگر آپؐ نہ ہوتے تو حسن وجاذبیت سے وہ محروم ہی رہتا۔

۴- اگر آپؐ نہ ہوتے تو نہ کوئی حج کرتا اور نہ بیت اللہ کے یہ مہمان ہوتے، جن سے پوری فضا گونجتی رہتی ہے اور نہ کوئی کبھی اللہ کا نام پکارتا۔

۵- اے امید! پھر ایک بار آپؐ کے روضۂ پاک کی حاضری کی آس دلادے، اور حضوری کا زمانہ قریب کردے۔

۶- وہ زمانہ قریب کردے جب ہم آپ کی تربت کے اوپر پڑی ہوئی کنکریوں کو چومیں، آنکھوں سے لگائیں، وہ کنکریاں جن میں سے ہر ایک عطر بیز ہے، اور جس کے لئے میرا قلب عود کی طرح جل رہا ہے۔

۷۔ اے اللہ کے منتخب ترین بندے! اے ساری کائنات میں سب سے زیادہ پاکیزہ تر وجود گرامی! آپ کی محبت کے صدقے میں ہمارے عقیدوں میں پاکیزگی پیدا ہوئی ہے۔

۸۔ مالک حقیقی ہر لمحہ آپؐ پر درود وسلام بھیجتا رہے، جس کی جزا ہم کو آخرت میں ملنے والی ہے۔

یہ ابن نباتہ کے طویل قصیدوں میں ہے، بمشکل ہم صرف انہی اشعار کا انتخاب کر سکے، اسی طرح ہر قصیدے میں آٹھ دس اشعار ایسے مل جاتے ہیں، جن کے اندر سلاست، جوش، روانی کے ساتھ گہری محبت کا مضمون ملتا ہے، ورنہ عام طور سے صنائع و بدائع کی اتنی بھرمار رہتی ہے کہ ہر شعر ایک طرح کا معمہ بن گیا ہے، یہاں پر پھر وہی بات مجھے مکرر عرض کرنی ہے کہ مجھے شاعر کو احترام کی نظر سے دیکھنا چاہئے، کیونکہ اس نے اپنا فن، اپنی ذہانت اور قابلیت کا جوہر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش کیا ہے، ہدیہ میں ہر شخص وہی پیش کرتا ہے جو اس کے نزدیک اس کا بیش بہا ہوتی ہے۔

# شہاب الدین محمود الحلبی کی نعتیں

الشہاب محمود م سنہ ۷۳۵ھ ترکی دور حکومت میں شام کے ایک بڑے عہدہ "رئیس دواوین الانشاء" پر فائز تھے، صوفی عالم اور شاعر بھی تھے، ان کی شاعری بھی تمام تر نعتوں کی شاعری تھی، ایک منظوم سفرنامۂ حج، اور منظوم سیرت نبوی ان کے علمی آثار میں قابل ذکر ہے، ان کے دیوان کا ایک نسخہ جامع ایا صوفیا کے کتب خانہ میں، دوسرا مکتبہ عاشر آفندی، میں موجود ہے، نبہانی نے ان کے اکثر قصائد اپنے مجموعہ میں جمع کر دیئے ہیں، ان کے ہر قصیدہ میں معراج اور غیر مشہور معجزات کا ذکر التزاماً ملتا ہے، ان کے ایک تائیہ قصیدہ کے چند منتخب اشعار یہ ہیں، مطلع کے اشعار یہ ہیں:۔

اعمل حساب النفس عن هفواتها

واستدرك الطاعات قبل فواتها

واجهد لنفسك بالخلاص بكفها

عن غيها والصد عن شهواتها

نفس کی لغزشوں کا محاسبہ کرتے رہو، وقت گزرنے سے پہلے طاعت کے ذریعہ تلافی کرلو۔

نفس کی فریب کاریوں سے بچنے کی کوشش کرلو تاکہ اس کی سرکشی سے محفوظ رہو، اور اس کے اکسانے کو روک سکو۔

یہ تمہید یا تشبیب کا انداز ہے، گریز میں قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہے، اور پھر یہ کہ وہاں جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا، شفیع المذنبین صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی بے کسوں کا سب سے بڑا سہارا ہوگی، شفیع المذنبین کا ذکر آتے ہی شاعر کی روح وجد کرنے لگتی ہے اور وہ ایک دوسرے عالم میں پہنچ جاتا ہے، اس کو یاد آتا ہے کہ وہ روضۂ اطہر کی زیارت سے کب سے محروم ہے۔

۱۔ اسفی علی زمن تقضی امکنت
فیہ زیارۃ دارہ لماتھا

۲۔ راح الرفاق الی الحمی وتاخرت
نفسی التی سکنت الی راحاتھا

۳۔ مع ان ایام الزیارۃ لم أجد
شیئا إلی آلذّ من اوقاتھا

۴۔ لو نشتری بالعمر ما غبن امرؤ
بذل السنین لمشتری ساعاتھا

۵۔ دارٌ یری نور الھدی متالّقا
یھدی البصائر من جمیع جھاتھا

۶۔ والروضة الفيحاء يعبق نشرها
من جنة الفردوس عن نفحاتها

۷۔ والحجرة الغراء بين ستورها
أسنى من الاقمار فى هالاتها

۸۔ و ترى مواقف جبرئيل بربعها
و مهابط الاملاك فى حجراتها

۹۔ هل لى إليها عودة اعتدها
لمكارم الايام خير هباتها

۱۰۔ و أملئ العين القريحة بالذى
أليسته الا فى خداع سناتها

۱۱۔ واقول: ياخير الورى نفسى اتت
ترجوك فاقبلها على علاتها

۱۲۔ صلى عليك الله ما هبت صبا
فاختالت الاغصان فى عذباتها

۱۳۔ أوغنّت الورقاء فى اوراقها
تدعوا لهديل بها الى وكناتها

۱۔ اپنی حسرت کو کس طرح بیان کروں کہ وہ زمانہ گزر گیا جبکہ میں درِ پاک کی زیارت کو جاسکتا تھا، مگر نہ گیا۔

۲۔ سب ساتھی اس "جائے پناہ" کی طرف کوچ کر گئے اور میں ہی پیچھے رہ گیا،

اور میرا نفس راحت طلبی میں لگ گیا۔

۳۔ حالانکہ زیارت کی گھڑیوں سے زیادہ محبوب شئی اس نفس کو کبھی نصیب نہیں ہوئی۔

۴۔ درِ پاک پر حاضری کی چند ساعتوں کے لئے جس شخص نے سالہا سال صرف کر دیئے، وہ گھاٹے میں نہیں رہا، کیونکہ یہ سودا اگر پوری عمر دے کر بھی حاصل کیا جاتا تو سستا رہتا۔

(متاعِ وصلِ جاناں بس گران است گر ایں سودا بجاں بودے چہ بودے؟)

۵۔ یہ وہ درِ پاک ہے جہاں نورِ ہدایت فروزاں ہے، اور جو دل کی آنکھوں کو بہر سو روشنی ملتی ہے۔

۶۔ اور وہ کشادہ ریاض الجنۃ جس کی عطر بیز ہوا جنت الفردوس کے جھونکوں سے سرشار رہتی ہے۔

۷۔ اور وہ انوار سے جگمگاتا ہوا حجرۂ شریفہ جن پر پردے پڑے ہیں اس چاند سے زیادہ روشن ہے، جو اپنے ہالے کے اندر رہتا ہے۔

۸۔ یہ وہی حجرۂ مبارکہ ہے کہ جس کے کسی گوشے میں حضرت جبرئیل کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور انہی حجروں میں فرشتوں کے نزول کی جگہیں ہیں۔

۹۔ کاش پھر اس دیارِ پاک میں ایک بار حاضری ہو جائے اور اس سفر کے لئے اپنے عزیز ترین لمحاتِ زندگی کا بہترین سامانِ ہدیہ تیار رکھوں۔

۱۰۔ اور تمناؤں سے پُر اپنی مشتاق نظر کو اس دولت دیدار سے سیراب کروں جس سے مایوسی ہو چکی ہے، اور صرف خواب ہی میں وہ ملتی ہے۔

۱۱۔ اور عرض کروں یا خیر الوریٰ! یہ غلام حاضر ہو گیا ہے، اب یہ جیسا بھی ہے، اس کو قبول فرما لیجیے۔

۱۲۔ اللہ کا آپؐ پر درود و سلام ہو جب تک کہ نسیم سحر چلتی رہے اور شاخیں جھومتی رہیں،

۱۳۔ اور اس کی ڈالیوں پر بیٹھی قمری گاتی رہی، اور کبوتر کو اپنے گانوں سے اپنے گھونسلے کی طرف بلاتی رہی۔ (یعنی ہمیشہ ہمیشہ)

شیخ شہاب الدین محمود علیہ الرحمۃ کا ایک بائیہ قصیدہ بہت مشہور ہے جس کا مطلع ہے

هل نازح الدار بعد البين مقترب

أو هل يؤب الى الأوطان مغترب

کیا گھر سے نکلا ہوا مسافر فرقت کی گھڑیاں گزارنے کے بعد کبھی قریب آئے گا،

اور کیا دور دیس چلا جانے والا مسافر اپنے وطن واپس آئے گا؟

تشبیب کے چند اشعار کے بعد کہتے ہیں۔

۱۔ فهل ترى اسمع الحادين عن كثبٍ

وهم يقولون لى :- قف! هذه الكثب

۲۔ وهل صباح أرى فيه قباب قبا

كانها بين ساجى نخله شهب

۳۔ وهل تماط، وقد جئت الثنية ما

بينى وبين المصلى والنقا الحجب

۴۔ فانظر الحرم السامى بساكنه

وامطر الأرض دمعًا دونه السحب

۵۔ وألثم الترب اجلالا لديه وهل

لثم الترب يؤدى بعض ما يجب

۶۔ هنالك تطفأ أشجانی وتبرأ جفانی
وتذهب عنی هذه الكرب

۷۔ ولا ابالی بفقد انی الحیاة وقد
وجدت ماكنت أرجوه وارتقب

۸۔ مغنی به فاض فضل الله وانبعثت
به الی الخلق طرًّا للهدیٰ شعب

۹۔ وطبقت رحمة الله البلاد به
كأنها الغیث یسری وهو منسكب

۱۰۔ وسار منه هدی لم تبق شارقة
الا ونور سناها منه مكتسب

۱۱۔ مغنی به خیر خلق الله كلهم
ومن به بلغت اقصیٰ العلا العرب

۱۲۔ محمد سید السادات اكرم من
علت بمثله فوق الوریٰ الرتب

۱۳۔ محمد المصطفیٰ الهادی الذی شهدت
ببعثه انبیاء الله والكتب

۱۴۔ ومن طهر البیت الحرام وقد
علت علی الكعبة الاوثان والنصب

۱۔ وہ کیا مبارک ساعت ہو گی جب حدی خوانوں کی آواز قریب سے سنوں گا،

اور وہ مجھ سے کہہ رہے ہوں گے، ٹھہرو! دیکھو یہ بستی کے آثار ہیں، (کُثب: قریب، کُثُب، مٹی کے تودے، مراد مٹی سے بنے ہوئے در و دیوار، کسی بستی کی علامت)

۲۔ کیا وہ صبح میری زندگی میں آئے گی جب "قبا" کے گنبدوں پر نظر پڑے گی، جو کھجوروں کے جھنڈ کے درمیان چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہوں گے۔

۳۔ اور کیا وہ وقت آئے گا جب میری نگاہوں کے سامنے سے پردے ہٹا دیئے جائیں گے اور میں ثنیۃ الوداع پر پہنچوں گا، مصلّی اور نقا کے سب حجاب دور ہو جائیں گے،

۴۔ پھر میں حرم پاک دیکھوں گا، جو اپنے مکینؐ کی وجہ سے بلند درجہ رکھتا ہے، اور اس سرزمین پر اس قدر آنسو بہاؤں گا کہ بادل بھی پیچھے رہ جائیں

۵۔ اور اس خاک پاک کو عظمت و احترام سے چوموں گا، مگر کیا یہ خاک بوسی کچھ بھی حق ادا کر سکتی ہے ؟

۶۔ وہاں دل کی آگ بجھے گی، پلکیں آنسوؤں سے ٹھنڈی ہوں گی، اور دل کے سارے اندوہ کافور ہو جائیں گے۔

۷۔ مجھے اپنی زندگی کے ختم ہو جانے کی کوئی پرواہ نہیں ہے، کیونکہ مجھے میری مراد مل گئی، میری آرزو پوری ہو گئی۔

۸۔ کیونکہ ہم اس آبادی میں پہنچ گئے ہیں جہاں سے اللہ کا فضل ابلتا ہے، اور ہدایت کے چشمے جہاں سے پھوٹ پھوٹ کر ساری مخلوق کو سیراب کرتے ہیں۔

۹۔ اللہ کی رحمت نے ساری دنیا کو اپنی آغوش میں لے لیا جیسے ایک تیز بارش ہو (جس سے سب سیراب ہوتے ہیں)۔

۱۰۔ ہدایت کی روشنی یہاں سے نکلی اور کوئی کرن ایسی نہیں ہے، جو اس نور

کے فیض سے فیض یاب نہ ہو۔

۱۱۔ یہ وہ آبادی ہے، جس میں اللہ کے برگزیدہ ترین بندے کی رہائش ہے، جن کے صدقے میں عربوں کو بے مثال عروج حاصل ہوا۔

۱۲۔ وہ ذات گرامی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے، جو تمام سرداروں کے سردار ہیں، اور جن جن پیغمبروں کے لائے ہوئے دین سے دنیا میں روشنی پھیلی ان سب کے امام، ان سب میں عالی مقام۔

۱۳۔ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم وہ ہادئ برحق جن کی نبوت کی شہادت تمام انبیائے سابقین اور ہر آسمانی صحیفہ نے دی۔

۱۴۔ جن کی بدولت بیت اللہ الحرام پاک ہوا، جہاں بتوں اور مجسموں کو اونچا کر کے رکھا گیا تھا۔

---

لہ (حاشیہ صہ کا) شارق آفتاب کو کہتے ہیں، شارقہ کوئی لفظ نہیں ہے، شہاب الدین کے دیوان کے شارح نے بھی معذرت کا اظہار کیا ہے، سب نے قیاس سے اس کا ترجمہ کرن کر دیا ہے، لغت کی کتابوں سے کوئی مدد نہیں مل سکی۔ ع

# ابن الفارض کی نعتیں

عمر بن الفارض متوفی ۶۳۶ھ مشہور صوفی شاعر ہیں، ان کے اشعار خالص تصوف کے دقیق معانی پر مشتمل ہیں، ان کا شمار ان صوفیہ میں ہوتا ہے جو عشق الٰہی میں زندگی بھر مست رہے، اور ایک ہی دھن میں گاتے رہے محض نمونے کے طور پر ان کے صوفیانہ کلام کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ شربنا علی ذکر الحبیب مدامة
سکرنا بها من قبل أن یخلق الکرم

۲۔ وقالوا شربت الاثم، کلا و انما
شربت التی فی ترکها عندی الاثم

۳۔ فلاعیش فی الدنیا لمن عاش صاحیًا
و من لم یمت سکرًا بها فاته الحزم

۴۔ علی نفسه فلیبك من ضاع عمره
و لیس له فیها نصیب و لا سهم

۱۔ میں نے محبوب کی یاد میں شراب پی اور اس مے سے مدہوش ہوا، اس وقت جب کہ انگور کی بیل بھی پیدا نہیں کی گئی تھی۔

۲۔ لوگ کہتے ہیں کہ تم نے حرام شے پی، ہرگز نہیں! واقعہ یہ ہے کہ میں نے وہ شے پی ہے، جس کا چھوڑنا حرام ہے۔

۳۔ جو دنیا میں باہوش رہا اس کی زندگی کوئی زندگی نہیں، جو اس نشہ سے محروم مرا وہ عقل سے بے بہرہ رہا۔

۴۔ اپنے آپ پر وہ روئے جس نے اپنی عمر گنوادی اور اس شراب سے کوئی حصہ نہ پا سکا۔

ابن الفارض نے نعت میں صرف دو شعر کہے ہیں جو اُن کے دیوان میں موجود ہیں، آپ محسوس کریں گے کہ ان نعتیہ شعروں میں کوئی صوفیانہ رمزیت نہیں ہے، بلکہ سادہ مفہوم، سادہ زبان میں ادا کیا ہے، غالباً "با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار" کا اصول پیش نظر ہوگا، بہرحال وہ دونوں شعر یہ ہیں:۔

أری کل مدحٍ فی النبی مقصراً

وان بالغ المثنی علیہ واکثرا

اذا اللّٰہ اثنیٰ بالذی ھو اھلہ

علیہ فما مقدار ما تمدح الوریٰ

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جتنی بھی مدح کی جائے وہ تشنہ رہے گی، خواہ نعت گو جس قدر بھی مبالغہ سے کام لے، جب اللہ ہی نے آپؐ کی وہ مدح کی جس کے آپؐ اہل تھے، تو پھر دنیا کے مدحوں کی کیا قیمت رہ جاتی ہے[1]؟!

---

[1] دیوان ابن الفارض طبع بیروت ۱۹۶۲ء تاریخ الادب العربی للزیات۔

# شیخ جمال الدین الصرصری کی نعتیں

آپ کا پورا نام "جمال الدین ابوزکریا یحییٰ بن یوسف الصرصری" ہے عراق کے ایک مقام "صرصر" کے رہنے والے تھے، پیدائشی نابینا تھے ۶۵۶ھ میں تاتاریوں کے حملے میں شہید ہوئے آپ کا دیوان ۱۲۹۶ھ میں استنبول میں طبع ہوا تھا تمام قصائد نعتیہ مضامین پر مشتمل ہیں، تقریباً ہر بحر میں آپ نے نعت کہی ہے، تشبیب کے مضمون کا التزام ہر قصیدہ میں موجود ہے۔

نمونہ کلام یہ ہے:۔

۱۔ واصلتنا بطیفها اسماء
حین أرخت ستورها الظلماء

۲۔ قلت انّٰی دلات حین مزارها
زرتنا فی الدجیٰ و انت ذکاء

۳ بیننا فی السریٰ و بینك بید
وفیاف دونها تیهاء

۴- این ارض العراق یا ربة الخدر
و این الحجاز و البطحاء

۵- مالنا مرتجی سوی وعد مولی
ماجدٍ لا یخیب فیہ الرجاء

۶- من اذا قال أو تکفل
فالصدق قرین لوعدہ والوفاء

۷- مصطفی اللہ ذی الجلال من الخلق
نبی لہ علینا ولاء

۸- شھدت بالرسالة الصحف الأولیٰ
لہ والنعوت والاسماء

۹- خاتم الانبیاء فاتح باب الرشد
و الناس ضُلّلٌ سفہاء

۱۰- فأتاھم من ربہ بکتابٍ
ھو للناس رحمة وشفاء

۱- جب تاریکیوں نے اپنے پردے گرا دیئے یعنی رات آگئی تو آسمائے پھر خواب میں اپنا جلوہ دکھا دیا۔

۲- میں نے کہا تم کہاں اور کیسے آگئیں، جبکہ ملنے کا وقت بھی نہیں رہا، تم تاریکی میں آئی ہو حالانکہ خود آفتاب ہو۔

۳- گردش شب میں ہمارے تمہارے درمیان صحرا، بیابان، جنگل اور طویل

راستے ہیں (تیہار۔ زمین)

۴۔ کہاں عراق اے پردہ نشین اور کہاں سرزمین بطحار و حجاز؟

تشبیب کا مضمون "گریز" کے ان اشعار پر ختم ہوتا ہے:۔

۵۔ میرا ٹھکانہ صرف اس آقا کے دامنِ رحمت میں ہے، جو بہت بلند کردار کے حامل ہیں اور جہاں کسی کی امید ضائع نہیں جاتی۔

۶۔ وہ ذات گرامیؐ جس نے اگر کوئی قول دیا یا کوئی ذمہ داری لی تو صداقت و وفاشعاری سے ہمیشہ ہمکنار رہا۔

۷۔ خدائے ذوالجلال کے منتخب کردہ اور تمام انسانوں میں سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ شخصیت کے مالک وہ نبیؐ ہیں، جن کا وفادار رہنا ہم پر فرض ہے۔

۸۔ قدیم آسمانی صحیفوں، نے آپ کے اوصاف ذکر کئے، بلکہ نام شمار کرائے اور آپؐ کی رسالت کی شہادت دی۔

۹۔ خاتم الانبیار، فاتح باب ہدایت، آپؐ ہیں، جبکہ سارے لوگ جہل و گمراہی میں مبتلا تھے۔

۱۰۔ اس وقت آپ اپنے رب کے حضور سے ایسی کتاب لے کر آئے جو تمام انسانوں کے لئے شفا و رحمت ہے۔

امام صرصری رحمت اللہ علیہ کا ایک "سلام" سنئے جو انھوں نے ۶۵۱ھ میں حرم شریف کی حاضری کے موقع پر کہا تھا۔

۱۔ یا نبی الہدیٰ علیک السلامُ

کلما عاقب الضیاء الظلامُ

۲۔ زادك الله رفعة وجلالًا
وبهاءً وعزةً لا تُرامُ

۳۔ قد قطعنا اليك فجًا عميقًا
بقلوبٍ بها اليك أُوام

۴۔ نطلب الفضل منك ياخيرهادٍ
فلديك الاحسان والانعام

۵۔ منك بذل الندى وحسن قِرىٰ
الضيف ومن جودك استفاد الكرام

۶۔ انت بالبشر والسماح ملى
ولنا بالسرىٰ اليك ذمام

۷۔ انت نعم الشفيع فى الموقف
الاكبر ان طال بالامام المقام

۸۔ فجدير أن لانجيب لديك اليوم
راجٍ شعارہ الاسلام

۹۔ ان يكن عاقنا القضاء وطالت
بالمطايا عن قصدك الايام

۱۰۔ فلنا جيئةٌ اليك ومنا
كل وقت يهدى اليك سلامٌ

۱۔ اے پیغمبر ہدایت! آپ پر سلام ہو، جب جب تاریکی کا تعاقب روشنی کرے

(یعنی رات دن ہمیشہ ہمیشہ)

۲۔ بڑھاتا ہے اللہ آپؐ کی بلندی عظمت، شکوہ، اور اس عزت کو جس کو کوئی چھو نہ سکے۔

۳۔ ہم آپؐ کے درِ دولت پر بڑی طول طویل مسافت کاٹ کر حاضر ہوئے ہیں اور ایسے دل لے کر آتے ہیں، جو سراسر تشنہ ہیں۔

۴۔ اے سب سے بہتر ہادیؐ ہم آپ سے صدقہ کے طالب ہیں، احسان بخشی اور انعام دینا آپ کا خاصہ ہے۔

۵۔ آپ کی عبادت ہے سخاوت فرمانا، مہمانوں کی تواضع کرنا، آپ کی سخاوت سے تو بڑے بڑوں نے اپنے دامن بھرے ہیں۔

۶۔ بشاشت، وسعت قلبی کے تو آپ بادشاہ ہیں، رہے ہم تو ہمارے شب و روز کے سفر کا ایک حق ہے!

۷۔ آپ ہی بہترین شفیع ہوں گے، جب خلق خدا کی حضوری کا کٹھن وقت ہوگا اور سب بے یار و مددگار کھڑے ہوں گے۔

۸۔ لہٰذا آج ایک امیدوار رحمت، اسلام جس کا شعار ہے، اس کا مستحق ہے کہ اس کی امید آپ کے حضور برباد نہ ہو۔

۹۔ اگرچہ قسمت نے آپ کے در تک حضوری سے بہت عرصہ محروم رکھا اور سواریوں کی دشواری حضوری میں آڑے آتی رہی۔

۱۰۔ مگر آج ایک حاضری نصیب ہوگئی ہے، اور میری جانب سے ہر لحظہ آپؐ پر درود و سلام ہو۔

# عبدالرحمٰن بن خلدون کی نعت

مشہور زمانہ مقدمۂ تاریخ کے مصنف عبدالرحمٰن بن خلدون عربی ادب کی تاریخ میں ایک مجدد کی حیثیت رکھتے ہیں، عجمی اثرات کی وجہ سے عربی نثر میں صنائع وبدائع کو تحریر کا لازمی جزو سمجھ لیا گیا تھا، اور ایک عرصہ تک لفظی صناعی اور ضلع جگت کو زبان میں مرکزی حیثیت حاصل رہی، یہاں تک کہ کوئی کسی فن میں کتاب یا مضمون لکھتا، بغیر قافیہ اور صفت تجانس کے اس کی تحریر کو ایک تعلیم یافتہ شخص کی تحریر نہیں سمجھا جاتا تھا، ابن خلدون نے اس طلسم کو توڑا اور پہلی دوسری صدی ہجری کی سادہ رواں تحریر رائج کی، نفح الطیب کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ فن تاریخ کا یہ موجد اور عربی نثر کا مجدد اندر سے خالی نہیں تھا، بلکہ حبّ نبوی سے اس کا دل آباد تھا۔

ان کے ایک بھائی محمد بن خلدون بھی شاعر تھے، نفح الطیب میں ان کا بھی ایک قصیدہ درج ہے، مؤرخ ابن خلدون کے قصیدہ میں ادبیت زیادہ ہے، الفاظ منتخب، ترکیبیں چست، اور قافیے بے تکلف اور رواں ہیں، نعت کا انداز بھی دل نشیں ہے، قصیدہ کا

روایتی انداز یعنی تشبیب، گریز، بیان مقصد کی ترتیب یہاں بھی قائم ہے، ہم اس قصیدہ کے اکثر اشعار نقل کرتے ہیں تاکہ عربی داں حضرات خاص طور پر محظوظ ہوں:۔

۱۔ اسرفن فی ھجری و فی تعذیبی
واطلن موقف عبرتی و نحیبی

۲۔ و ابین یوم البین وقفۃ ساعۃٍ
لوداع مشغوف الفؤاد کئیب

۳۔ للہ عہد الظاعنین و غادروا
قلبی رھین صبابۃٍ و وجیب

۴۔ غربت رکائبھم و دمعی سافح
فشرقت بعدھم بماء غروبی

۵۔ یا نافعًا بالعتب غلۃ شوقہ
رحماک فی عذلی و فی تانیبی

۶۔ ما ھاجنی طربٌ و لا اعتاد الجویٰ
لولا تذکّر منزلٍ و حبیب

۷۔ أھفو الی الاطلال کانت مطلعًا
للبدر منھم أوکناس ربیب

۸۔ یا سائق الاظعان یعتسف الفلا
و یواصل الاسآد بالتأویب

۹۔ متھافتا عن رحل کل مذلّلٍ

نشوان من عطش ومسّ لغوب

١٠- في كل شعب منيةٌ من دونها

هجر الاماني أو لقاء شعوب

١١- هلا عطفت صدورهن الى التي

فيها لبانة اعين و قلوب

١٢- فتؤم من اكناف يثرب مأمناً

يكفيك ما تخشاه من تثريب

١٣- حيث النبوة ايها مجلوة

تتلو من الاثار كل غريب

١٤- سر غريب كيف يحجبه الثرى

ما كان سر الله بالمحجوب

١٥- يا سيد الرسل الكرام! ضراعةً

تقضي مني نفسي و تذهب حوبي

١٦- عاقت ذنوبي عن جنابك و المنى

فيها تعللني بكل كذوب

١٧ هب لي شفاعتك التي أرجوبها

صفحاً جميلاً عن قبيح ذنوبي

١٨- اني دعوتك واثقاً باجابتي

يا خير مدعو وخير مجيب

۱۹- قصرت فی مدحی فان یك طیبا
فیما لذکرك من اریج الطیب

۲۰- ما ذا عسی یبغی المطیل وقدحوی
فی مدحك القرآن کل مطیب

۱- مجھے ستانے اور فراق دینے میں ان خواتین نے بہت زیادتی کی اور میری آہ وزاری کرنے اور آنسو بہانے کا سبب جو باتیں ہوتی ہیں، ان کو انھوں نے اور بھی طول دیا۔

۲- جدائی کے دن ذرا دیر کے لئے ٹھہرنا بھی منظور نہیں کیا تاکہ ایک دل گیر "غم زدہ" کو رخصت کر لیتیں۔

۳- بس اللہ ہی کی دین تھا، وہ زمانہ جوان کوچ کرنے والوں کے ساتھ گزر گیا، مگر وہ میرے دل کو محبت میں دھڑکتا ہوا چھوڑ گئے۔

۴- ان کی سواریاں نگاہوں سے اوجھل ہوگئیں مگر میرے آنسو جاری رہے اور ان کے بعد روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی۔

۵- اس کے شوق کی پیاس کو "روٹھ کر" بجھانے والے! رحم کر رحم! خواہ ملامت کرنا ہو یا محروم وصل رکھنا۔

۶- مجھے کسی خوشی کی بات نے کبھی بے قابو نہیں کیا اور اگر منزل دوست اور دوست کی یاد نہ ہوتی تو میں غم کا کبھی عادی نہ بنتا۔

۷- ان پہاڑی ٹیلوں کی طرف میرا دل کھنچتا ہے، جو کبھی اس قافلہ کے "مہر منیر" سے تاباں تھا یا اس "غزال" سے آباد تھا، جو اپنے ٹھکانے پر ہو۔

اشعار ۸، ۹ اور ۱۰ میں خطاب ہے ساربانوں سے جو سواری کے اونٹ لے کر

چلا کرتے تھے، کہ اے ساربانوں، تم ایسے اونٹوں کو چلا رہے ہو جو بیابانوں کا طویل راستہ طے کر رہے ہیں اور قوت میں شیروں سے بازی لئے جا رہے ہیں، گرتے پڑتے بھاگے جا رہے ہیں، نہ بھوک ان کو لگتی ہے نہ پیاس، نڈر ہیں اور ایسے میدانوں پر چلتے ہیں جہاں ہر موڑ اور رہ گھاٹی میں موت کا سامنا ہے، ایسے اونٹوں کے چلانے والو!

۱۱۔ کیوں نہ تم نے ان سواریوں کے رخ کو اس سمت موڑ دیا جہاں دلوں اور نگاہوں کی مراد ہے؟

۱۲۔ یہ سواریاں یثرب کے ایک گوشہ میں جائے امن حاصل کریں، وہ شہر جو، ہر افکار کے خوف سے تم کو نجات دیتا (تثریب کے لفظی معنی تکذیب کے ہیں، کوئی شخص اگر عذر بیان کرے تو اس کو قبول نہ کیا جائے، اور جرم کی سزا دینے پر اصرار کیا جائے تو اس کو تثریب کہتے ہیں (لا تثریب علیکم الیوم) کا مطلب ہوا، کہ تمہارا عذر آج رد نہیں کیا جائے گا)

۱۳۔ وہ یثرب جہاں نبوت کے جلوے روشن ہیں وہاں کی غیر مشہور نشانیاں کو بھی زبان حال سے اپنا قصہ دہرا رہی ہیں،

۱۴۔ جہاں ایک نادر "راز" محفوظ ہے، جس کو مٹی نے چھپا یا کب ہے، اور اللہ کا راز چھپائی جانے والی شئے نہیں ہے۔ "سر" روح کو بھی کہتے ہیں، اشارہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ آپؐ حق تعالیٰ کے ایک "سر" تھے اور اس کو چھپایا نہیں جا سکتا۔

۱۵۔ اے سرورِ رسولان کرام! خدا کے حضور ایک التجا پیش کر دیجئے، جو میری مراد دلی بر لائے، اور میرے گناہ بخش دے۔

۱۶۔ میرے گناہ آپ کے حضور آنے کی راہ میں حجاب بن گئے ہیں، اور تمنائیں دل کو جھوٹی تسلیوں سے بہلاتی رہتی ہیں۔

۱۷۔ اپنی شفاعت سے نوازیئے، جس کے ذریعہ مجھے امید ہے کہ اللہ میرے بدترین گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

۱۸۔ میں بڑے اعتماد کے ساتھ آپؐ کے حضور التجا لے کر آیا ہوں، اے وہ بہترین ذات جس کو پکارا جائے، اور جو قبولیت سے نوازے (دوسرے مصرعہ کی بلاغت کو ترجمے سے ظاہر کرنا ناممکن ہے)۔

۱۹۔ میں نے آپؐ کی مدح کا حق ادا نہیں کیا، اگر کچھ اچھا کہہ گیا ہوں تو وہ صدقہ ہے، آپؐ کی عطر بیز یاد کا۔

۲۰۔ زیادہ سے زیادہ کہنے والا بھی کیا کہہ سکتا ہے، جبکہ قرآن نے ہر بہتر بات آپؐ کے متعلق کہہ دی ہے۔

# علّامہ ابن حجر کی نعتیں

فتح الباری شرح صحیح بخاری کے مصنف شیخ الاسلام الحافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ کے نعتیہ کلام کا قلمی مجموعہ دارالکتب المصریہ میں موجود ہے، کسی زمانہ میں استنبول میں چھپا بھی تھا، مگر عام طور سے دستیاب نہیں ہوتا، نبہانی نے قلمی نسخہ سے سات قصیدے متفرق طور پر (قافیہ کی ترتیب کے لحاظ سے) نقل کئے ہیں۔

حافظ ابن حجر کے اشعار میں سوز، وارفتگی اور فدائیت کے وہ تمام مضامین ملتے ہیں، جو متاخرین کی نعتوں کی خصوصیت ہے، تشبیب کے اشعار بھی ادبی لطف اور صنائع و بدائع کی موزوں اور بے تکلف رعایتوں کے لحاظ سے عربی ادب کے طلبہ کے لئے تحفہ ہیں۔

ان کے ہمزیہ قصیدہ کے چند اشعار بطور نمونہ کے ملاحظہ فرمائیے:-

۱۔ هوى، فيه الملامة كالهواء
فلا يطمع لنارى فى انطفاء

۲۔ أعاذل ان نار الشوق تذكو

و لم يخمد تلهبها بكائى

۳۔ و يبعد طفوها برياح لوم
و من جفنى لم يطفا بماء

۴۔ و ذكرى أرض نعمان بها قد
روت عيناى عن ماء السماء

۵۔ تسلست الرواية عن جفونى
على ضعفٍ بها من فرط دائى

۶۔ لايام الجفا خبر طويل
و نادرة لييلات[1] اللقاء

۷۔ قضيت هوى بهجرك يا حبيبى
و عاملت الاحبة بالا داء

۸۔ و انى ان تشاقر بى فدانٍ
اليك و ان نويت نوىً فنائى

۹۔ بقربك لى المسرة فى صباحى
و بعدك لى المساءة فى مسائى

۱۰۔ و لا انسٰى غداة البين لما
رآنى اليأس منقطع الرجاء

۱۱۔ و قد زفت لهم نجب تهادىٰ
كامثال العرائس للجلاء

(۱) لیل کا مصغر لُیَیلٰۃ اس کی جمع لییلات ہے یعنی بہت مختصر راتیں۔

١٢- فقلت لها خذى جسمى و روحى
بطيبة حيث مجتمع الهناء

١٣ منازل طيبة الفيحاء عرفًا
منازه طيبة و ملاذ نائى

١٤- فان رمدت من التسهيد عين
فاثمد تربها عين الدواء

١٥- وان قنطت من العصيان نفس
فباب محمد باب الرجاء

١٦- نبىّ خص بالتقديم قدما
و آدم بعد فى طين و ماء

١٧- كريم بالحيا من راحتيه
يجود و فى المحيا بالحياء

١٨- و يروى طالب براو علمًا
لديه عن يزيد وعن عطاء

١٩- نبى الله ياخير البرايا
بجاهك أتقى فصل القضاء

٢٠ و أرجو يا كريم العفو عما
جنته يداى يارب الحياء

٢١- نكعب الجود لايرضى فداء

لنعلك دهور اس فی السخاء

۲۲- ومن یمدحك ابن زهیر کعب
لمثلی منك جائزة الثناء

۲۳- فان احزن فمدحك لی سروری
وان اقنط فحمدك لی رجائی

۲۴- علیك سلام رب الناس یتلو
صلاةً فی الصباح وفی المساء

۱- یہ وہ عشق ہے جس میں "ملامت" ایک "بادِ ہوائی" کی حیثیت رکھتی ہے، میرے سوزِ دروں کو بجھنے کی کوئی توقع نہیں کر سکتا، کہنا یہ چاہتے ہیں کہ عشق پر لوگ ملامت کرتے ہیں، لیکن میرا عشق ایسا ہے کہ خواہ جتنا بھی لوگ ملامت کریں، میں ہرگز باز نہیں آ سکتا، ملامت کی حیثیت ایک ہوا میں اڑ جانے والی بے قیمت صدا کی ہے، واضح رہے کہ اردو شاعری میں جس طرح رقیب کا ایک خاص کردار رہتا ہے، اسی طرح عربی میں "ملامت" کرنے والے کا ایک روایتی کردار ہوتا ہے)

(۲)۔ اے ملامت کرنے والے! آتشِ شوق اور بھڑکتی ہے، میرے رونے سے اس کی تیزی (بھڑک) بجھتی نہیں ہے۔

۳)۔ بادِ ملامت سے اس آگ کا بجھنا بہت بعید ہے، اور نہ پلکوں سے گرنے والے آنسو اس کو نہیں بجھا سکتے ہیں۔

۴۔ اس سرزمین کی یاد میں جہاں "نعمان" نامی پھول ہوتے ہیں، میری آنکھوں نے وہ جھڑی لگائی کہ آسمان سے پانی برسنے کی روایت زندہ ہو گئی، ادبی لحاظ سے یہ شعر بہت بلیغ

ہے،"ذُرِّ روایۃ عن ماء السّماء" بارش سے روایت، یعنی آنکھیں بارش کی حکایت کرتی ہیں)۔

۵۔ یہ شعر بھی اس صفت اور مصطلحات حدیث کو دوسرے معنوں میں استعمال کرنے کی اچھی مثال ہے، فرماتے ہیں، میری آنکھوں سے "یہ سلسلۂ روایت" مسلسل جاری ہے، حالانکہ میری آنکھ کمزور ہے، مگر مرض کی شدت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ یہ سلسلہ رکتا نہیں ہے (مطلب آنسو مسلسل جاری ہیں)

۶۔ زمانۂ ستم کی کہانی بہت طویل ہے، ہنگام وصال کی مسرتیں ایک نادر الوجود شے ہے،

۷۔ میرے حبیب! میں نے تیری محبت میں فراق کا زمانہ گزار دیا، دوستوں سے "مدارات" کا معاملہ رکھا۔

۸۔ اگر تو وصال پسند کرے تو یہ تیرے لئے فریب ہے، اور اگر فراق کا ارادہ ہے تو اس میں میری ہلاکت ہے۔

۹۔ تیرے قرب میں میرے لئے ہر صبح ایک سامان مسرت ہے، تیرے فراق میں ہر شام میرے لئے شام بلا ہے۔

۱۰۔ جدائی کے دن کی گھڑی کبھی بھلائی نہیں جاسکتی، جب کہ ناامیدی نے امید کا خاتمہ کر دیا۔

۱۱۔ وہ قافلہ جس میں محبوبہ تھی، اس کے لئے اچھی نسل کی اونٹیاں اس طرح پیش کی گئیں جس طرح دلہنوں کی شب عروسی میں رونمائی کرائی جاتی ہے) (اس شعر کے بعد سے گریز شروع ہوتا ہے)

۱۲۔ میں نے ان اونٹیوں سے کہا کہ میرے جسم وجاں کو "طیبہ" پہنچا دو جہاں ہر مسرت

کا سامان موجود ہے۔

۱۳۔ طیبہ کے وسیع مقامات جہاں سے خوشبوئیں پھیلتی ہیں، پاکیزگی کی پناہ گاہیں ہیں اور ہر بچھڑے مسافر کے لئے ٹھکانا ہے۔

۱۴۔ اگر شب بیداری سے آنکھیں آشوب کر آئی ہوں تو اس سرزمین کی مٹی حقیقی دوا ہے۔

۱۵۔ اگر کثرت عصیاں سے کوئی شخص ناامید ہو گیا ہو تو محمدؐ کا بابِ کرم اس کے لئے بابِ امید ہے۔

۱۶۔ وہ پیغمبر جو متقدم ہونے کی حیثیت سے سب سے ممتاز ہیں، اور آپؐ کو اس وقت نبی بنایا گیا جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

۱۷۔ وہ ایسے سخی ہیں کہ آپؐ کے دونوں ہاتھوں بخشش و عطا کا مینہ برس رہا ہے، اور چہرۂ انور پر حیاء و شرم نمایاں رہتی ہے (یعنی سخاوت کر کے آپؐ کے اندر نعوذ باللہ کبر نہیں پیدا ہوتا بلکہ جس طرح لینے والی نگاہیں شرم سے جھکی رہتی ہیں، اسی طرح دے کر اور بخشش فرما کر حیاء آپ کے چہرۂ انور سے ظاہر ہوتی ہے)

۱۸۔ آپ کی سخاوت کا طالب آپ کے احسان و علم کی حکایت عطا و یزید سے کرتا ہے، عطا و یزید حدیث کے راویوں میں معروف ہیں "یروی" کا لفظ بھی حدیث کی مصطلحات میں ہے، مطلب یزید سے مستزید ہے یعنی مزید طلب کرنے والا، اور عطا کے معنی بخشش کے ہیں۔

۱۹۔ اے رسولِ خدا! اے سب سے برگزیدہ انسان! آپ کے طفیل اللہ سے حشر کے دن کی رسوائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

۲۰۔ اے بہترین معاف کرنے والے! امیدوار ہوں کہ میرے کرتوت کو آپ نظر انداز

کر دیں گے، اے حیا و شرم کے مالک!

۲۱۔ کعب بن مامن جو سخاوت میں بہت مشہور ہے، وہ میرے نزدیک آپ کی جوتیوں پر قربان کئے جانے کے لائق بھی نہیں ہے، حالانکہ اس کا شمار سخیوں کے سرداروں میں تھا۔

۲۲۔ کعب بن زہیر نے آپؐ کی مدح کر کے ہمارے لئے ایک راستہ کھولا ہے، یہ اس کا احسان ہے، میرے عیبوں کو آپ کی ثنا خوانی کا انعام پانے کی امید بندھ گئی ہے۔

۲۳۔ اگر میں غمگین ہوتا ہوں تو آپ کی مدح سامان مسرت بہم پہنچاتی ہے، اور اگر کبھی مایوسی چھاتی ہے تو آپؐ کی مدح سے آسرا ملتا ہے۔

۲۴۔ تمام انسانوں کے مالک اور رب کا آپؐ پر سلام ہو، اور سلام کے بعد درود ہو، اور یہ سلسلہ صبح و شام قائم رہے۔

# شیخ عبداللہ شبراوی کی نعتیں

شیخ شبراوی مصری ایک بلند پایہ عالم دین، صاحب طریقت و شریعت بزرگ تھے، مصر میں ایک طریقہ "بکریہ رفاعیہ" رائج ہے، یہ بزرگ اسی طریقہ کے ایک شیخ تھے ۱۱۷۳ھ ہجری میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے، اور یہ قصیدہ نظم کر کے مواجہہ شریفہ پر جا کر پڑھا۔

۱۔ مقلتی! قد نلت کل الأرب
هذه انوار طه العربی

۲۔ هذه انوار طه المصطفی
خاتم الرسل شریف النسب

۳۔ هذه انواره قد ظهرت
وبدت من خلف تلک الحجب

۴۔ هذه انواره فانتهزی

فرصه العمر و به انتهبی

۵۔ هٰذہٖ انوارہ فابتهجی
طربًا فالوقت وقت الطرب

۶۔ هٰذِہ طيبة يا عين وما
بعد من طابت به من طيب

۷۔ طالما كنت تحنين الى
روية القبر الذی فی يثرب

۸۔ هٰذہ انوار ذاك القبر قد
اشرقت يا مقلتی فاقتربی

۹۔ ذاك قبر من أتاه زائرًا
مرةً فی عمرہٖ لم يخب

۱۰۔ و تادّب يا أخا الوجد فما
انت إلا فی مقام الادب

۱۱۔ و اسكب الدمع سرورا فعلی
غيرہ دمع الهنا لم يسكب

۱۲۔ و اكحل الاماق من تربته
ينجلی عند جميع النصب

۱۳ فهو بحر زاخر من جاءہ
طالبًا فاز بأُسنٰی مطلب

۱۴۔ أئ جاہٍ مثل جاہ المصطفیٰ
معدن المعروف کنز الحسب

۱۵۔ یا رسول اللّٰہ انی مذنب
و من الجود قبول المذنب

۱۶۔ یا نبی اللّٰہ مالی حیلۃ
غیر حبی لک یا خیر نبی

۱۷۔ و یقینی فیک یا خیر الوریٰ
ان حبی لک اقوی سبب

۱۸۔ عظم الکرب و لی نیل رجا
فیہ یا رب! فرّج کربی

۱۹ و اغثنی یا الٰہ العرش من
نفس سوءٍ فی الھوی تلعب بی

۲۰۔ و تدارک مابقی لی فلقد
ضاع عمری فی الھویٰ و اللعب

۱۔ اے میری آنکھ! تو نے اپنی ہر مراد پالی، یہ رہے انوار حضرت طٰہٰ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

۲۔ یہ ہیں انوار حضرت طٰہٰ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو خاتم الرسل عالی نسب ہیں۔

۳۔ یہ ہیں انوار جو نمایاں ہو رہے ہیں، اور ان پردوں کی اوٹ سے چھن چھن کر نکل

رہے ہیں۔

۴۔ یہ انوار ظاہر ہو رہے ہیں، موقع غنیمت جان، پوری عمر کا راس المال لمحہ ہے، اور یہیں پر اس دولت کو لوٹ لے،

۵۔ یہ انوار سامنے ہیں، جھوم اور مسرت میں جھوم، یہ وقت جھومنے ہی کا ہے۔

۶۔ اے آنکھ یہ طیبہ ہے، طیبہ جو ذات طیّب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں سراپا پاکیزہ ہے، اس کے بعد اور کیا چاہیئے !

۷۔ کب سے تجھے اشتیاق تھا، اس قبر شریف کی زیارت کا! جو کہ یثرب میں واقع ہے۔

۸۔ لے یہ انوار قبر پاک سامنے ہیں، لے دیدۂ حیراں یہ انوار نمایاں ہیں اور قریب ہو جا!

۹۔ یہ وہ قبر مبارک ہے کہ یہاں جو شخص اپنی عمر میں ایک مرتبہ بھی آیا ناکام نہیں رہا۔

۱۰۔ مگر مسرت میں جھومنے اور مست ہونے والے! ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، تو سب سے برگزیدہ مقامِ ادب میں حاضر ہے۔

۱۱۔ ہاں اشک مسرت بہا، کیونکہ اس مقام کے علاوہ کوئی جگہ نہیں ہے جہاں اشک مسرت رواں ہو۔

۱۲۔ اور اس خاک پاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا، سارا دکھ درد کافور ہو جائے گا۔

۱۳۔ رسول پاک ایک دریائے رحمت ہیں دریا جوش مار رہا ہے، جو ان کی خدمت میں آتا ہے، اپنی ہر مراد حاصل کر لیتا ہے۔

۱۴۔ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی جاہ ومنزلت سے بڑھ کر کس کی جاہ ومنزلت ہوگی، جو کہ سخاوت وکرم کے معدن اور خاندانی شرافت کا خزانہ ہیں۔

۱۵۔ یارسول اللہ! میں بے چارہ ہوں! سخاوت میں یہ بھی داخل ہے کہ گناہ گار

کو شرفِ قبولیت بخشا جائے۔

۱۶۔ یارسول اللہ! میں بے چارہ ہوں، میرا چارہ اگر کچھ ہے تو آپ کی محبت! اے تمام نبیوں میں سب سے بہتر نبی!

۱۷۔ مجھے آپ پر یقین ہے اے کائنات کے کُل سر سبد! کہ میری محبت ایک بڑا وسیلہ بنے گی۔

۱۸۔ میری مصیبت بڑی ہے، اور آپ کی ذات سے میری امید وابستہ ہے، اے ربِّ کریم! ان کے صدقہ میں میری مصیبت دور فرما دے۔

۱۹۔ الٰہ العرش! فریاد سن لے، میرے نفسِ بد کے شر سے پناہ دے جو ہوا و ہوس میں گرفتار ہے۔

۲۰۔ میری عمر کا جو حصّہ باقی رہ گیا ہے، اس میں گزشتہ معاصی کی تلافی کرا دے، کیوں کہ اب تک عمر لہو و لعب میں گزری ہے۔

# شیخ حسین دُجانی کی دُو نعتیہ رباعیاں

یافا (بیت المقدس) کے مفتی شیخ حسین دُجانی ایک بڑے شیخ وقت تھے، ۱۲۶۸ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے، ان کے متعلق نبہانی نے لکھا ہے کہ ان کے مریدوں کی اس علاقے میں اتنی کثرت تھی کہ جب کسی قصبہ یا شہر میں پہنچ جاتے تو وہاں گویا عید ہو جاتی، جوق در جوق ہزاروں بندگانِ خدا حصول برکت کے لئے ان کی برکت کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، ان کی ایک رباعی یہ ہے، (رباعی اپنے مشہور وزن کے لحاظ سے نہیں بلکہ دو شعر ہونے کی وجہ سے ہے)

اليك يا رسول الله وجهت وجهتى

و ارسيت فى زخار بحر جودك مركبى

فمن رسول الله منك بنظرة

ازاحم فيها الاصفياء بمنكبى

۱۔ یارسول اللہ میں نے اپنا رخ آپ کی طرف موڑ لیا ہے (یوں بھی ترجمہ کر سکتے ہیں کہ میں نے آپ کی طرف اپنا قبلہ راست کر لیا ہے) اور آپ کی سخاوت کے دریا میں اپنا سفینہ لنگر انداز کیا ہے۔

بس ایک نگاہِ کرم سے احسان فرمایئے، یہ نگاہ مجھے اس لائق بنا دے گی کہ خاصان خدا کے شانہ بشانہ کھڑا ہو سکوں۔

---

موصوف کی ایک دوسری رباعی یہ ہے۔

اذا هبّت الأرياح من نحو طيبةٍ
اهاج فؤادى طيبها و هبوبها
فلا تعجبوا من لوعتى وصبابتى
هوى كلّ نفسٍ اين حلّ حبيبها

جب طیبہ کی جانب سے نسیم سحر چلتی ہے تو اس کے جھونکے اور اس کی خوشبوئیں میرے دل کو بے کل کر دیتی ہیں۔

میری سوزشِ دروں اور میری وارفتگی پر حیرت نہ کرو، ہر شخص کو وہ جگہ عزیز ہوتی ہے، جہاں اس کا حبیب ہوتا ہے۔

# شیخ عبد الغنی النابلسی کی نعتیں

عرب ممالک میں ایک "سلسلۂ درویشیہ" رائج ہے، شیخ نابلسی اسی سلسلہ کے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں، ان کی ایک کتاب "تعطیر الانام" خوابوں کی تعبیر میں بہت مشہور ہے، ان کے خلفاء میں شیخ احمد شرقاوی اور دوسرے مشائخ گزرے ہیں، نبہانی ان کو "سیدی العارف النابلسیؒ" کے لقب سے یاد کرتے ہیں، ان کی تصنیف تعطیر الانام کے سرورق پر ان کا نام دوسطری القاب کے ساتھ مذکور ہے جو متاخرین کا عام انداز رہا ہے۔

ان کے نعتیہ قصیدہ کے منتخب اشعار یہ ہیں :-

۱۔ ما للقلوب سوى ذلك الحمى طلب
ولا العيون لها فى غيره أرب

۲۔ ياكعبة تستجير الطائفون بها
نور به تظهر الأشياء وتحتجب

۳۔ محمد خیر کل العالمین لقد
سمحت علی الخلق فی افضاله سحب

۴۔ لهٗ مَزِيَّةَ جودٍ فی الوجود نمت
حتی علی العجم استعلت به العرب

۵۔ و زاده الله فی اسرائه رتبًا
رفیعةً خفضت من دونها الرتب

۶۔ وقد رقی لیلة المعراج فی درج
نحو العلا حیث عنه زالت الحجب

۷۔ وحبهٗ دین اهل الله قاطبةً
لهم به نسب مافوقه نسب

۸۔ و انت باب العطا و الجود یاأملی
بلك الالٰه علی طول المدی یهب

۱۔ سوائے اُس در کے دل کو کسی جگہ کی طلب نہیں ہے، اور آنکھوں کو اس در پاک کے علاوہ کسی چیز کے دیکھنے کی آرزو نہیں ہے۔

۲۔ اے کعبۂ مراد! جس کے گرد چکر لگانے والے پناہ حاصل کرتے ہیں، اس نور سے جس سے چیزیں نمایاں ہوتی ہیں، اور چھپتی ہیں۔

۳۔ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تمام جہانوں کے جملہ مخلوق سے افضل و برگزیدہ ہیں جن کی بخشش اور سخاوت کا بادل سارے عالم پر برستا ہے۔

۴۔ سخاوت ان کی عادت ہے، جس کا سلسلہ عرب سے لے کر عجم تک دراز ہے، اور

عرب اسی سخاوت کے بدولت سرفراز ہوئے۔

۵۔ اللہ نے آپ کو اسراء و معراج کے موقعہ پر وہ بلندی عطا فرمائی کہ اس کے سامنے ہر بلند کی بلندی پست نظر آنے لگی۔

۶۔ شب معراج آپ بلندی کے زینوں پر چڑھے اور اس مقام تک پہنچے جہاں سارے حجابات دور ہو گئے۔

۷۔ آپؐ کی محبت تمام اہل اللہ کا دین و ایمان ہے، ہر اہل ایمان کا سلسلہ آپؐ سے مربوط ہے اس سلسلہ سے بہتر کوئی سلسلہ نہیں ہے۔

۸۔ آپؐ ہی باب جود و کرم ہیں، اے میرے سہارا! آپ کے توسل سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے بندوں کو نوازتا ہے۔

مواجہہ شریف کی محراب پر مکتوبہ اشعار :۔

مواجہہ شریف کی جالیوں کے اوپر جو محراب ہے، اس پر یہ دو اشعار کندہ ہیں۔

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه
فطاب من طیبهن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنه
فیه العفاف وفیه الجود والکرم

یہ دراصل تین شعر تھے، ان دو شعروں کے درمیان ایک شعر اور ہے جو وہاں موجود نہیں ہے، مگر قاضی عیاض نے شفا میں، اور نبہانی نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

انت النبیّ الذی ترجیٰ شفاعته
عند الصراط اذا ما زلّت القدم

یہ اشعار کس کے ہیں؟ کسی کو معلوم نہیں، البتہ شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی نے اپنی ایک کتاب "سعادۃ الدارین فی الصلاۃ علی سید الکونین" کے (لطیفہ ۱۱۱) میں حسب ذیل واقعہ نقل کیا ہے:۔

"ابن لبشکوال، محمد بن حرب سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ گیا، روضۂ اقدس پر جس وقت حاضر ہوا وہاں ایک اعرابی (بدو) کو آتا ہوا دیکھا، اس نے اپنی اونٹنی بٹھائی، اور حجرہ شریفہ کے سامنے جا کر کھڑا ہوا، اور بہت دل نشیں اور پر درد انداز میں صلاۃ وسلام پڑھا، اور کہا "میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں یا رسول اللہ آپؐ کو وحی سے نوازا، آپؐ پر اپنی کتاب نازل کی، جس کتاب میں اس نے یہ فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُوا۟ ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔ | اور اگر ان لوگوں نے جس وقت اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس، پھر اللہ سے مغفرت کرتے اور رسول ان کے لئے مغفرت طلب کرتا تو اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔ |

یا رسول اللہ! میں اپنے گناہوں کا معترف ہو کر آیا ہوں اور آپؐ کے توسل سے استغفار کرتا ہوں، آپؐ بھی اللہ سے میرے لئے مغفرت کی دعا فرما دیجئے، اللہ نے آپ سے وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ سچا ہے، اس کے بعد اعرابی قبر شریف کی طرف مڑا، اور یہ پڑھا، اس کے بعد یہ تینوں شعر نقل کئے ہیں۔

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:۔

اے وہ بہترین ذات جس کی ہڈیاں اس میدان میں دفن کی گئی ہیں، جس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے عطر بیز ہو گئے۔

آپ ہی وہ ہیں، جن کی شفاعت کی اس وقت آس رہے گی جبکہ پلِ صراط پر قدم ڈگمگانے لگیں گے۔ میری جان قربان ہو اس قبر پر جس میں آپ مقیم ہیں، اس جا، پاک دامنی، سخاوت اور جود مقیم ہے۔

# شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی نعت

شاہ ولی اللہؒ جن کا پورا نام احمد بن عبدالرحیم دہلوی اور سن وفات ۱۱۷۶ ہجری ہے، اپنے علمی کمالات اور گرانقدر تصنیفات (حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفا، وغیرہ) کی وجہ سے اس درجہ معروف ہیں جیسے کوئی معاصر زندہ شخصیت ہو، وہ ان بزرگوں میں ہیں جن کے بارے میں بلا کسی ادنیٰ شائبۂ مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ اس شعر کا مصداق ہو سکتا ہے تو وہ شاہ ولی اللہ اور انہی کے قبیل کے لوگ ہوں گے،

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد ز عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

لیکن یہ کم لوگوں کے علم میں ہو گا کہ عربی زبان و ادب میں شاہ صاحب کا درجہ دوسری ہجری کے ممتاز اہل قلم سے کم نہیں ہے، شاہ صاحب سے پہلے اور ان کے بعد کے ادبا و شعرا کے یہاں عصر عباسی کے دور انحطاط کی تقلید ملتی ہے، جبکہ ادبیت کا مفہوم تھا عبارتوں کو مقفّٰی مسجّع اور صنائع و بدائع سے مزیّن کرتا۔ بغرض اس کے ہر تحریر اور ہر شعر "ادبیت"

سے خالی سمجھا جاتا تھا، شاہ صاحبؒ کا یہ گمان تھا کہ انھوں نے عربیت کی حقیقی روح اپنے اندر جذب کر لی ہے، اور صاف ستھری بے تکلف اور رواں عربی میں کتابیں تصنیف کیں اور یہی رنگ ان کے اشعار میں نمایاں ہے، ان کے اشعار کا قلمی مجموعہ ندوۃ العلماء کے کتب خانے میں محفوظ ہے، مولانا سید عبدالحیؒ صاحب نزہۃ الخواطر نے ان کے حالات زندگی کے ضمن میں بھی ایک نعت نقل کی ہے، اس قصیدہ کے ۸۰ شعر ہیں، اور ہر شعر اپنی جگہ پر قابل انتخاب، طوالت کے خوف سے نصف اشعار چھوڑ دیتے ہیں، اصحاب ذوق نزہۃ الخواطر کی آٹھویں جلد میں مطالعہ کر سکتے ہیں، اس قصیدہ کا عنوان ہے:۔

## أَطْيَبُ النغمُ فی مَدْحِ سَيِّدِ العربِ والعجم

۱۔ كَأَنَّ نجومًا او مضت فی الغیاهب
عیون الأفاعی أو رؤس العقارب

۲۔ اذا كان قلبُ المرءِ فِی الأمرِ حَائرًا
فَأُضيَقُّ من تسعین رَحبِ السَّباسِب

۳۔ وَتشغلنی عنی وعن كل راحتی
مصائب تقفو مثلها من مصائب

۴۔ اذا ما أتانی أزمة مُدْلهمَّةٌ
تُحیط بنفسی من جمیع جوانبی

۵۔ تطلَّبتُ هل من ناصرٍ أو مُساعِدٍ؟
ألوذ به من خوفِ سُوءِ العواقب

٦- فلست أرى إلّا الحبيبَ مُحمّدًا
رسولَ إلٰهَ الخلق جَمّ المناقِبِ

٧- ومُعتَصِمِ المكروبِ فی کل غَمْرَةٍ
ومُنْتَجِعَ الغفران من کل تائبِ

٨- ملاذُ عبادِ اللهِ مَلْجأُ خوفِهم
اذا جاء يومٌ فيه شَيْبُ الذّوائبِ

٩- اذا ما أُتوا نوحًا وموسٰى و آدمًا
وقد هالهم مصاعب تلك الصعائبِ

١٠- هُناك رسولُ الله ينحو لِرَبّهِ
شَفيعًا و فَتّاحًا لبابِ المَواهِبِ

١١- فيرجع مسرورًا بنيل طلابِهِ
أصاب من الرّحمٰن اعلٰی المراتبِ

١٢- سلالةُ اسماعيل و العرق نازع
و أشرف بيتٍ من لؤی بن غالب

١٣- بشارة عيسٰی والّذی عنه عَبّروا
لشدّة باس بالضّحُوكِ المحاربِ

١٤- و مَنْ أخبروا عنه بأن ليس خلقه
بِفَظٍّ ، و فی الاسواق ليس بصاخبِ

١٥- و دعوة ابراهيم عند بنائه

بمكّةَ بيتًا فيه نيل الرّغائبِ

١٦- جميل المُحَيَّا ، أبيض الوجه، رَبْعَةٌ
جليل كراديس ، لَزْج الحواجبِ

١٧- صبيحٌ ، مَليْحٌ، اَزْعَجُ العينَينِ أشْكَلُ
فصيح ، له الإعجام ليس بشائبِ

١٨- و أحسن خلق اللّهِ خلقا و خلقةً
و انفعهم للناس عند النوائبِ

١٩- و أجود خلقِ اللّهِ صدرًا و نائلًا
و أبْسَطُهم كَفًّا على كل طالِبِ

٢٠- و أعظَمَ حُرٍّ للمعالى نهوضه
الى المجد سامى للعظائم خاطِبِ

٢١- ترى أشْجَعَ الفرسانِ لاذ بظهره
اذا احْمَرَّ بأسٌ فى بئيس المواجبِ

٢٢- و آذاه قومٌ من سفاهة عَقْلِهِم
و لم يدن هبوا من دينه بمذاهبِ

٢٣- فما زال يدعوا ربّه لهُداهُم
و ان كان قد قاسى اَشَدَّ المتاعبِ

٢٤- فيا ويل قوم يشركون بِرَبِّهِم
و فيهم صنوف من وخيم المثالب

٢٥- فيا ويل قوم حرّفوا دينَ ربّهم
و أفتوا بمصنوع لحفظ المناصِبِ

٢٦- و يا ويلَ قوم أطرئ بوصف نبيّه
فسمّاه ربّ الخلق اطراء خائبِ

٢٧- و يا ويْلَ قوم قدْ أخفّ عقولهم
تجبُّرُ كِسرى و اصطلام الضرائبِ

٢٨ فأدركهم في ذاكَ رحمة ربنا
و قدْ أوجبوا منه اشدّ المعاتبِ

٢٩ فأرْسل مِن عليا قريشٍ نبيّه
ولم يك فيما قبل يلوه بكاذبِ

٣٠- فأشْهَدُ ان الله ارْسلَ عبدَه
بحق و لاشَئَ هناك برائبِ

٣١- و اقوئ دليلٍ عندَ من تمّ عقله
على أن شرب الشرع اصفى المشاربِ

٣٢- مكارم اخلاق و اتمامُ نِعْمَةٍ
نبوّة تاليفٍ و سلطان غالبِ

٣٣ براهين حق اوضحت صدق قوله
دواها ويروى كل شبٍّ و شائبِ

٣٤ كم من مريض قد اشفى دعاؤه

و ان کان قد اشقی لوجبة واجبٍ

۳۵- ودرّت له شاۃٌ اُمّ معبدٍ

حلیبًا و لا تُسْتَطَاعُ حلبة حالبٍ

۳۶- و قد ساخ فی ارضٍ حصانُ سراقةٍ

و فیه حدیث عن "بُراء ابنِ عازبٍ"

۳۷ و قد فاحَ طیبًا کفُّ مَنْ مَسَّ کَفَّهُ

و ماحلَّ راسًا جَسَّ شیبُ الذوائبِ

۳۸ و سمّاہ ربُّ الخلق اسماء مِدحة

تَبَیَّن ما اعطیٰ له من مناقبٍ

۳۹ جزی اللہ اصحاب النبیّ محمّد

جمیعًا کما کانوا له خیرَ صاحبٍ

۴۰- و آل رسولِ اللهِ لا زال امرهم

قویمًا علی ارغام انف النواصبِ

۱- تاریک شب میں تارے چمکتے ہوئے ایسے لگتے ہیں جیسے اژدہوں کی آنکھیں ہوں، یا بچھوؤں کے سر۔

۲- اگر مصیبت میں کسی کا دل بیٹھ جائے تو بے شمار صحراء و بیابان بھی سامنے ہوں جب بھی اس کو تنگ معلوم ہوتے ہیں۔

۳- پے در پے مصائب ایسے پڑے جس نے مجھے خود اپنی ذات سے اور ہر راحت و آرام سے بے نیاز کر دیا۔

۴۔ جب بھی مجھ پر ایسی افتاد پڑی جس نے ہر طرف سے مجھے دبوچ لیا (اور)

۵۔ میں نے (نظر دوڑائی) تلاش کیا کہ ہے کوئی ایسا معاون و مددگار جس کے دامن میں پناہ لوں اور خوفِ انجام سے بچ سکوں۔؟

۶۔ تو مجھے سوائے حبیبِ (کبریا) محمدؐ کے اور کوئی نظر نہیں آتا ہے، وہ الٰہ العلمین کے رسول برگزیدہ اوصاف کے حامل ہیں۔

۷۔ اور وہ جو ہر آفت رسیدہ کی کٹھن گھڑیوں میں پشت پناہی کرتے ہیں، اور ہر توبہ کرنے والے کے لئے (جن کا گھر) مغفرت کا سرسبز باغ ہے،

۸۔ اس دن جب کہ پُر ہول وقت ہوگا اور جس کی دہشت سے سیاہ بال یکایک سفید ہو جائیں گے اس وقت ڈر سے کانپتے ہوئے بندگانِ خدا کے لئے آپؐ ہی ملجا و ماویٰ اور سہارا ہوں گے۔

۹۔ جب وہ دن آئے گا کہ سارے انسان حضرت نوح کے پاس جائیں گے، حضرت موسیٰ سے رجوع کریں گے، حضرت آدم سے مدد مانگیں گے تو یہ سب کے سب اس کٹھن گھڑی کی صعوبتوں سے لرزاں اور خائف ہوں گے۔

۱۰۔ اس موقع پر رسول اللہؐ ہی ہوں گے جو اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں گے شفاعت کریں گے، اور بخششوں کے دَر کھلوائیں گے۔

۱۱۔ پھر وہاں سے اپنی مراد پا کر خوش خوش لوٹیں گے اور خدائے رحمان و رحیم کی طرف سے بلند مرتبہ پر فائز ہوں گے۔

۱۲۔ (یہ نبیؐ) حضرت اسماعیل کے خانوادہ سے ہیں، اور خاندان کا اثر بڑا گہرا ہوتا ہے، آپؐ لوئی بن غالب کی نسل میں سب سے بڑے اور شریف گھرانے کے فرزند ہیں۔

۱۳۔ آپؐ وہی ہیں جن کی حضرت عیسیٰؑ نے بشارت دی تھی اور جن کی علامت یہ بتائی تھی کہ وہ (رسولِ خدا) بہادر ہوں گے اور میدانِ وغا میں بھی مسرور ہوں گے (یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت پر بھروسہ اس درجہ ہوگا اور اللہ کے فیصلہ پر اس درجہ راضی ہوں گے کہ ان پر جنگ کی ہیبت نہیں طاری ہوگی، اور چہرۂ انور کی بشاشت اور دل کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں پڑے گا)

۱۴۔ وہؐ جن کے بارے میں یہ خبر دی گئی (یعنی قرآن کریم میں بتایا گیا) کہ ان کے مزاج میں درشتی نہیں ہے اور وہ بازار میں چیخنے چلّانے والے نہیں ہیں (یعنی متین، سنجیدہ، مہذب اور بااخلاق ہیں)

۱۵۔ آپؐ وہی ہیں جن کے ظہور کی دعا حضرت ابراہیم نے اس وقت کی تھی جبکہ وہ خانۂ کعبہ کی مکّہ میں تعمیر کر رہے تھے، وہ خانۂ کعبہ جو مرادوں کے پوری ہونے کی جگہ ہے۔

۱۶۔ خوش رُو، گوری رنگت، میانہ قامت، چوڑے شانے اور گھنے ابرو والے،

۱۷۔ خوش رنگ، چہرے پر ملاحت، کشادہ چشم، خندہ جبیں، زبان کے فصیح، جس میں لکنت یا عجز بیانی کا شائبہ بھی نہیں،

۱۸۔ بندگانِ خدا میں حسنِ صورت اور حسنِ سیرت، دونوں اعتبار سے کامل ترین فرد، اور مصائب کے وقت لوگوں کے لیے سب سے زیادہ کارآمد (سب سے زیادہ قابلِ اعتماد) اور نفع بخش۔

۱۹۔ خلقِ خدا میں سب سے زیادہ سخی، دل کے بڑے اور ہر مانگنے والے کے لئے ان کا ہاتھ کھلا ہوا اور بخشش پر تلا ہوا۔

۲۰۔ شریف زادوں میں بلند ترین اور بلند حوصلہ طلب امور کو حاصل کرنے کی

پوری ہمت و عزیمت کے مالک، بلند سے بلند مرتبہ کے طالب اور حق دار

۲۱- بڑے سے بڑے بہادر شہسواروں کو تم دیکھو گے کہ وہ آپؐ کی پشت پناہی اس وقت چاہتے ہیں جب گھمسان کی جنگ ہو رہی ہو اور سخت ترین آفتوں کا سامنا ہو۔

۲۲- آپؐ کی قوم نے آپؐ کو اپنی بدعقلی کی وجہ سے بہت ستایا، اور آپؐ کے دین کے مقرر کئے ہوئے راستوں پر نہیں چلے۔

۲۳- پھر بھی آپؐ ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہے، اگرچہ ان لوگوں کے ہاتھوں آپؐ نے سخت ترین اذیتیں برداشت کی تھیں۔

۲۴- بُرا ہو ایسے لوگوں کا جو (پھر بھی) اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں، اور ان میں طرح طرح کے لوگ ہیں جو بدترین عیوب رکھنے والے ہیں۔

۲۵- بُرا ہو ایسے لوگوں کا جنہوں نے اپنے رب کے دین میں تحریف کر ڈالی، اور ایسے من گڑھت مسائل بتائے تاکہ ان کے مناصب کا بھرم قائم رہے،

۲۶- بُرا ہو ایسے لوگوں کا جو اپنے پیغمبر کی شان کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرتے رہے اور ایک ”مجرم ثنا خواں“ بن کر پیغمبر کو خدا کا درجہ دیتے رہے۔

۲۷- بُرا ہو ایسے لوگوں کا، جن کو کسریٰ کے جبروت اور ٹیکسوں کی بھرمار نے عقل سے عاری کر رکھا تھا۔

۲۸- (ان آفات و مصائب کے عالم میں) رحمت الٰہی نے ان کی دستگیری کی، حالانکہ وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے سخت عذاب کے مستحق تھے۔

۲۹ (اور یہ دستگیری اس طرح کی کہ) قریش کے اعلیٰ خاندان سے ایک نبی کو اٹھایا جس کو وہ لوگ پہلے ہی سے (سچا سمجھتے تھے) کسی نے ان پر کذب بیانی کا الزام نہیں لگایا تھا،

۳۰۔ لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو حق لے کر مبعوث کیا، جس کے اعمال میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

۳۱۔ ایک صاحبِ عقل کے نزدیک سب سے مضبوط دلیل۔ اس بات کی کہ شریعت اسلام کا چشمہ سب سے زیادہ پاک صاف ستھرا چشمہ ہے، یہ ہے کہ :۔

۳۲۔ (اس پیغمبر میں) اخلاقی بلندیاں بدرجہ اتم موجود ہیں اور اللہ کی نعمت کی تکمیل ان پر کردی گئی، ایسی نبوت عطا ہوئی جس نے دلوں کو جوڑا، اور وہ قوت عطا ہوئی جو غالب ہو کر رہی۔

۳۳۔ وہ روشن دلائل ملے جس نے آپ کے قول کی تصدیق کی، اور جن کی روایت ہر جوان اور بوڑھے نے ایک دوسرے سے کی اور برابر روایت کرتے رہے۔

۳۴۔ کتنے ایسے مریض تھے جنہوں نے آپ کی دعا سے شفا پائی، جو ایک وقت کی خوراک سے بھی محروم تھے۔

۳۵۔ "ام معبد" کی بکری، آپؐ کی برکت سے دودھ کی دھار بہانے لگی، جس کے تھن (خشک تھے) اور ان سے ایک قطرہ دودھ نہیں نکل سکتا تھا۔

۳۶۔ "سراقہ بن جعشم" کے گھوڑوں کے قدم زمین میں دھنس گئے، اس بارے میں حضرت براء بن عازب کی حدیث موجود ہے۔

۳۷۔ جس نے بھی آپؐ کے دست مبارک کو چھوا، وہ خوشبو سے مہک اُٹھا، جس سر پہ آپؐ نے دست شفقت پھیرا وہ کبھی سفید نہیں ہوا۔

۳۸۔ خدائے جہاں نے آپؐ کو مدح وثنا کے محبت بھرے ناموں سے پکارا جن سے آپؐ کے اوصاف حمیدہ اور مناقب جلیلہ کا اظہار ہوا۔

۳۹۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم محمدؐ کے ساتھیوں (صحابہ کرام) کو جزائے خیر دے، سب کے سب بہترین ساتھ دینے والے تھے۔

۴۰۔ اور آلِ رسول اللہ کو جزائے خیر دے، جن کی عظمت ہمیشہ سے قائم ہے، خواہ خارجیوں کی ناک خاک آلود ہو (یعنی ان کو کتنا ہی بُرا لگے)

# شیخ احمد تھانیسری کی نعت

شیخ احمد بن محمد تھانیسریؒ متوفی ۸۲۰ھ ہجری کے بارے میں صاحب نزہتہ الخواطر حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ دیار ہند کے بلند پایہ ادبا اور مشہور و مقبول شعراء میں سے تھے، فقہ، اصول اور عربی زبان پر اچھی دستگاہ رکھتے تھے، دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کی، ۸۰۱ھ ہجری میں جب تیمور کا فتنہ سامنے آیا تو دہلی چھوڑ کر کالپی چلے گئے۔ تیمور ان کو اپنے ساتھ سمرقند لیجانا چاہتا تھا لیکن انھوں نے اس کو قبول نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ان کے بہت آب دار نعتیہ قصیدے ہیں، جن میں سے ایک قصیدہ یہ ہے:۔

۱۔ أطارَ لُبّی حَنِیْنُ الطّائرِ الغَرِدِ
وَ هَاجَ لوعَةَ قَلْبِی التّائِهِ الْکَمِدِ

۲۔ وَ أذکَرَتْنِی عُهُودًا بِالحِمٰی سَلَفَتْ
حَمَامَةٌ صَدَحَتْ مِنْ لَاعِجِ الْکَبِدِ

٣- بَاتَتْ تُؤَرِّقُنِي، والقومُ قد هَجَعُوا
مِنْ بَيْنِ مُضْطَجِعٍ مِنْهم ومُسْتَنِدِ

٤- ما زارَ طَرْفِي غَمْضٌ بَعْدَ بُعْدِكِمُ
و لا خيالَ سُرُورٍ دارَ فى خلدِى

٥- ليت الهوىٰ لم يَكُنْ بَيْنِيْ و بَيْنكُمُ
و لَيْتَ حَبْلُ وِدادى غَيْرُ مُنْعَقِدِ

٦- كانت مَوَاسِمُ أَيّامٍ و غُرَّتُهَا
وَلَّتْ سِراعا، عَلى رُغْمٍ، ولَمْ تَعُدِ

٧- عِشْنا بِها، وعُيُوْن البَيْنِ راقِدَةٌ
وَ الْقَلْبُ فى جذل، والدَّهْرُ فى رَغَدِ

٨- وَ الْهَمُّ مُنْصَرِعٌ، وَالْكَرْبُ مُنْدَفِعٌ
وَ الْجَدُّ مُرْتَفِعٌ كالأَنْجُمِ السعدِ

٩- وَالشَّعْبُ مُلْتَئِمٌ، و العهد مُنْهَزِم
وَالشَّمْلُ مُنْتَظِمٌ، لَمْ يُرْزَمَ بالْبَدَدِ

١٠- حَتى اسْتَهَلَّ غرابُ البين فَارْتَحلُوا
عند الصَّباحِ وشدوا العيش بالنَّصَدِ

١١- كَأَنَّه لم يكن بَيْنَ الحِمى إِنْسٌ
الى اللّوى وكَأَنَّ الحَيَّ لم يَفِدِ

١٢- صاروا أحاديثَ تُروىٰ بعد ما مَلأُوا

مَسَامِعَ الدَّهْرِ بِالْالفاظِ کالشُّهُدِ

۱۳- لَاعَیْشَ بعد لُیَیْلاتِ اللّوی رغَدًا
ولا وصول إلی ذاکَ الحمی بیدی

۱۴- خلِّ الاحادیث عن لیلیٰ وجارتِہا
وَ ارْحَلْ الی السیِّدِ المختارِ من آدَمِ

۱۵- و لیسَ فی الدِّینِ و الدنیا و اُخریٰ
سِوی جنابَ رسولِ اللّٰہِ مُعْتَمِدی

۱۶- ربّ الندی و الجدی، و الصالحاتِ معا
طفلا و کہلا و فی شبٍّ و فی مَرِدِ

۱۷- بالعلم مُکْتَنِفٌ بالحلم مُتَّصِفٌ
بِاللُّطْفِ مُلْتَحِفٌ بِالبِرِّ مُتَّسِدِ

۱۸- بِالشَّرعِ مُعْتَصِمٌ لِلدِینِ مُنْتَقِمٌ
فِی اللّٰہِ مُجْتَہِدٌ، بِاللّٰہِ مُقْتَصِدِ

۱۹- بِالفَقرِ مُفْتَخِرٌ بِالزُّہْدِ مُشْتَہِرٌ
بِالشُّکرِ مُتَّزِرٌ بِالْحَمْدِ مُنْجَرِدِ

۲۰- خَطّاب مُفْصلة وَضّاحُ مُکْرَمَةٍ
دَفّاع مَظْلَمَةٍ من کل مُضْطَہِدِ

۲۱- اَلْعَدْلُ سِیْرَتُہٗ وَ الْفَضْلُ طِیْنَتُہٗ
فِی الْبَذْلِ شِیْمَتُہٗ فی الوجْدِ والوبدِ

شیخ احمد تھانیسریؒ کا یہ قصیدہ نویں صدی ہجری کے خالص عربی اسلوب کا ترجمان ہے، روانی، سلاست، برجستگی اور بے ساختہ پن میں معلوم نہیں ہوتا کہ کسی ہندی نژاد کا کلام ہے، قدیم عربی قصیدہ کی روایات کو بھی قائم رکھا ہے، اور قصیدہ کے نصف سے زیادہ اشعار تشبیب پر مشتمل ہیں، لیکن ان میں ناہمواری اور دور از کار مضامین نہیں آئے ہیں، ایک دو شعر میں فارسی اسلوب ملتا ہے، مثلاً ولا وصول الی ذالک بیدی۔ اس وادی تک پہنچنا میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔" یا سوی جناب رسول الخ یعنی سوائے رسول اللہ کی چوکھٹ کے میرا ٹھکانہ کہیں اور نہیں ہے"، لیکن فارسی زبان و ادب کا اثر جو عنصر عباسی کے زوال پذیر زمانے میں عربی پر آگیا تھا اس کی وجہ سے بہت سے خالص عرب نژاد شعرا بھی محفوظ نہیں تھے۔

ترجمہ:۔

۱۔ عندلیب نغمہ سرا کی بے تابیٔ شوق نے میرے ہوش اڑا دیئے، اور میرے وارفتہ و زخم خوردہ دل کی سوزش کو ابھار دیا۔ (واضح رہے کہ شاعر نے "طائر" کا لفظ باندھا ہے، یعنی پرندہ مگر اس سے مراد اسی طرح کا پرندہ ہے جو فارسی میں عندلیب ہزار، بلبل، وغیرہ ہوتا ہے جس کی حیثیت محض علامتی یا رمزی ہے)

۲۔ ایک بلبل جو جگر کی ٹیس سے بے تاب ہو کر نالہ کناں ہوئی، اس نے مجھے وہ زمانہ یاد دلایا جو کبھی اس وادی میں گزرا تھا، (اس شعر میں بھی بلبل نہیں بلکہ کبوتری "حمامۃ" کا لفظ آیا ہے، ترجمہ میں بلبل قصداً لایا گیا ہے تاکہ غیر مانوس بات نہ معلوم ہو۔)

۳۔ یہ بلبل میری نیند رات بھر اچاٹ کرتی رہی، لوگ سب خوابِ راحت کے مزے لے رہے تھے، کچھ لیٹے تھے، کچھ تکیوں کے سہارے پڑے تھے۔

۴۔ تمہاری جدائی کے بعد سے میری آنکھ نہیں جھپکی، اور نہ دل میں کبھی مسرت کا خیال آیا۔

۵۔ کاش میرے اور تمہارے درمیان محبت کا تعلق پیدا نہ ہوتا اور کاش رشتۂ الفت استوار ہی نہ ہوا ہوتا۔

۶۔ عیش و سرمستی کے دن اور اس کی رونقیں بہت تیزی سے ختم ہو گئیں، میری خواہش کے برخلاف، اور پھر کبھی وہ دن لوٹ کر نہیں آئے،

۷۔ (وہ زمانہ گزر گیا) جو ہم نے بسر کیا، جبکہ فراق کی آنکھیں سو رہی تھیں، دل شاداں و فرحاں تھا، ستم روزگار کو نیند آ گئی تھی۔

۸۔ غم و اندوہ کا پتہ نہ تھا، مصیبت سے واسطہ نہ پڑا تھا، قسمت یاوری کر رہی تھی، جیسے خوش بختی کا ستارہ عروج پر ہو۔

۹۔ بھائی بند سب ایک ساتھ تھے، بیگانگی پسپا ہو گئی تھی، شیرازۂ الفت بندھا ہوا تھا، اس کو منتشر کرنے کا خیال بھی نہیں تھا۔

۱۰۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب فراق کا پیامی منحوس پرندہ سامنے آ گیا، لوگ صبح سویرے کوچ کر گئے، اور راونٹنیاں تیز گامی کے ساتھ روانہ ہو گئیں۔

۱۱۔ (پھر تو وہ عالم ہو گیا کہ) حجی اور لوبی کے درمیان جیسے کبھی کوئی متنفّس تھا ہی نہیں، اور گویا یہ علاقہ کبھی آباد ہی نہیں تھا۔

۱۲۔ یہ سب لوگ اب ایک قصّہ کہانی بن گئے، جن کی باتیں سنی اور سنائی جاتی ہیں، حالانکہ ایک زمانہ وہ تھا جبکہ ان کی رسیلی آوازوں سے دنیا کے کان گونج رہے تھے،

۱۳۔ "لوبی" کی اُن مختصر —— اور جلد ختم ہو جانے والی راتوں کے بعد اور ان

عیش و مسرت کے حسین لمحات کے بعد اب زندگی کا کوئی مزا نہیں رہا، اور نہ اب اس وادی میں پہنچنا میرے بس میں ہے۔

---

۱۴۔ چھوڑو لیلیٰ کی باتیں اور لیلیٰ کی پڑوسنوں کی باتیں، چلو "سید مختار" کے حضور، جو "اُدد" کے خاندان سے ہیں، (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب عدنان بن ادد تک منتہی ہوتا ہے، ان کے بعد حضرت آدم تک کے اسمار محققین کے اضافے ہیں جن میں ناموں کا اختلاف ہے

۱۵۔ دین و دنیا اور آخرت میں میرے لئے جناب رسول کے سوا کوئی سہارا نہیں ہے (یا رسول اللہ کی چوکھٹ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں ہے)

۱۶۔ وہ (یعنی رسول اللہ علیہ وسلم) سخاوت، بخشش، اور تمام خوبیوں کے جامع تھے اپنے بچپن میں، جوانی میں، اور نوخیزی کے زمانہ میں، (یعنی ہر زمانے میں آپؐ ان اوصاف کے حامل تھے)

۱۷۔ علم سے آراستہ، بردباری سے وابستہ، لطف و کرم آپؐ کا اوڑھنا بچھونا اور کرم گستری آپؐ کا شعار تھا، متّسد ٹیک لگانے کی جگہ، یعنی کرم گستری آپؐ کا تکیہ ہے، محاورہ کا ترجمہ شعار کر دیا گیا ہے۔

۱۸۔ شرع کے سختی سے کاربند، دین کے لئے (اپنی ذات کے لئے نہیں) انتقام لینے والے، اللہ کی راہ میں کوشاں، اللہ پر نظر جمائے رکھنے والے۔

۱۹۔ فقر پر فخر کرنے والے، دنیا سے بے رغبتی میں مشہور، شکر آپؐ کا لباس، حمد باری میں مصروف۔

۲۰۔ ایک ایک لفظ جدا جدا صاف صاف بولنے والے، کارناموں کو روشن کرنے والے، فریاد رسی کرنے والے اور ستم رسیدہ لوگوں کو پشت پناہی کرنے والے۔

۲۱۔ عدل و انصاف آپؐ کی سیرت ہے، لطف و کرم آپؐ کی فطرت ہے، عطا بخشی آپ کی عادت ہے، خواہ خوش حالی ہو یا تنگدستی۔

# علامہ آزاد بلگرامی کی نعت

مولانا غلام علی آزاد بلگرامی متوفی سنہ ۱۲۰۰ھ ہجری برصغیر کے اُن چند مایۂ ناز عربی ادباء میں گزرے ہیں جن پر اسلامی ہند کی تاریخ کو بجا طور پر فخر ہو سکتا ہے۔ علامہ بلگرامی عربی کے بڑے قادر الکلام اور پُرگو شاعر تھے، نعت بہت اچھی کہتے تھے اس لئے ان کو "حسّان الہند" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے دیوان "السبع السیّارۃ" کے تیسرے باب سے حسب ذیل قصیدہ نقل کیا جا رہا ہے، جو انہوں نے ذی قعدہ ۱۱۸۷ھ میں کہا تھا[1]۔

۱۔ زادَ الإلٰهُ سَنا بقيعِ الغرقَدِ
حَصَبَاتُه يلمعن مثل الفَرْقَدِ

۲۔ ورعى المُهَيْمِنُ بُقْعَةً رَضْرَاضُها
تحكي جواهِرَ في نُحُورِ الخُرَّدِ

۳۔ لا غَرْوَ أن أرْبَى العقيقُ على الثَّرى

---

[1] نزہۃ الخواطر ج ۹ از مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ۔

فاق الجلامد وهو بعض الجلمد

۴- ماءُ العقيقِ كرامةٌ صمديّةٌ
أشفى به المرضى شِفاه الأكبدِ

۵- وعلى تذكُّرِ مائه وهوائه
هجمت مدامعُ مُقلتي وتنهّدى

۶- اشجارُها قامت على ساقِ الهدى
وظِلالُها مأوى الرجالِ السُّجّدِ

۷- أملاكُ اطباقِ السّماءِ طيورُها
وصفيرُها ذكرُ الإلٰهِ السّرمدِ

۸- جبريلُ ثَمَّ مُهلّلٌ ومُسبّحٌ
لِلّٰهِ صوتُ حمامِها المتغرّدِ

۹- قلبي حمامٌ، بِالمدينةِ، طائرٌ
لكنّ جسمي موثقٌ في مِضيَدِ

۱۰- قالت لطرفاءِ الفلاةِ حمامةٌ
لِمَ تمرحين وتفخرين؟ فأنشدى

۱۱- قالت لها: أوَ ماترين مكانتي

قد كان منّا منبرٌ لمحمّدٍ

۱۲- غوث الورٰی، غيث الندٰی، غرض المنیٰ
كهف الأرامل ملجأُ المسترفدِ

۱۳- كحل العيونِ غبارُ نعلِ المصطفیٰ
و شراكها متمسّكُ المستنجدِ

۱۴- ان الذين عيونهم مجلوّةٌ
متمسّكون بحبلهِ المستحصِدِ

۱۵- عطفُ النبيّ علی العفاةِ كرامةٌ
نجنی الجنا من غصنهِ المتخوّدِ

۱۶- أسنیٰ رسولُ اللّٰہِ مرتبة الهدیٰ
راقت جلا لته مقامَ السؤددِ

۱۷- شهبُ السّماءِ بأسرِها مصنوعةٌ
من نور هٰذا الكوكبِ المتوقّدِ

۱۸- آزادُ يرجو من جنابِك نظرةً
انجِحْ مرامَ السّائلِ المترصّدِ

۱۹- اذ ما فلكُ الغرّاء هنّ كواكبُ

إحصاؤُها أعيىٰ لسانَ المُنشِدِ

يا ربِّ! اهدِ لهُ سلاماً ناضرًا

ما نضّرَ الأمطارُ نبتَ الأنجدِ

ترجمہ:۔

ا۔ جنت البقیع کی چمک اور روشنی کو اللہ نے بہت بڑھا دیا ہے، وہاں کے کنکر، پتھر ایسے چمکتے ہیں جیسے قطب شمالی کی جانب کا روشن تارہ۔

"بقیعُ الفرقد" مدینہ منورہ کے اس قبرستان کا نام ہے، جس میں صحابۂ کرام، اہلِ بیت، اور ازواجِ مطہرات، ہزاروں شہدار، علمار، حجاج اور اہل مدینہ دفن ہیں، اور آج تک وہی قبرستانِ عام ہے، اردو میں لوگ اس کو "جنت البقیع" کے نام سے یاد کرتے ہیں، فرقد، قطب شمالی کے اس تارے کو کہتے ہیں جس سے لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

۲۔ نگہبانی کرنے والا مالک (اللہ) اس گوشۂ زمین کی اپنی رحمت کے ساتھ نگرانی فرمائے جس کی کنکریاں ان جواہرات کی مانند ہیں جو کسی خوب رُو کے گلے کی زینت ہوں۔

۳۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ عقیق مٹی سے بڑھ گیا، پتھروں پر فائق ہو گیا اور وہ خود بھی پتھر ہی کا ایک ٹکڑا ہے۔

عقیق وادی کو بھی کہتے ہیں اور لعل وجواہر کی قسم کا ایک پتھر بھی عقیق کہلاتا ہے، مدینہ منورہ کی ایک وادی کا نام "العقیق" ہے، اس شعر میں "وادی العقیق" کی رعایت بھی ہے۔

۴۔ وادئ عقیق کا چشمہ خدائے بے نیاز کا ایک کرشمہ ہے، مبتلائے الم مریضوں کے لئے شفا ہے۔

۵۔ اس وادی کی ہوا اور پانی کی یاد سے میرے چشم و دل سے آنسوؤں کے سوتے ابل پڑے۔

۶۔ اس وادی کے درخت ہدایت کے تنوں پر کھڑے ہیں اور ان درختوں کے سائے تلے سجدہ ریز بندوں کا ٹھکانہ ہے۔

۷۔ ان درختوں کی شاخوں پر (چہچہانے والے) پرندے طبقات آسمانی کے فرشتے ہیں جن کا نغمہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے خدا کا ذکر ہے۔

(نوٹ:۔ "املاک" ملائکہ کی طرح مَلَک (فرشتہ) کی جمع ہے، اس کا مصدر اُلوکہ ہے، پیغام رسانی کے معنی ہیں، لغت میں دیکھنا ہو تو اس کو لاک کے مادہ میں تلاش کیجئے۔)

۸۔ وہیں پر (یعنی اسی وادی میں) حضرت جبرئیل بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں، اور کیا کہنا ہے ان درختوں پر چہچہانے والے بلبلوں کا۔

جس طرح فارسی اور اردو میں "بُلبُل"، اور ہندی میں "کوَیل" ایک علامتی پرندہ ہے، عربی میں "حمامہ" کبوتری (جمع حمام) ہے

۹۔ میرا دل مدینہ (کی فضا) میں اڑنے والا پرندہ (کبوتر) ہے لیکن میرا جسم شکار گاہ میں قید ہے۔

۱۰۔ ایک بلبل نے ایک صحرائی درخت سے پوچھا: تم کس بات پر اکڑتے ہو، تمہیں کس بات پر غرور ہے؟

۱۱۔ اس درخت نے جواب دیا: تمہیں میری حیثیت نظر نہیں آتی! میرے ہی تنے

سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا منبر بنا تھا!!

۱۲۔ (اور کون محمدؐ) وہ جو کائنات کے لئے ایک رحمت، خشک زمین کے لئے آسمانی بارش، تمناؤں کے کعبۂ مقصود، بیواؤں کے سرپناہ، اور بے سہاروں کے ملجا و ماویٰ ہیں۔

۱۳۔ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جوتیوں کی خاک آنکھوں کا سرمہ ہے، اور ان جوتیوں کا تسمہ نجات کے طالبوں کے لئے سہارا لینے کی رسّی ہے،

'متمسّک' اس رسّی کو کہتے ہیں جس کو پکڑ کر دریا میں ڈوبتا ہوا آدمی سہارا لیتا اور کنارے آجاتا ہے، مستنجد کے معنی ہیں، نجات کا طالب،)

۱۴۔ وہ لوگ جنکی آنکھیں (اس سرمہ سے روشن ہو چکی ہیں وہ آپ کی نہ ٹوٹنے والی رسّی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں،

۱۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف و کرم نوازشوں کا سرچشمہ ہے، ہم آپؐ کے میووں سے لدی ہوئی شاخوں سے پھل توڑتے رہتے ہیں۔

(متخود) اس شاخ کو کہتے ہیں جو میوں کے بار سے جھک جاتی ہے۔ 'کرامۃ' یہاں اردو کی کرامت کے معنوں میں نہیں، بلکہ احسان و انعام کے معنوں میں ہے، مفہوم کا لحاظ کرتے ہوئے "نوازشات کا سرچشمہ" ترجمہ کر دیا گیا ہے۔)

۱۶۔ رسول اللہ (صلعم) نے ہدایت کا رتبہ روشن کر دیا اور آپؐ کی عظمت نے سیادت کے مقام کو بڑھا دیا،

۱۷۔ آسمان کے سب تارے اسی روشن ستارہ کے نور سے بنے ہوئے ہیں۔

۱۸۔ آزاد آپؐ کے درِ دولت پر کھڑا نگاہ و کرم کا منتظر ہے، اس سائل کے مقاصد کو بر لائیے جو آپؐ کی عنایت کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہے،

۱۹۔ آپ کی خوبیاں تاروں کی مانند ہیں، جن کا شمار کرنا مدح خواں کے بس سے باہر ہے،

۲۰۔ اے اللہ! میرا شاداب سلام اُن ﷺ کی خدمت میں پہنچا دے اور اس وقت تک سلام رسانی کا سلسلہ جاری رہے جب تک بارشیں نشیبی زمینوں کے پودوں کو تازہ کرتی رہیں،

(یعنی ہمیشہ ہمیشہ)

# احمد شوقی کی نعتیں

متأخرین شعرائے عرب میں مصر کے شاعر شوقی بالاتفاق سب سے بڑے شاعر مانے گئے ہیں، ان کے بارے میں احمد حسن زیّات نے تاریخ الادب العربی میں کہا ہے:۔

| | |
|---|---|
| "یکاد النقاد یجمعون علی أن شوقی کان تعویضا عادلا عن عشرة قرون خلت من تاریخ العرب بعد المتنبّی لم یظهر فیها شاعر موهوب یصل ما انقطع من وحی الشعر و یجدد ما اندرس من نهج الأدب" | تقریباً تمام ہی ناقدوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تاریخ عرب کے دس سو سال جو متنبی کے بعد گزرے ہیں اس پورے عرصہ کی کمی شوقی نے پوری کردی، کیونکہ اس عرصہ میں اس کے علاوہ، کوئی ایسا بڑا فطری شاعر نہیں گزرا جو شاعرانہ فکر کے ٹوٹے ہوئے رشتے کو جوڑتا اور ادب کی مٹی ہوئی نشانیوں کو دوبارہ تعمیر کرتا۔ |

یہ بات صرف ان کے مدّاحوں کی نہیں بلکہ مخالفین کی بھی ہے، ان کے دیوان کے مرتب ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے شوقی سے اپنے اختلاف فکر کا ذکر کیا ہے، ترکوں کی مدّاحی

کی بنا پر وہ شوقی کے قائل نہیں ہیں، مگر جہاں تک شاعری پر ماہرانہ دسترس کا تعلق ہے وہ بھی زیّات کے ہم زبان ہیں "کہ فن شاعری میں اس کی پہاڑ جیسی شخصیت ناقابل تسخیر ہے" (مقدمہ الشوقیات)

شوقی کی کلیات کا نام الشوقیات ہے، جو چار جلدوں پر مشتمل ہے اور بارہا شائع ہو چکی ہے اور ہوتی رہتی ہے، شعراء و ادباء ہی نہیں بلکہ معمولی پڑھے لکھے لوگ ان کے قصیدوں کے بہت سے اشعار زبانی یاد رکھتے ہیں۔ ان کے کلام کی تعریف اس اعتبار سے کی جاتی ہے کہ کلاسیکل عربی کی تمام خوبیوں اور قدیم اسلوب کے تمام شعری محاسن کو شوقی نے اپنے اشعار میں سمیٹ لیا ہے، ترکیبیں آسان، الفاظ شگفتہ، تلاش اعلیٰ، نیز الفاظ پر بے پناہ قدرت ان کے ہر قصیدے سے ظاہر ہوتی ہے، لیکن اگر آپ غالب اور اقبال کے کلام سے موازنہ کریں تو بڑی مایوسی ہوگی کہ نہ تو غالب کی طرح غیب سے مضامین ان کو ملتے اور نہ اقبال کا "شاہین فکر" ان کے ہاتھ آیا، ناقدوں نے ان کا رشتہ متنبی سے جوڑا ہے، لیکن متنبی میں غالب کی جیسی فنی چابکدستی تھی، آئے دن کی بات، روزمرہ کی بات، سمجھی بوجھی بات اس کے شعر میں نظم ہو کر پتے کی بات بن جاتی تھی، یہ بات شوقی میں بالکل نہیں ملتی،

نعت میں ان کے تین قصیدے ہیں (۱) الھمزیۃ النبویۃ (۲) ذکرا لمولد اور (۳) نہج البردہ، ۔ ہم ان کے اقتباسات، شرح و ترجمہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، ان سے جو میرے اس مضمون کا موضوع ہے اور اس ضمن میں آپ کو شوقی کے کلام کا معیار سمجھنے میں مدد ملے گی، صحیح اندازہ کرنے اور کوئی رائے قائم کرنے کے لئے تو براہ راست ان کے کلام ہی سے رجوع کرنا پڑے گا۔

الھمزیّۃ النبویّۃ۔ ہمزیہ سے مراد ایسا قصیدہ ہے جس کے ردیف کا آخری حرف ہمزہ ہے۔ مصر میں میلاد النبی کا جشن بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے، میلے

لگتے ہیں، دوکانیں سجتی ہیں، کھیل تماشے ہوتے ہیں اور چھوٹے پیمانے پر جگہ جگہ میلاد کی مجلسیں ہوتی ہیں اور ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے ہیں، شعراء و ادباء اپنے طرز پر خراج عقیدت پیش کیا کرتے ہیں، شوقی نے یہ تینوں قصائد دراصل انہی مواقع کے لئے کہے تھے، یہ قصیدہ بھی اسی قبیل کا ہے، اس کا مطلع اور اس کے بعد کے چند اشعار یہ ہیں۔

۱۔ وُلِدَ الهدیٰ فالكائنات ضِیاءُ
وفَمُ الزّمانِ تبسُّمٌ و ثَنَاءُ

۲۔ الرُّوح، و المَلأُ الملائكُ حولَهُ
للدّين والدنيا بِهِ بُشَراءُ

۳۔ والعرشُ يزهو والحظيرة تزدهي
والمنتهیٰ، والسّدرةُ العَصْماءُ

۴۔ وحديقةُ الفُرْقانِ ضاحِكَةُ الرُّبا
بالتُرجُمانِ شذِيّةٌ، غَنّاءُ

۵۔ والوحْيُ يَقطُرُ سَلْسَلاً مِنْ سَلْسَلٍ
واللَّوحُ والقلمُ البديعُ رُوَاءُ

۶۔ نُظِمَتْ أَسامِي الرُّسلِ فَهِي صَحِيْفَةٌ
في اللوح واسمُ "محمّدٍ" طغراءُ

۷۔ اِسْمُ الجَلَالَةِ في بديع حُروفِهِ
أَلِفٌ هُنالِكَ و إِسْمُ "طٰه" بَاءُ

مذکورہ مطلع کے سات اشعار کا ترجمہ یہ ہے:۔

۱۔ سرچشمۂ ہدایتؐ پیدا ہوگئے، کائنات میں روشنی پھیل گئی، زمانہ کے لبوں پر تبسّم اور حمد باری ہے۔

(یہ شعر کا ترجمہ نہیں مفہوم ہے، کیونکہ عربی زبان کی بلاغت کو اردو میں منتقل کرنا راقم الحروف کی محدود صلاحیت سے باہر تھا، لیکن اس کی کوشش کرتا ہوں کہ لفظی ترجمہ ذرا تشریح کے ساتھ کردوں، شاید کوئی قاری، اس کو بہتر اسلوب میں ڈھال سکے، شاعر کہتا ہے :۔

ہدایت پیدا ہوگئی، ھُدیٰ مصدر ہے اور اس کا ترجمہ اُردو میں ہدایت ہی کیا جاسکتا ہے، لیکن عربی میں مصدر بول کر فاعل کے بھرپور معنی مراد لیتے ہیں، جیسے عدل کا ترجمہ انصاف ہے، زَیدٌ عَدلٌ کے معنی زید سراپا عدل ہے، اس لئے میں نے ھُدیٰ کا ترجمہ صرف ہادی نہیں بلکہ سرچشمۂ ہدایت کیا ہے۔ فالکائنات ضیاءٌ یعنی اس سرچشمۂ ہدایت کی ولادت ہوئی اور دنیا روشن ہے، دوسرا مصرعہ بھی اس کا تتمہ ہے، جس کا لفظی ترجمہ ہے۔ اور زمانہ کا منہ تبسّم اور ثنا رہے، واضح رہے کہ اس شعر میں صرف ایک فعل (وُلِدَ، پیدا ہوا) ہے، باقی سب اسمار ہیں، اور جملہ حالیہ ہے، اردو میں یہ ترکیب رائج نہیں ہے، اس لئے مفہوم بتانے کے لئے (تبسّم ہے (حمد باری) ہے کے اضافے کی ضرورت محسوس ہوئی، عربی ترکیب کے لحاظ سے یہ شعر بلاغت کا بہترین نمونہ ہے،

۲۔ روح القدس، فرشتے، ملأ اعلیٰ، ان کے اردگرد، دین ودنیا (کی سرفرازی) کی نویدیں دینے والے ہیں،

۳۔ عرش بریں دمک رہا ہے، حظیرۃ القدس، سدرۃ المنتہیٰ (جو اپنی نشانی میں ممتاز ہے) سب جگمگا رہے ہیں۔

۴۔ گلشن فرقان کی پگڈنڈیاں خنداں ہیں، شاداب و سرسبز ہیں (اپنے) ترجمان (کی آمد) پر،

۵۔ وحی کی رم جھم بارش ہو رہی ہے، انوکھی شان والے لوح و قلم کی رونق دوبالا ہو گئی ہے۔

۶۔ پیغمبروں کے اسمائے گرامی خوبصورتی کے ساتھ لوح پر جڑ دیئے گئے ہیں جن سے ایک چوکھٹا تیار ہو گیا ہے، اور اس کے وسط میں اسم محمدؐ طغریٰ ہے۔

طغریٰ اردو میں مستعمل لفظ ہے، کوئی آیت یا کوئی مقولہ بہت خوبصورت یا سنہرے رو پہلے حروف سے اور خاص رسم الخط میں لکھا جاتا ہے، جس کو لوگ دیواروں پر آویزاں کرتے ہیں، عربی میں طغریٰ، شاہی فرمان کو کہتے ہیں جو بڑے جلی حروف میں بیل بوٹوں کے درمیان لکھا جاتا ہے، شاعر کہتا ہے، عرش بریں کے لوح (لوح و قلم والے لوح) پر تمام انبیاء کرام کے اسمائے گرامی خوبصورتی کے ساتھ بیل بوٹوں کی جگہ لکھے گئے ہیں اور ان کے وسط میں جو نام سب سے زیادہ جلی اور روشن حروف میں جاذب نظر اور پورے چوکھٹے کی جان ہے وہ اسم محمدؐ ہے"۔)

۷۔ اللہ کا نام بے نظیر حروف تہجی میں اس لوح کا "الف" ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام (طٰہٰ) اسی تختی میں "ب" ہے (الف کے بعد 'ب' آتی ہے، مطلب یہ کہ اللہ کے بعد رسول اللہ ہی کا نام وہاں درج ہے)۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ کا مفہوم ہے۔

ان ابتدائی سات شعروں کے بعد قصیدے کا دوسرا حصہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے

یا خیر من جاء الوجود تحیۃً　　من مُرسلینَ الی الھدیٰ بِکَ جاءُوا

اے وہ ذات گرامی، جو دنیا میں ظاہر ہونے والوں میں سب سے بہتر ہے، آپ پر پیغمبروں کا سلام ہو جو آپ کی ہدایت لے کر آئے تھے۔

اس بند میں ۳۳ شعر اور ہیں جن میں حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ کے معجزوں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ یہ سب آپؐ ہی کا پرتو تھے۔ اور اس کے بعد آپؐ کے اخلاق حمیدہ اور جمال ظاہر کا ذکر ہے۔ خلاق نبویؐ کا ذکر جہاں شروع کیا ہے وہاں اشعار میں آمد، چستی، روانی بڑھ گئی ہے اور شاعرانہ مہارت زیادہ اجاگر ہو گئی ہے۔

۱۔ فإذا سخوتَ بلغت بالجود المدیٰ
وفعلتَ مالا تفعل الأنواءُ

۲۔ و اذا عفوتَ فقادراً و مقدّراً
لا یستهینُ بعفوِك الجهلاءُ

۳۔ و إذا رحمتَ فانتَ أمٌّ و أبٌ
هذان فی الدنیا هُمَا الرُّحَماءُ

۴۔ و إذا غضبتَ فإنّما هِیَ غضبةٌ
فِي الحقِّ، لا ضِغنٌ و لا بغضاءُ

۵۔ و إذا رضیتَ فذاك فی مرضاتِهٖ
و رضی الكثیر تحلُّمٌ و رِیاءُ

۶۔ و إذا خطبتَ فللمنابرِ هِزّةٌ
تعرو النّدیَّ، و لِلقلوبِ بُكاءُ

۷۔ و إذا تقضیتَ فلا ارتیابَ، كأنّما

جَاءَ الْخُصُومُ مِنَ السَّمَاءِ فَضَاءُ

۸۔ وإذا حميتَ الماءَ لم يورَدْ، وَلو

أن القياصِرَ والملوك ظِمَاءُ

۹۔ وإذا اجرتَ فانت بيت الله، لم

يَدْخل عليه الْمُسْتَجِيْر عداءُ

۱۰۔ وإذا مَلكتَ النفسَ قُمْتَ بِبِرِّها

وأن ما ملكتْ بيداك الشاءُ

۱۱۔ وإذا بَنَيْتَ فَخَيْرُ زوج عِشرةً

وإذا ابْتَنَيْتَ فدونك الآباءُ

۱۲۔ وإذًا صحبتَ رأى الوفاءَ مُجَسَّمًا

فى بُرْدِك الاصحابُ والخُلَطَاءُ

۱۳۔ وإذا أخَذْتَ العهدَ أو اعطيتَه

فجميع عهدكَ ذِمَّةٌ ووَفَاءُ

۱۴۔ وإذا مَشَيْتَ الى العداء فَغَضَنْفَرٌ

وإذاجريتَ فإنّك النَكباءُ

ترجمہ:۔

۱۔ جب آپؐ نے سخاوت کی تو سخاوت کو عروج تک پہنچادیا، اور وہ کرکے دکھایا جو "مانسون" نہیں کرسکتا (سخاوت میں آپؐ بارش سے زیادہ فیض رساں تھے)

۲۔ عفو و درگزر سے جب آپ نے کام لیا تو (انتقام یا سزا دینے کی) پوری

طاقت رکھتے ہوئے اور (دشمن کو) پورا موقع دینے کے بعد معاف کیا، ناواقف لوگ بھی آپؐ کے عفو و درگزر کی ناقدری نہیں کر سکتے،

مطلب یہ ہے کہ لبسا اوقات آدمی مجبور ہو کر یا اپنا کوئی پہلو کمزور دیکھ کر معاف کر دیتا ہے، مگر حضورؐ نے معاف کیا تو کسی کمزوری کی بنا پر نہیں، یا کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں، بلکہ انتقام لینے یا سزا دینے کی پوری طاقت رکھتے ہوئے معاف کیا اور دشمن کو بھی پورا پورا موقع دیا کہ وہ اپنی سی کوشش کر لے، جیسے فتح مکہؐ کے بعد دشمنوں کو معاف کیا، جب کہ ایک ایک کو پوری سزا دے سکتے تھے، اور دشمنوں کو نہتا یا مجبور نہیں کر دیا گیا تھا کہ ان کے گھروں سے اسلحے پہلے چھین لئے جاتے اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جاتے، قادرًا و مقتدرًا کا یہی مفہوم ہے،

۳۔ جب آپؐ نے رحم و شفقت کا سلوک کیا تو (ایسا معلوم ہوا کہ) آپ ماں ہیں اور باپ ہیں، دنیا میں ماں باپ ہی رحم و شفقت کرنے والے ہیں (یعنی دنیا میں شفقت کا مظہر ماں باپ ہوتے ہیں)

۴۔ اور کبھی آپؐ غضبناک ہوئے تو محض حق کی خاطر غصّہ آیا، اس میں نہ تو کینہ کو دخل تھا اور نہ بُغض کو،

۵۔ اور کبھی آپ کسی سے خوش ہوئے تو یہ بھی اللہ کی رضا جوئی کے لئے تھا، جبکہ بہت سے لوگوں کی رضامندی بناوٹی بردباری اور دکھاوے کے لئے ہوتی ہے۔

۶۔ جب آپؐ نے خطبہ دیا تو منبروں کو وجد آ گیا، مجلس جھوم اٹھی، دل امڈنے لگے،

۷۔ جب آپؐ نے (کسی تقضیہ کا) فیصلہ دیا تو شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی، متنازع گروہوں کو (ایسا معلوم ہوا) کہ آسمان سے ان کے لئے فیصلہ نازل ہوا ہے۔

۸۔ جب آپؐ نے کسی چشمہ (یا پانی کی گھاٹی) کی مدافعت اپنے ذمہ لی تو (اس کی ایسی ناکہ بندی کردی کہ) کوئی وہاں اتر نہ سکا خواہ بڑے بڑے سلاطین وقت پیاسے ہوں۔

اس شعر کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کنواں، چراگاہ اور پانی کے چشمے ۔ یا گھاٹیاں قدیم عربوں کی قبائلی جاگیریں شمار ہوتی تھیں، اور اسی کے لئے جنگیں ہوا کرتی تھیں، عربی زبان کے بہت سے الفاظ جو ملکوں کی حفاظت، دین کی حفاظت، حدود مملکت کی، یا سرحدوں کی حفاظتوں سے متعلق بولے جاتے ہیں وہ انہی قدیم الفاظ سے ماخوذ ہیں، کمزور یا نہتے ملکوں کو جس طرح آج بڑے طاقتور صنعتی ممالک دباتے ہیں، اس زمانہ میں کمزور قبیلہ کی چراگاہ یا پانی کے ٹھکانوں پر طاقتور قبیلہ والے حملہ آور ہوا کرتے تھے، ان جاگیروں کی محافظت، پہرہ داری کے لئے "حمایت" کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔)

۹۔ اگر آپؐ نے کسی کو امان دی تو (گویا) آپؐ بیت اللہ ہیں، جس میں پناہ لینے والے پر دشمن حملہ آور نہیں ہو سکتے،

۱۰۔ اگر آپؐ کسی کے آقا (مالک) بنے تو اس سے حسن سلوک کا حق ادا کردیا، خواہ آپ جس کے مالک بنے ہیں، وہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو،

۱۱۔ اگر آپؐ نے نکاح کیا تو حسن معاشرت کے لحاظ سے بہترین شوہر آپ تھے، اور جب آپؐ باپ بنے تو سارے باپ آپؐ سے کمتر رہے۔

(عربی میں بَنیٰ کے معنیٰ ہیں شادی کرنا، کسی کو بیوی بنانا، "اِبتنیٰ" کے معنیٰ ہیں باپ ہونا، صاحب اولاد بننا، ان دونوں لفظوں میں جو ایک ہی مادہ کے ہیں لفظی مناسبت ظاہر ہے۔)

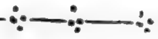
۱۲۔ اگر آپؐ کسی کے ساتھی بنے تو اصحاب و ہمنشیں حضرات نے آپ کی چادروں

میں (یعنی آپؐ کی ذات میں) وفا کو مجسّم پایا، (آپؐ کو مجسّم وفا پایا)

۱۳۔ اگر آپ نے کوئی معاہدہ کیا یا کسی کو زبان دی تو آپ کے سارے معاہدے۔ یا ذمہ داری، پاس عہد اور وفاداری (کا بہترین نمونہ) ثابت ہوئے۔

۱۴۔ جب آپؐ نے دشمنوں کی طرف پیش قدمی کی (تو محسوس ہوا کہ "ضیغم ڈکارتا ہوا نکلا کچھار سے") اور جب آپؐ چلے تو "جیسے چلے بادِ بہاری"

مذکورہ قصیدہ ۱۳۱ اشعار پر مشتمل ہے، جس میں آپؐ کے غزوات معجزات اور معراج کی طرف اشارے ہیں، فصاحت و بلاغت اور جود و سخا کی تعریف ہے، شہسواری اور شب بیداری، عبادت و حسن سیاست کا ذکر ہے، رہا انداز کلام اور طریق استدلال تو وہی ہے جو آپ نے مذکورہ نمونہ کے اشعار میں ملاحظہ فرمایا۔



شوقی کا دوسرا مشہور قصیدہ "ذکرا المولد" "میلاد النبی کی یادگار" ۱۷۰ اشعار پر مشتمل ہے، جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

سَلوا قَلْبی غداۃَ سلا و ثابا
لَعَلَّ علی الجمالِ لہ عتابا

میرے دل سے (اس کی حالت) پوچھو، جس صبح کو وہ اپنے ہوش و حواس میں آگیا۔ شاید حُسن کے خلاف وہ شکوہ سنج ہو۔ دوسرا شعر بھی سنئے:۔

و یُسْأَل فی الحوادثِ ذو صَوَابٍ
فھل ترك الجمالُ لہ صوابا

مصائب کے موقع پر تو ہوشمند آدمی سے بات دریافت کی جاتی ہے (کہ کیا ہوا؟)

(کیا ہوا تھا؟) مگر کیا حُسن نے اس کی صواب دید باقی رکھی ہے!۔

اس قصیدے میں ۵۰ شعر "تشبیب" پر مشتمل ہیں، تشبیب قدیم عربی انداز کی نہیں جس میں کسی محبوب اور اس کے پڑاؤ کا ذکر ہو، اونٹنی اور اس کے اوصاف بیان کئے جائیں، بلکہ صرف اس لحاظ سے کہ بطور تمہید کے شاعر نے مسلم معاشرے کے عیوب شمار کئے ہیں'۔ خود غرضی، بخل، زکوٰۃ کی ادائیگی سے فرار، عبادت سے بے توجہی، محنت و مزدوری کے کاموں سے بے رغبتی، عیش کوشی وغیرہ، لیکن اس کی ابتدا "حُسن و جمال" ہی سے کیا ہے، نعت کی ابتدا، ذکرِ ولادت سے ہوئی ہے جو اس قصیدے کا موضوع ہے، اس کے چند شعر یہ ہیں:۔

۱۔ تجلّٰی مَولِدُ الھادی، و عمّت
بَشائرہ البوادِی و القِصَابا

۲۔ و أسْدَتْ لِلْبَرِیّۃِ بِنْتُ وَھْبٍ
یَدًا بَیْضَاءَ، طَوَّقَتِ الرِّقَابا

۳۔ لقد وَضَعَتْہ وَھَّاجًا، مُنِیْرًا
کما تَلِدُ السَّمَاوَاتُ الشِّھَابا

۴۔ فقامَ علی سماءِ البیتِ نورًا
یُضِیْءُ جبالَ مکۃ و النقابا

۵۔ وَضاعَتْ یَثْرِبُ الْفَیْحَاءُ مِسْکًا
وَفاحَ القاعُ أرجاءً وطابا

۶۔ ابا الزہراءِ قد جاوزت قدری
بمدحک بیدَ أن لی انتسابا

۷۔ فما عرف البلاغۃ ذو بیان
اذا لم یتخذک لہ کتابا

۱۔ ہادی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد (کا دن) آگیا، اور اس کی خوشیاں شہر شہر قریہ قریہ ہر جگہ پھیل گئیں،

۲۔ بنت وہب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب) نے سارے عالم پر عظیم احسان کیا، اور احسان کا قلادہ ہر ایک کی گردن میں ڈال دیا،

اس شعر میں حضرت آمنہ کی طرف اشارہ "بنت وہب" سے کیا گیا ہے، وہب کے لفظی معنی عطا کرنے کے ہیں اور ید (ہاتھ) سے مقصود احسان و عطا بخشی ہوتا ہے، وَہَب کا اسم ید اچھا ادبی استعمال ہے۔ اس شعر میں الفاظ کی حسن رعایت ہے)

۳۔ انہوں نے (بنت وہب) حضورؐ کو ایک روشنی بخشنے والے آفتاب کی صورت میں جنم دیا، جس طرح آسمانوں سے چمکتے ستارے پیدا ہوتے ہیں۔

۴۔ بیت اللہ کی چھت پر ایک نور چمکا جس نے مکہ، اس کی پہاڑیوں اور پہاڑی راستوں کو روشن کر دیا۔

۵۔ معطر یثرب مشک سے مہک اٹھا، وادیوں کے گوشے گوشے عطر بیز ہو گئے اور ان کی رونق بڑھ گئی،

۶۔ پدر زہرا! میں نے آپؐ کی مدح کر کے اپنی حیثیت سے تجاوز کیا ہے — ہاں

مجھے ایک نسبت غلامی ضرور حاصل ہے۔

(اس شعر کو سمجھنے کے لئے حسب ذیل پس منظر کو سامنے رکھئے:۔

(اردو میں تعظیم کے لئے جس طرح 'جناب'، 'حضرت'، 'حضور' کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اور کسی باعظمت شخصیت کو مخاطب کرتے وقت مخاطَب کا صیغہ استعمال کرنے کے بجائے غائب کا صیغہ (حضرت نے فرمایا، حضور نے ارشاد فرمایا) استعمال ہوتا ہے، عربی میں اس طرح کے تکلفات نہیں ہیں [1] تعظیم کا صرف ایک طریقہ مستعمل ہے کہ بجائے 'جناب' یا 'حضرت' کے کسی کو کہا جائے 'ابو فلاں' فلاں کے باپ۔ مذکورہ شعر میں 'ابوالزہراء' 'زہرا کے باپ' کا مخاطب ایسا ہی ہے جیسے اردو میں آپ کہتے حضور! میں نے آپ کی مدح خوانی کی ہمت کر کے بڑی گستاخی کا ارتکاب کیا، میری یہ حیثیت نہیں تھی کہ آپ کو مخاطب کرتا البتہ صرف اس بات نے ہمت بندھائی کہ مجھے آپ سے نسبتِ غلامی ہے)

۷۔ اگر کوئی صاحب قلم آپؐ کو اپنا موضوع نہ بنائے تو وہ بلاغت سے بے بہرہ ہے۔

"نہجُ البُردَہ" علامہ بوصیریؒ کے قصیدۂ بردہ کے وزن و قافیہ پر شوقی کا ایک نعتیہ قصیدہ دو سو پانچ [۲۰۵] اشعار پر مشتمل ہے، کسی شاعر کے وزن و قافیہ پر اسی مضمون کو دوسرا شاعر نظم کرے تو اصطلاح میں "معارضہ" کہتے ہیں، لیکن شوقی نے اپنے قصیدہ کا عنوان معارضہ نہیں بلکہ نَہج رکھا ہے، قصیدۂ بردہ کے طرز یا اس کی تقلید میں کہا گیا ہے،

---

(۱) دوسری صدی ہجری کے بعد جب سے عربی زبان و ثقافت پر عجم کا اثر پڑا، اس وقت سے اس طرح کے تکلفات عربی میں داخل ہو گئے، لیکن محتاط ادبا نے ہمیشہ کوشش کی کہ اس سے اجتناب کریں، شوقی کے کلام میں خواہ آپ کو ندرتِ فکر اور سوز دروں کا کمی نظر آئے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اس نے اپنی ترک نوازی کے باوجود عربیت کی صحیح روح کو قائم رکھا،

شوقی کا قصیدہ الفاظ و ترکیب اور شعری محاسن کے لحاظ سے واقعی عربی زبان کے لئے حجت ہے، پورا قصیدہ تو ہم کعب بن زہیر اور بوصیریؒ کا بھی نقل نہیں کر سکے، یہاں بھی چند نمونے کے اشعار پر اکتفا کی جائے گی،

قصیدہ روایتی تشبیب سے شروع ہوتا ہے جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:-

۱- رِیمٌ علی القاعِ بین البانِ والعَلَمِ
أحَلَّ سَفْكَ دمی فی الأشْهرِ الحُرُمِ

۲- رمی القَضَاءُ بِعَيْنَيْ جُؤْذرٍ أسَداً
يا ساكِنَ القاعِ، أدْرِكْ ساكنَ الأجَمِ

۳- لَمَّا رَنا حَدَّثَتْنِي النفس قائِلةً
يا وَيْحَ جنبكَ، بِالسَّهمِ المُصيبِ رُمِي
جَحَدتُها وكتمتُ السَّهمَ فی كَبِدی
جُرْحُ الأحِبَّةِ عندی غيرُ ذی ألَمِ

ترجمہ و تشریح:-

۱- ایک آہو (ہرنی) جو "بان" کے درختوں اور ٹیلوں کے درمیان ایک وادی میں ہے اس نے میرے خون کے بہائے جانے کو حرمت والے مہینوں میں حلال کر دیا۔

محبوب کو غزال سے تشبیہ دی جاتی ہے، یہاں شاعر بطور استعارہ کے، بجائے آہو چشم، غزال صفت کے اسی کو اپنا محبوب قرار دے رہا ہے، حرمت والے مہینے ذی قعدہ ذی الحجہ، محرم اور رجب ہیں جن میں قتال حرام تھا، اس شعر میں اَحَلَّ (حلال کر دیا) اور اَلحُرُم "حرمت والے" میں صنعت طباق قابل داد ہے،

۲۔ قضا (و قدر) نے ایک ہرنی کی آنکھوں سے ایک شیر کو مار گرایا، اے وادی کی رہنے والی (یعنی ہرنی) جھاڑی کے رہنے والے (یعنی شیر) پر رحم کر!

اس شعر کی فنی خوبی اہل ذوق پر ظاہر ہو گی کہ پہلے مصرعہ میں ایک ہرنی شیر کو مار گراتی ہے، دوسرے مصرعہ میں مقتول (شیر) کے لئے قاتل (ہرنی) سے فریاد کی جا رہی ہے۔

۳۔ جب اس نے ٹکٹکی لگا کر دیکھا تو میرے دل نے کہا، ہائے میرا دل، نشانے پر لگ جانے والے تیر سے مارا گیا،

۴۔ میں نے اپنے دل کی بات کو جانتے بوجھتے جھٹلایا، اور پیوست شدہ تیر کو اپنے جگر میں چھپا رکھا، کیونکہ دوستوں کا تیر میرے نزدیک درد دینے والا نہیں ہوتا۔

تشبیب کا مضمون "محبوب" کی بے وفائی "حسینوں کی ناوک فگنی اور شاعر کی بیچارگی اور بے بسی سے گریز کرتا ہوا اس منزل پر پہنچتا ہے جہاں شاعر کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ دنیا ایک وہم اور دھوکہ کا کارخانہ ہے، یہاں کی کسی شئ کا اعتبار نہیں ہے، یہ تصور اس کو اپنے نفس کے محاسبہ پر مائل کرتا ہے، اور اس کو یاد آتا ہے کہ اس نے اپنی خواہشات کی غلامی میں زندگی بسر کی ہے، اور آخرت کے لئے کوئی زاد راہ نہیں فراہم کیا ہے، اپنی مصیبتوں کی یاد اس کو بے چین کر دیتی ہے، اسی لمحہ اس کے ذہن میں یہ شعور زندہ ہوتا ہے کہ

۱۔ إنْ جلّ ذنبی عن الْغُفْران ، لی أمل
فی اللهِ یجعلنی فی خیر مُعْتَصِم

۲۔ أُلقِی رجائیُ إذا عَزَّ الْمُجِیْرُ علیٰ
مُفَرِّجُ الکرب فی الدارین والغمم

۳- إذا خفضت جناح الذل أسأله
عِزّ الشّفاعةِ، لم اسئال سوى أممِ

۴- و ان تقدم ذو تقوى لصالحةٍ
قَدّمتُ بين يديه عَبْرَة النَّدَمِ

۵- لَزمتُ بابَ أميرِ الانبياءِ، وَمن
يمسك بمفتاح باب الله يَغْتَنِمِ

۶- فكل فَضلٍ و احسانٍ ؛ و عارفةٍ
مابين مُسْتَلم منه و ملتزمِ

۷- علقت من مدحه حَبْلًا أَعَزَّ به
فى يوم لا عِزّ بالأنسابِ و اللُّحَمِ

۸- مُحَمَّدٌ صَفْوَةُ البارى و رَحْمَتُهُ
و بُغْيَةُ اللهِ من خلقٍ و من نَسَمِ

ترجمہ :- ۱- اگرچہ میری معصیتیں ناقابل بخشش ہیں، لیکن مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ مجھے اپنی پناہ میں لے لے گا۔

۲- اس دن جبکہ پناہ کا ملنا دشوار ہوگا، یعنی روز قیامت میں امید کا سہارا اس ذات کو بناؤں گا جو مصائب اور دردناک صورت حال کو دور کرنے والا ہے (مراد اللہ تعالیٰ ہے)

۳- میں جب عاجزی و درماندگی کے شانے جھکا کر اس سے شفاعت کی سرفرازی طلب کروں گا تو اس کے لئے کوئی بہت بڑی یا مشکل بات نہیں ہوگی (جو وہ قبول نہ کر سکے) (مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے)

۴ - جب متقی اور پرہیز گار لوگ اپنے اعمال صالحہ پیش کریں گے میں اس کے حضور اشکِ ندامت پیش کروں گا،

۵ - چمٹ گیا ہوں "ابر الانبیاء" کے در سے، اور جو بھی خدا کے باب رحمت کی کنجی حاصل کر لیتا ہے، (دولت مغفرت) اس کو مل ہی جاتی ہے۔

۶ - ہر قسم کے فضل و احسان اور کرم (سے بہرہ ور ہیں) جو اس در سے چمٹے ہوئے ہیں، یا اس کو چوم رہے ہیں۔

۷ - میں نے ان کی مدح کر کے ایک رسّی پکڑ لی ہے، جو میرے لئے اس دن باعث فخر ہو گی جس دن رشتوں اور نسب و حسب پر فخر نہیں کیا جا سکے گا۔

۸ - وہ "محمد" ہیں (جن کی مدح میرا سہارا ہے) حق تعالیٰ کی منتخب ترین خلقت، اور اس کی رحمت (کا مظہر) ہیں اور سارے انسانوں اور جمیع مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور محبوب بندہ ہیں۔

نہج البردہ، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، دو سو سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے، اس میں ولادت نبوی سے پہلے دنیا کی حالت اور خاص کر عرب کی دینی اور معاشرتی زندگی کی طرف اشارے ہیں، پھر ولادت باسعادت کا ذکر ہے، یتیمی کا بیان ہے، ورقہ بن نوفل کی پیشین گوئی، سفر شام، رفاقت خدیجہؓ، جنگ بدر و احد اور معجزات کا ذکر ہے، اور آخر میں آل و اصحاب پر صلاۃ و سلام ہے۔

شوقی کے یہ تینوں قصیدے اس کی کلیات کے پہلے ہی حصہ میں موجود ہیں، عربی سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے ان کا حصول دشوار نہیں ہے۔

# قصیدہ ذوقافیتین

ایک بہت ہی مقبول و معروف قصیدہ لغتیہ، قصیدہ ذوقافیتین ہے، جو اپنی مترنم بحر اور سلاست و روانی میں بے مثال ہے، مصر کے سابق مفتی اعظم شیخ حسنین مخلوف نے اس قصیدہ کی شرح میں ایک متوسط درجہ کی کتاب "الخصائص النبویۃ" کے نام سے لکھی ہے، لیکن اس قصیدہ کے مصنف کا نام انھوں نے بھی نہیں لکھا ہے، صرف بعض اهل العلم والمعرفہ" (کسی صاحب علم و معرفت بزرگ) کہہ کر اشارہ کیا ہے، راقم الحروف نے کتب خانہ حرم میں المجمعۃ الکبریٰ فی قصائد الفخری" مؤلفہ محمد جار اللہ السمنہودی مطبوعہ استنبول سنہ ۱۲۴۰ھ میں اس قصیدہ کو پایا، جس کا سرنامہ یہ ہے" ذوقافیتین

---

ل غالباً اسے صنعت ترصیع کہتے ہیں، فارسی میں اس کی بہترین مثال قاآنی کا قصیدہ ہے، ایک شعر شراب کی تعریف میں ہے: برگل فشانی گل شود بر خس چکد سنبل شود = زاغ ار خورد بلبل شود صد گونہ الحاں پرورد (ج)

للقاضی محمد الحنفی المعصومی" ان بزرگ سے متعلق کوئی معلومات نہیں مل سکیں، بہرحال وہ قصیدہ یہ ہے:۔

۱۔ الصبح بدا من طلعته
و اللیل دجا من وفرته

۲۔ فاق الرسلا، فضلًا وعلا
و ھدی السبلا بدلالته

۳ کنز الکرم، مولی النعم
ھادی الأمم بشریعته

۴۔ ازکی النسب اعلی الحسب
کل العرب فی خدمته

۵۔ سعت الشجر نطق الحجر
شق القمر باشارته

۶۔ جبریل اتیٰ لیل الاسرا
و الرب دعاہ لحضرته

۷۔ نال الشرفا و اللہ عفا
عما سلفا من امته

۸۔ فوسیلتنا ھو سیدنا
و العز لنا باجابته

۱۔ ان کے چہرۂ مبارک سے صبح بیدار ہوئی اور گیسوئے پاک سے رات

سیہ پوشش ہوئی۔

۲۔ آپؐ تمام انبیائے کرام پر فضل و بلندی کے لحاظ سے سبقت لے گئے، اور لوگوں کو اپنی رہنمائی کے ذریعہ حق کی راہوں پر لگایا۔

۳۔ ذات گرامی ہے خزانہ شرافت و سیر چشمی کا، اور مالک و وارث ہے تمام نعمتوں کی، اور آپؐ ساری امتوں کو اپنی شریعت کے ذریعہ ہدایت دینے والے ہیں۔

۴۔ پاکیزہ تر نسب والے، اعلیٰ ترین شرف خاندانی رکھنے والے، سارے عرب آپؐ کے دریوزہ گر اور خدمت گزار ہیں۔

۵۔ آپ کے ایک اشارہ پر درخت دوڑے، پتھر بولے، اور چاند دو ٹکڑے ہوا۔

۶۔ شب معراج جبریلؑ درِ دولت پر حاضر ہوئے، اور رب کریم نے آپؐ کو اپنی حضوری میں طلب فرمایا۔

۷۔ بلندیاں حاصل کیں اور اللہ نے آپؐ کی امت کے سابق گناہ بخش دیئے۔

۸۔ ہمارا وسیلہ ہمارے آقا ہیں، ہماری سربلندی آپؐ کے قبول فرما لینے میں ہے۔

# حق بحق دار رسید

قاضی عیاض نے شرح شفا میں لکھا ہے کہ ایک صاحب بزرگ جب مدینہ حاضر ہوئے تو بے ساختہ یہ شعر پڑھنے لگے۔

۱- رفع الحجاب لنا فلاح لناظری
قمر تقطع دونہ الاوھام

۲- و اذا المطی بنا بلغن محمداً
فظھورھن علی الرجال حرام

۳- قربننا من خیر من وطی الثری
فلھا علینا حرمۃ و دمام

۱- حجابات دور ہوگئے، نگاہوں کے سامنے وہ ماہتاب آگیا جس سے اوہام کے بادل چھٹ گئے۔

۲۔ جب سواریاں ہمیں لے کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے شہر تک پہنچا دیں تو ان سواریوں کی پشتیں مردوں کے لئے حرام ہیں (یعنی ان کو سواری پر احتراماً نہ بیٹھنا چاہیئے)۔

(۳) ان سواریوں نے ہمیں اس ذات سے قریب کر دیا جس سے بہتر ذات نے اس دنیا کی سرزمین پر قدم نہیں رکھا، لہذا اس سرزمین کا ہم پر حق ہے، اور اس کی حرمت قابل لحاظ ہے۔

یہ اشعار دراصل ابونواس کے ہیں، اس نے عباسی خلیفہ محمد الامین کی شان میں کہے تھے، لیکن ان اشعار کو جس ذات کی مدح میں ہونا چاہیئے تھا وہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، لہذا اس وقت سے یہ نعت کا شعر بن گیا۔

عربی شاعری میں اس طرح کی ایک مثال اور ملتی ہے، ابو فراس الحمدانی نے سیف الدولہ کی شان میں ایک قصیدہ کہا، جس کے اخیر میں اس نے سیف الدولہ کو اس طرح مخاطب کیا۔

فلیتك تحلو و الحیاة مریرة
و لیتك ترضی و الانام غضاب
و لیت الذی بینی و بینك عامر
و بینی و بین العالمین خراب
اذا صح منك الود فلکل هین
و کل الذی فوق التراب تراب،

اہل قلب و نظر نے ان اشعار کا مخاطب صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کو سمجھا

اور اب تک اسی مناسبت سے لوگ ان اشعار کو پڑھتے ہیں۔

اردو میں غالب نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں کہا تھا۔

کس سے ہو سکتی ہے مداحیِ ممدوحِ خدا
کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں

یہ شعر بھی "حق بحق دار رسید" یعنی نعت نبوی میں شمار کیا جانے لگا۔

# معذرت

یہ کتاب، جس کو کتاب کے بجائے مقالہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا، عربی میں نعت گوئی کی سرسری تصویر ہے، اس موضوع کا حق یہ تھا کہ اس پر سال دو سال اطمینان اور فراغت سے صرف کئے جاتے اور کم از کم ہزار، پندرہ سو صفحے لکھے جاتے، لیکن ایک تو مؤلف کی علمی بے بضاعتی سدِّ راہ ہوئی جو عربی اشعار کی بلاغت اور اس کی نوک پلک، تیور اور طرزِ بیان کی خوبیوں کو اُردو میں اس درجہ منتقل کرنے پر قادر نہیں ہے کہ اصل عربی کلام کی خوبیاں قارئین محسوس کر سکیں، دوسرے وقت کی کمی اور کچھ اور علمی کاموں میں اس کا مصروف ہونا اس مقصد کی تکمیل میں حائل ہوا،

یہ دوسرا ایڈیشن باوجود معتدبہ اضافوں کے اب بھی تشنہ ہے، موجودہ دور کے شعراء کی نمائندگی نہیں کے برابر ہے، قدیم شعراء کا کلام بھی محض نمونہ کی حد تک پیش کیا گیا ہے، پھر بھی اگر اس میں آپ کو کوئی کام کی چیز مل جائے تو اس کو فیضِ ممدوح سمجھئے، عاجز مؤلف کا مقصد تو صرف اسی قدر ہے جس کا تذکرہ اپنے پیش لفظ کی آخری سطور میں اس نے کیا ہے۔ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ

# مراجع

ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ (م ۴۶۳ھ) الاستیعاب فی اسماء الاصحاب

ابن حجر احمد بن علی (م ۸۵۲ھ) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ

ابو الفداء اسماعیل بن عمر (م ۷۷۴ھ) البدایۃ والنہایۃ

ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ السہیلی (م ۵۸۱ھ) الروض الانف

ابو بکر بن ابی القاسم الاہدل نشر الثناء الحسن علی بعض ارباب الفضل والکمال من اہل الیمن

احمد حسن زیارت تاریخ الادب العربی۔ تیرہواں اڈیشن ۱۹۶۵ء

ابن نباتہ دیوان ابن نباتہ

اشرف علی (حکیم الامت مولانا) نشر الطیب

ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ (م ۴۶۳ھ) الاستیعاب فی اسماء الاصحاب

ابن حجر احمد بن علی (م ۸۵۲ھ) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ

ابن ہشام عبد الملک ابن ہشام المعافری (م ۲۱۳ھ) السیرۃ النبویۃ

البرعی، عبدالرحیم بن احمد البرعی الیمنی — المدائح النبویۃ البرعی

ابوصیری، الامام عبداللہ محمد بن سعید (م ۶۹۷ھ) — بردۃ المدیح المبارکہ (الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ)

الباجوری، الشیخ ابراہیم الباجوری (م ۱۲۷۶ھ) — شرح قصیدۃ البردۃ

الترمذی، الامام ابوعیسیٰ محمد — شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

التھانوی، مولانا اشرف علی — نفح الطیب فی شرح نشر الطیب

الجمحی، محمد بن اسلام — طبقات فحول الشعراء

الحسنی مولانا سید عبدالحیٔ رائے بریلویؒ — نزہۃ الخواطر

الحسنی، محمد الرابع — جغرافیہ ممالک عربیہ، حصہ اوّل

خالد، خالد محمد — رجال حول الرسول

الدمشقی حافظ شمس الدین بن ناصر — سلوۃ الکئیب بوفاۃ الحبیب

درویش، محمد طاہر — حسان بن ثابت وحیاتہ وشعرہ

زیدان، جرجی زیدان — تاریخ الادب

السہیلی ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ (م ۵۸۱ھ) — الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ ابن ہشام

الشیرازی، شمس عبداللہ بن احمد — دیوان الشعر للشیرازی

الصرصری، جمال الدین ابوزکریا — مدیح المصطفیٰ

ضیف، ڈاکٹر شوقی — دراسات فی الشعر الاسلامی

منصورپوری، قاضی سلیمان — رحمۃ للعالمین

مخلوف، الشیخ محمد حسنین سابق مفتی اعظم مصر — المدحۃ النبویۃ

جعیشن، عبداللہ عبدالرحمٰن — شعر الدعوۃ الاسلامیۃ۔

# مطبوعات کامل القادری

| | |
|---|---|
| **تحقیق و تنقید و مطالعہ** | |
| مُہماتِ خالد | ۱۵/- |
| اقبال کا شعورِ مزاح | ۱۵/- |
| بانکا، سوار، پیادہ | ۳۵/- |
| **شعری مجموعہ** | |
| آمد | ۲۵/- |
| گُل زمیں | ۱۵/- |
| **بلوچستانیات** | |
| بلوچی ادب کا مطالعہ | ۲۵/- |
| براہوئی اور اردو | ۵/- |
| براہوئی کہاوتیں | ۵/- |
| قدیم بلوچستان | ۱۰/- |
| ملک الشعراء جام دُرک | ۱۰/- |
| گائے جا بلوچستان | ۱۰/- |
| بلوچ قبائل | ۱۰/- |
| دی بلوچ اِن لَو بھا اینڈ وار (انگریزی) | ۷۵/- |
| **بچوں کے لئے** | |
| نورا | ۳/۵۰ |
| بولان کا خزانہ | ۳/۵۰ |
| خضدار کی مہم | ۳/۵۰ |
| ظہور وارڈ | ۵/۵۰ |
| وَنْ ٹُو | ۳/۵۰ |

ہم سے طلب کیجئے